فتاویٰ امن پوری

Part 501-525

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نماز فجر ادا کی جا رہی تھی کہ سورج طلوع ہو گیا، تو نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز فجر کے دوران سورج طلوع ہو گیا، تو نماز مکمل کی جائے گی، یہ نماز بالکل صحیح ہے، اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

”جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے نمازِ صبح کی ایک رکعت پالی، اس نے نمازِ صبح پالی اور جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پڑھ لی، اسے نے عصر کی نماز پالی۔“

(صحيح البخاري : 579، صحيح مسلم : 607)

یہ روایت صحیح مسلم (۶۰۹) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

یہ حدیث مبارک اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی، باقی رکعات ادا کر لے، تو اس کی نماز عصر صحیح ہے، اگر طلوع آفتاب

سے پہلے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی، دوسری رکعت ادا کرنے پر نمازِ فجر ادا ہو جائے گی۔

سوال: نماز ظہر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے، جب سایہ ایک مثل ہو جائے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا:

أَنْ صَلِّ الظُّهْرَ، إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ.

''زوال کے وقت ظہر کی نماز ادا کریں۔''

(موطأ الإمام مالك: 7/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ میمون بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ، كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ الْحَجَّاجُ: لَا تَسْبِقْنَا بِصَلَاتِنَا، فَقَالَ سُوَيْدٌ: قَدْ صَلَّيْتُهَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ هٰكَذَا، وَالْمَوْتُ أَقْرَبُ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا.

''سوید بن غفلہ رحمہ اللہ زوال کے وقت نماز ظہر ادا کیا کرتے تھے، حجاج بن یوسف نے آپ رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہم سے پہلے نماز نہ پڑھا کریں، اس پر سوید رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں نے سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایسے ہی نماز ادا کی ہے، لہٰذا میں مرنا تو گوارا کر لوں گا، لیکن تاخیر سے نماز ادا نہیں کروں گا۔''

(كتاب الصّلاة لأبي نعيم الفضل بن دكين: 344، مصنّف ابن أبي شيبة: 323/1،

وسندہٗ صحیحٌ)

❁ شہاب بن مدلج عنبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں

سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنْ وَقْتِ الظُّهْرِ ، فَقَالَ : إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ نِصْفِ النَّهَارِ، وَكَانَ الظِّلُّ قَبسَ الشِّرَاكِ، فَقَدْ قَامَتِ الظُّهْرُ .

”میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ظہر کے وقت کے بارے میں سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورج نصف النہار سے ڈھل جائے اور سایہ ایک تسمہ کے برابر ہو جائے، تو ظہر کا وقت ہو جائے گا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3270، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: نمازوں کے اوقات کیا ہے؟

جواب: نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، انہیں مقرر وقت میں ادا کرنا فرض ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء : ١٠٣)

”یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔“

نمازوں کے اوقات درج ذیل ہیں؛

نماز ظہر: جب سورج ڈھل جائے۔

نماز عصر: جب سایہ ایک مثل ہو جائے اور سورج بالکل روشن ہو۔

نماز مغرب: جب سورج غروب ہو جائے۔

نماز عشاء: یہ سرخی غائب ہو جائے۔

نماز فجر: جب فجر طلوع ہو جائے، جب روزہ بند ہوتا ہے۔

نمازوں کے ان اوقات پر بہت سی صحیح احادیث ثابت ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِيَ يَعْنِي الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ حِينَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ، وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ.

”جبریل علیہ السلام نے مجھے بیت اللہ کے پاس دو دفعہ امامت کروائی، چناں چہ نمازِ ظہر پہلی دفعہ اس وقت پڑھائی، جب سورج ڈھل گیا اور سایہ ایک تسمہ کے برابر ہو گیا اور نماز عصر تب پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ مغرب اس وقت پڑھائی، جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، عشا اس وقت پڑھائی، جب شفق (سرخی) غائب ہو گئی اور فجر اس وقت پڑھائی، جب کھانا

پینا روزہ دار پر حرام ہو جاتا ہے۔ (لیکن جب دوسرا دن ہوا تو) ظہر اس وقت پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا، عصر مجھے اس وقت پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا۔ مغرب (دوسری بار بھی) اس وقت پڑھائی، جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، عشا رات کی ایک تہائی گزرنے کے بعد پڑھائی اور فجر تب پڑھائی، جب خوب روشنی ہو گئی۔ پھر جبریل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہو کر گویا ہوئے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ سے پہلے انبیا کا وقت ہے، (آپ اور آپ کی امت کے لیے) نمازوں کا وقت ان دونوں (اول و آخر) وقتوں کے درمیان ہے۔"

(مسند الإمام أحمد :1/233، 354، مسند عبد بن حميد : 703، سنن أبي داود : 393، سنن التّرمذي : 149، سنن الدّارقطني : 1/258، المستدرك على الصّحيحين للحاكم :1/193، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن الجارود (۱۴۹۔۱۵۰)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲۵) نے ''صحیح''، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور حافظ بغوی رحمہ اللہ (۳۴۸) نے ''حسن'' کہا ہے۔

❀ مالک بن ابی عامر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلٰى أَبِي مُوسٰى أَنْ صَلِّ الظُّهْرَ، إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ، قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهَا صُفْرَةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَأَخِّرِ الْعِشَاءَ مَا لَمْ تَنَمْ، وَصَلِّ الصُّبْحَ، وَالنُّجُومُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ، وَاقْرَأْ فِيهَا بِسُورَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ مِنَ الْمُفَصَّلِ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا: نماز ظہر کو اس وقت ادا کیجئے، جب سورج ڈھل جائے، نماز عصر اس وقت ادا کیجئے، جب ابھی سورج روشن اور واضح ہو اور سورج میں ابھی سرخی داخل نہ ہوئی ہو، نماز مغرب اس وقت ادا کیجئے، جب سورج غروب ہو جائے اور نماز عشاء کو اپنے سونے تک مؤخر کیجئے، نیز نماز فجر کو اس وقت ادا کیجئے، جب ابھی ستارے پوری طرح روشن اور واضح ہوں، نماز فجر میں طوال مفصل میں سے دو سورتوں کی قرأت کیجئے۔''

(موطأ الإمام مالك : 7/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز عصر کے بعد نفل پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: عصر کے بعد سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے نفل ادا کرنا جائز ہے۔ بعض احادیث میں عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، تو ان احادیث میں وارد ہونے والی نہی (ممانعت) کو سورج زرد ہونے کے بعد کے وقت پر محمول کیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سارے صحابہ کرام اور تابعین عظام سے نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا مطلقاً ممنوع نہیں۔

❀ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے اور فرماتے:

إِنَّ الزُّبَيْرَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَا يُصَلِّيَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ.

''سیدنا زبیر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔''

(الأوسط لابن المُنذر : 394/2؛ مصنف ابن أبي شيبة : 353/2، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کو مارا

کرتے تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَ يَضْرِبُ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ .

”میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر مارا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7336، وسندهٗ صحيحٌ)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مارنا مطلق عصر کے بعد نماز پر نہیں تھا، بلکہ ممنوع وقت، یعنی غروبِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے پر تھا۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا .

”نمازوں کے لیے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کا وقت نہ ڈھونڈا کریں۔“

(موطأ الإمام مالك :173/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَهِمَ عُمَرُ، إِنَّمَا نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَحَرّٰى طُلُوعُ الشَّمْسِ وَغُرُوبُهَا .

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو طلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت نماز سے منع فرمایا تھا۔“

(صحيح مسلم : 833)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مارنے کا علم تو ہوا تھا، لیکن اس کا اصل سبب معلوم

نہ تھا۔اسی لیے آپ رضی اللہ عنہا نے اسے وہم قرار دیا۔ پھر جب اصل حقیقت معلوم ہوئی، تو خود سیدہ رضی اللہ عنہا نے اسے بنظرِ تحسین دیکھا۔

❁ شریح بن ہانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَتْ : كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ، ثُمَّ يُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، فَقُلْتُ : فَقَدْ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ عَلَيْهِمَا وَنَهٰى عَنْهُمَا، فَقَالَتْ : قَدْ كَانَ عُمَرُ يُصَلِّيهِمَا، وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا، وَلٰكِنَّ قَوْمَكَ أَهْلَ الدِّينِ قَوْمٌ صِغَارٌ يُّصَلُّونَ الظُّهْرَ، ثُمَّ يُصَلُّونَ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَيُصَلُّونَ الْعَصْرَ، ثُمَّ يُصَلُّونَ بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ، فَضَرَبَهُمْ عُمَرُ، وَقَدْ أَحْسَنَ .

’’میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھتے، اس کے بعد دو رکعت پڑھتے، پھر عصر کی نماز پڑھتے، اس کے بعد بھی دو رکعت پڑھتے۔عرض کیا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو ان دو رکعت پر مارتے اور ان سے منع کرتے تھے، کہنے لگیں: خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ دو رکعت پڑھتے تھے اور جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے، لیکن آپ کی دیندار قوم کے افراد نا سمجھ تھے۔ وہ ظہر کے بعد عصر تک نماز

پڑھتے رہتے، پھر عصر کے بعد مغرب تک نوافل پڑھتے رہتے۔اس وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مارااور یہ آپ نے اچھا کیا۔''

(مسند السّراج : 1530، وسندہٗ صحیحٌ)

معلوم ہوا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے، باقی وہ ان لوگوں کو مارتے تھے، جو غروب آفتاب کے وقت دو رکعت پڑھتے تھے۔

سوال: نماز مغرب کا وقت کیا ہے؟

جواب: نماز مغرب کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور سرخی غائب ہونے تک رہتا ہے۔نماز مغرب کو جلدی ادا کرنا چاہیے، ستاروں کے طلوع ہونے تک مؤخر کرنا درست نہیں۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلُّوا هٰذِهِ الصَّلَاةَ وَالْفِجَاجُ مُسْفِرَةٌ يَعْنِي الْمَغْرِبَ .

''نماز مغرب کو اس وقت ادا کریں، جب ابھی راستے بالکل روشن ہوں (یعنی سورج غروب ہونے کے فوراً بعد ادا کرلیں)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :3321، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: نماز کو تاخیر سے ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کو بغیر عذر تاخیر سے ادا کرنا اور اسے اپنا معمول بنالینا جائز نہیں، یہ سنت کو منہدم کرنا ہے، عہد سلف میں نماز کو مختار اور افضل وقت میں ادا کیا جاتا تھا، اگر کوئی حاکم نماز کو لیٹ ادا کرتا، تو سلف صالحین فوراً نکیر فرماتے تھے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ : الصَّلَاةُ؟ قَالَ : أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيهَا .

”جو سنتیں عہد نبوی میں تھیں، ان میں سے مجھے اب کوئی بھی نظر نہیں آتی، کہا گیا: کیا نماز بھی نہیں؟ فرمایا: تم نے نماز کو بھی (تاخیر سے ادا کر کے) ضائع کر دیا ہے۔“

(صحیح البخاري : 529)

❁ زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِي، فَقُلْتُ : مَا يُبْكِيكَ؟ فَقَالَ : لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلَاةَ وَهٰذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضُيِّعَتْ .

”میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا، آپ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: اس وقت عہد نبوی کی کوئی سنت باقی نہیں رہی، ایک نماز رہ گئی تھی، مگر اسے بھی (تاخیر سے ادا کر کے) ضائع کر دیا گیا۔“

(صحیح البخاري : 530)

❁ محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ : مَا

هٰذَا يَا مُغِيرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَصَلّٰى، فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ : بِهٰذَا أُمِرْتُ، فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ : اعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ، أَوَأَنَّ جِبْرِيلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلَاةِ؟ قَالَ عُرْوَةُ : كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ .

''امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک دن نماز لیٹ کر دی، تو ان کے پاس عروہ بن زبیر رحمہ اللہ آئے اور بتایا کہ عراق میں ایک بار سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز لیٹ کر دی تھی، تو سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ کر کہنے لگے: مغیرہ! یہ کیا ہے؟ آپ کو حدیث معلوم نہیں کہ ایک بار سیدنا جبریل علیہ السلام آئے اور نماز پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی، پھر سیدنا جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ امام عمر بن

عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے کہا: دیکھ لیجئے کہ آپ کیا بیان کر رہے ہیں، کیا جبریل علیہ السلام نماز کے وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ٹھہرے رہے؟ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: بشیر بن ابی مسعود رحمہ اللہ اپنے والد سے ایسے ہی بیان کرتے ہیں۔"

(صحيح البخاري :521، صحيح مسلم : 610)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مِّيقَاتِهَا، وَيَخْنُقُونَهَا إِلٰى شَرَقِ الْمَوْتٰى، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ قَدْ فَعَلُوا ذَالِكَ، فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا، وَاجْعَلُوا صَلَاتَكُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً .

"عنقریب آپ پر ایسے امرا مسلط ہو جائیں گے، جو نماز کو وقت سے لیٹ کر کے ادا کریں گے، حتی کہ غروب آفتاب تک نماز کو مؤخر کریں گے، جب انہیں ایسا کرتے دیکھیں، تو اپنے وقت پر نماز ادا کر لینا اور ان کے ساتھ پڑھی گئی نماز کو نفل بنا لینا۔"

(صحيح مسلم : 534)

سوال: مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: مسجد قباء میں دو رکعت ادا کرنا مسنون اور مستحب ہے، نوافل ادا کرنے کے لیے مسجد قبا کا قصد کرنا جائز ہے، مسجد قبا میں نماز ادا کرنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ

مَاشِيًا وَّرَاكِبًا، فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ .

”رسول اللہ ﷺ پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت ادا کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 1194، صحيح مسلم : 1399، واللفظ لهٔ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(صحيح البخاري : 1993)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى قُبَاءَ يُصَلِّي فِيهِ، قَالَ : فَجَاءَ تْهُ الْأَنْصَارُ، فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي، قَالَ : فَقُلْتُ لِبِلَالٍ : كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي؟، قَالَ : يَقُولُ هٰكَذَا، وَبَسَطَ كَفَّهٗ، وَبَسَطَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كَفَّهٗ، وَجَعَلَ بَطْنَهٗ أَسْفَلَ، وَجَعَلَ ظَهْرَهٗ إِلٰى فَوْقٍ .

”نبی کریم ﷺ مسجد قباء میں نماز کے لیے نکلے، انصار صحابہ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کہا، آپ ﷺ نماز میں تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ حالت نماز میں کس طرح جواب لوٹاتے تھے؟ اس پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی پھیلائی۔ راوی جعفر بن عون نے اپنی ہتھیلی کا باطنی حصہ نیچے کی طرف اور اس کی پشت اوپر کی طرف کی۔“

(مسند الإمام أحمد : 12/6، سنن أبي داوٗد : 927، سنن التّرمذي : 368، حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے۔امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۱۵) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام:۱/ ۵۰۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهٖ ثُمَّ أَتٰى مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَصَلّٰى فِيهِ صَلَاةً، كَانَ لَهٗ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ.

''جس نے گھر سے وضو کیا، پھر مسجد قبا آیا، اس میں نماز ادا کی، تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔''

(سنن النّسائي : 699، سنن ابن ماجه : 1412، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۴۲۷۹) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ يُرِيدُ قُبَاءً لَا يُرِيدُ غَيْرَهٗ فَصَلّٰى فِيهِ، كَانَتْ كَعُمْرَةٍ.

''جو مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے لیے نکلا، اس کا مقصد دوسرا کوئی کام نہیں، پھر اس نے مسجد قباء میں نماز پڑھی، تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7532، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَأَنْ أُصَلِّيَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِى بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

”مسجد قباء میں نماز پڑھنا مجھے بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7533، المُستدرك للحاكم : 4280، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 408/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی طرف قصد کرنا جائز ہے، بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے انسان گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس کی ماں سے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَالصَّلَاةِ فِيهِ وَعَلٰى فَضْلِهٖ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ مسجد اقصیٰ کی زیارت کرنا اور اس میں نماز پڑھنا مستحب ہے، نیز اس مسجد کے بافضیلت ہونے پر بھی اجماع ہے۔“

(المَجموع : 278/8)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِي هٰذَا .

”(ثواب کی نیت سے) تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے (ا) مسجد حرام

(۲) مسجد اقصیٰ (۳) میری مسجد (مسجد نبوی)۔“

(صحيح البخاري : 1189، صحيح مسلم : 1397، المُنتقٰى لابن الجارود : 512)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَنٰى بَيْتَ الْمَقْدِسِ سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خِلَالًا ثَلَاثَةً؛ سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حُكْمًا يُصَادِفُ حُكْمَهٗ فَأُوتِيَهٗ، وَسَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ فَأُوتِيَهٗ، وَسَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَأْتِيَهٗ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهٗ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ أَنْ يُخْرِجَهٗ مِنْ خَطِيئَتِهٖ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ .

”سیدنا سلیمان بن داود صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت المقدس کی تعمیر کی، تو اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا؛ ① اللہ عزوجل سے قوت فیصلہ کا سوال کیا، جو باری تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کر دیا، ② اللہ تعالیٰ سے ایسی بادشاہت کا سوال کیا، جو ان کے بعد کسی دوسرے کے حصہ میں نہ آئے، تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی عطا کر دیا، ③ مسجد (اقصیٰ) کی تعمیر سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جو شخص بھی مسجد اقصیٰ میں آئے اور اس کا مقصد صرف اس میں نماز پڑھنا ہو، تو اسے گناہوں سے ایسے پاک کر دے، گویا اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔“

(سنن النّسائي : 693، سنن ابن ماجه : 1408، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ مسند احمد (۶۶۴۴) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

نَحْنُ نَرْجُو أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

''ہمیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی تیسری دعا بھی قبول کر لی ہوگی۔''

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۳۳۴) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۴۲۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ قَدْ تَدَاوَلَهُ الْأَئِمَّةُ، وَقَدِ احْتَجَّا بِجَمِيعِ رُوَاتِهِ، ثُمَّ لَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَلَا أَعْلَمُ لَهُ عِلَّةً.

''یہ حدیث صحیح ہے، اسے ائمہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، اس کے تمام رواۃ سے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حجت پکڑی ہے، مگر یہ حدیث نقل نہیں کی، میں اس حدیث میں کوئی علت نہیں جانتا۔''

(المُستدرك على الصّحيحين : 434/2)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 408/6)

سوال: نماز کے دوران قبلہ رخ تھوکنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے دوران قبلہ رخ تھوکنا جائز نہیں، اگر نماز میں تھوک آئے، تو رومال وغیرہ میں تھوک لے اور اگر مسجد کے گندے ہونے کا اندیشہ نہ ہو، تو دوران نماز بائیں جانب تھوک سکتا ہے، کیونکہ دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا، فَقَالَ: إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ، وَلَا عَنْ يَمِينِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھی، تو کنکری اٹھا کر اسے کھرچ دیا، پھر فرمایا: جب آپ میں سے کوئی کو بلغم آئے، تو وہ اپنے سامنے یا دائیں طرف مت تھوکے، بلکہ بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔''

(صحيح البخاري: 408، صحيح مسلم :548، 550)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهٖ، فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ، فَقَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهٖ فَإِنَّهٗ يُنَاجِي رَبَّهٗ، أَوْ إِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ، فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب (مسجد کی دیوار پر) بلغم دیکھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا لگا، یہاں کہ اس کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر دکھائی دیے،

آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ دیا، پھر فرمایا: جب جب کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا (فرمایا:) اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے، لہٰذا کوئی شخص قبلہ کی جانب مت تھوکے، ہاں بائیں یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے کپڑے کا ایک پلو پکڑا، اس میں تھوکا، پھر کپڑے کے ایک حصے کو دوسرے حصے پر مَل دیا، فرمایا: یا وہ ایسے کر لیا کرے۔"

(صحیح البخاري: 405، صحیح مسلم: 551)

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِئِ أَعْمَالِهَا النُّخَامَةُ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ.

"مجھ پر میری اُمت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے۔ ان اچھے اعمال میں سے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کا عمل بھی تھا، برے اعمال میں سے ایک عمل مسجد میں تھوک پھینکنا تھا، جسے تلف نہیں کیا گیا۔"

(صحیح مسلم: 372)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ رَبِّهِ فَيَتَنَخَّعُ أَمَامَهُ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُسْتَقْبَلَ

فَيُتَنَخَّعَ فِي وَجْهِهِ؟ فَإِذَا تَنَخَّعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَنَخَّعْ عَنْ يَسَارِهِ، تَحْتَ قَدَمِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَقُلْ هٰكَذَا وَوَصَفَ الْقَاسِمُ فَتَفَلَ فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ مَسَحَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ .

''رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم دیکھی، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آپ میں سے اس شخص کو کیا ہو گیا ہے، وہ اپنے رب کی طرف منہ کر کے اپنے سامنے تھوکتا ہے!! کیا وہ پسند کرتا ہے کہ اسے سامنے کر کے اس کے چہرے پر تھوک دیا جائے؟ لہٰذا جب بھی کسی کو تھوک آئے، تو وہ بائیں طرف اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے، اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو اس طرح کر لیا کرے۔ (راوی حدیث) قاسم بن مہران رحمہ اللہ نے ایسا کر کے دکھایا، آپ رحمہ اللہ نے اپنے کپڑے میں تھوکا، پھر کپڑے کے ایک حصے کو دوسرے حصے پر مَل دیا۔''

(صحيح مسلم : 550)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا بَزَقَ فِي الْقِبْلَةِ جَاءَ تْ أَحْمٰى مَا يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى تَقَعَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ .

''اگر کوئی شخص قبلہ رخ تھوکے، تو وہ تھوک روز قیامت گرم ہو کر آئے گا اور اس کے ماتھے پر گر جائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7457، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَنْ تَنَخَّمَ فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ بُعِثَ وَهِيَ فِي وَجْهِهِ .

''جس نے مسجد میں قبلہ کی طرف تھوکا، تو جب اسے زندہ کیا جائے گا، تو وہ
تھوک اس کے چہرے پر ہوگا۔''

(صحيح ابن خزيمة : 1312، وسندهٗ صحيحٌ)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مسجد میں گم شدہ جاندار کا اعلان کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں جاندار شے کی گمشدگی کا اعلان کرنا جائز نہیں، یہ ممنوع ہے، جو شخص ایسا کرے، تو صاحب استطاعت پر لازم ہے کہ اس پر سخت نکیر کرے، کیونکہ اگر اس عمل کو بروقت روکا نہ گیا، تو مسجدیں بہت جلد اپنا مقصد کھو دیں گی، شریعت کا یہ حکم بھی مبنی بر حکمت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ : لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا .

”مسجد میں کسی کو گم شدہ چیز (جاندار) کا اعلان کرتے ہوئے سنیں، تو کہیں:

«لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ» ”اللہ کرے، یہ چیز تجھے نہ ملے۔“

(صحیح مسلم : 568)

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا وَجَدْتَ، إِنَّمَا

بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهٗ .

''ایک شخص نے اعلان کیا کہ میرا سرخ اونٹ گم ہوگیا ہے، اس بارے میں کون بتائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا وَجَدْتَ» ''اللہ کرے، تجھے نہ ملے۔''مسجدیں تو کسی اور مقصد (عبادت) کے لئے بنائی جاتی ہیں۔''

(صحيح مسلم: 569)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا : لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَّنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً، فَقُولُوا : لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ .

کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتا دیکھیں، تو کہیں: «لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ» ''اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔'' کسی کو گم شدہ جاندار کا اعلان کرتا دیکھیں، تو اسے کہیں: «لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ». ''اللہ کرے، تجھے یہ جاندار نہ ملے۔''

(سنن التّرمذي: 1321؛ عمل اليوم واللّيلة للنّسائي: 176؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (562) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1305) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (1650) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (561/2) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ الضَّالَّةُ، وَعَنِ الْحِلَقِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں خرید وفروخت کی جائے، مسجد میں (جاہلی اور غیر شرعی) اشعار پڑھے جائیں، مسجد میں گم شدہ جاندار شے کا اعلان کیا جائے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقے بنائے جائیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 6676، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۳۲۲) نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۳۰۴) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۶۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَغَضِبَ وَسَبَّهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: مَا كُنْتَ فَحَّاشًا يَا ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: إِنَّا كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مسجد میں گمشدہ جاندار کا اعلان کرتے سنا، تو اس پر سخت غصے ہوئے اور اسے برا بھلا بھی کہا، تو اس آدمی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: ابن مسعود! آپ اتنے سخت زبان تو نہ تھے!! تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 1303، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: مسجد میں سونا کیسا ہے؟

جواب: جس شخص کے لیے مسجد میں سونا ضروری ہو، اس کے پاس کوئی دوسری رہائش نہ ہو، تو اس کے لیے مسجد میں آرام کرنا اور سونا بالاجماع جائز ہے۔ باقی رہا بغیر ضرورت کے مسجد میں سونا، تو یہ بھی جائز اور صحیح ہے، عہد نبوی میں اس پر کئی دلائل موجود ہیں، نیز قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّوْمَ فِي الْمَسْجِدِ جَائِزٌ لِلضَّرُورَةِ بِغَيْرِ خِلَافٍ .

''ضرورت کے پیشِ نظر مسجد میں سونا جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب : 279/3)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا إِذْ أَغْفٰى إِغْفَاءَ ةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مُتَبَسِّمًا، فَقُلْنَا : مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾(الكوثر : ١-٣) ثُمَّ قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟ فَقُلْنَا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : فَإِنَّهٗ نَهْرٌ وَّعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهٗ عَدَدُ النُّجُومِ .

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھیں کہ آپ ﷺ پر اونگھ طاری ہوگئی، پھر مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں، فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ❊ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ❊ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾(الکوثر : ١-٣)

''شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کے لیے ہی نماز پڑھیں اور ذبح کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی نسل کٹا ہے۔'' پھر فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: یہ ایک نہر ہے، جس کا میرے رب عز وجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر خیر کثیر ہے، یہ ایک حوض ہے، جس پر میری اُمت روز قیامت وارد ہوگی، اس کے برتنوں کی تعداد (آسمان کے) ستاروں کی مانند ہے۔''

(صحیح مسلم : 400)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مسجد میں سونا جائز ہے۔''

(شرح مسلم : 113/4)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ، لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا : يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ، مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيهَا .

''غزوہ خندق کے موقع پر سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ پر تیر لگ گیا، (جس سے آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں لگوا دیا، تاکہ قریب سے آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کر سکیں، مسجد میں بنو غفار کا خیمہ بھی تھا، اچانک ان کی طرف خون بہتا ہوا آنے لگا، تو وہ پریشان ہو کر کہنے لگے: خیمے والو! یہ تمہاری طرف سے کیا آ رہا ہے؟ دراصل سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا، آپ رضی اللہ عنہ اسی زخم سے شہید ہو گئے۔''

(صحيح البخاري : 463، صحيح مسلم : 1769)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مسجد میں سونا جائز ہے۔''

(شرح مسلم : 95/12)

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ عَلِيٌّ عَلٰى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ، قَالَتْ :

فِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ، وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلٰى ظَهْرِهِ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ، فَيَقُولُ : اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ .

”سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، پھر مسجد جا کر لیٹ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کے عم زادے کہاں ہیں؟ عرض کیا: مسجد میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد آئے، دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں، نیچے سے چادر سرک گئی ہے اور مٹی ان کی پیٹھ کو لگ رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کو جھاڑنے لگے اور فرمایا: ابوتراب! اٹھ جائیے، ابوتراب! اٹھ جائیے۔“

(صحيح البخاري : 3703، صحيح مسلم : 2409)

❁ علامہ مہلب بن احمد بن ابی صفرہ رحمہ اللہ (۴۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ إِلٰى ذٰلِكَ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مجبوری کے بغیر بھی مسجد میں سویا جا سکتا ہے۔“

(فتح الباري لابن حجر : 70/11)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مسجد میں سونا جائز ہے۔“

(شرح مسلم : 182/14)

❁ عبدالرحمٰن اعرج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : كَيْفَ تَسْأَلُونَ عَنْ هٰذَا وَقَدْ كَانَ أَهْلُ الصُّفَةِ يَنَامُونَ فِيهِ وَيُصَلُّونَ فِيهِ .

''میں نے سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے مسجد میں سونے کی بابت سوال کیا،تو فرمایا: آپ لوگ ایسی بات کے متعلق سوال کیسے کر سکتے ہیں، جبکہ اہل صفہ مسجد میں ہی سوتے تھے اور وہیں نماز پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :4911، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب صفہ مسجد میں ہی رہائش پذیر تھے، وہیں کھاتے پیتے اور سوتے تھے۔

❁ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''بھوک کی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی سماعت اور بینائی متاثر ہو چکی تھی، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی، مگر کوئی ہماری مہمان نوازی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان کا دودھ دوہا جائے، ہم میں سے ہر ایک نے آدھا دودھ خود پیا اور آدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ہوتا رہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہوتی اور جاگنے والے کو سلام سنائی دیتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا کرتے، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حصے کا دودھ نوش فرما لیتے، ایک رات جبکہ میں اپنا حصہ پی

چکا تھا، تو شیطان میرے پاس آیا اور بولا : نبی کریم ﷺ تو انصار کے پاس تشریف لے جاتے رہتے ہیں اور انصار آپ ﷺ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے رہتے ہیں، آپ ﷺ ان کے ہاں سے کھا پی لیتے ہوں گے، آپ کو اس تھوڑے سے دودھ کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کے حصے کا دودھ پی لیا، جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو محسوس ہوا کہ اس کی گنجائش نہیں تھی، پھر شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا اور بولا: تم نے جو کچھ کیا اس پر افسوس ہے، کیا تم نے محمد (ﷺ) کے حصے کا دودھ پی لیا ہے؟ انہیں دودھ نہ ملا، تو وہ تمہارے لئے دعائے ضرر کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی، میں اسے پاؤں پر ڈالتا تھا، تو سر باہر آ جاتا تھا، سر پر ڈالتا، تو پاؤں باہر نکل آتے تھے، مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، انہوں نے وہ حرکت نہیں کی تھی، جو میں نے کی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے سلام کیا، جائے نماز کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ نوافل ادا کرنے کے بعد اپنا مشروب حاصل کرنے کے لیے آئے، آپ ﷺ نے برتن کا ڈھکن اُٹھایا، تو اس میں کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا مبارک سر اُٹھایا، تو میں نے سوچا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعائے ضرر کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا، لیکن آپ ﷺ نے دعا کی: «أَللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِي» ”اللہ! جس نے مجھے کھلایا تُو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تُو اسے پلا۔“ یہ سن کر میں نے

چادر مضبوطی سے باندھی اور چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف بڑھا تا کہ سب سے صحت مند بکری کو نبی کریم ﷺ کے لیے ذبح کر دوں، لیکن اس بکری کے تھن بھرے ہوئے تھے، میں نبی کریم ﷺ کے مخصوص برتن کی طرف بڑھا اور اس میں آپ ﷺ کے لیے دودھ دوہ لیا، یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر بھر گیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا آپ نے رات کو اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نوش فرمایئے، نبی کریم ﷺ نے اسے پی لیا اور پھر میری طرف بڑھا دیا، جب مجھے اندازہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور اب مجھے آپ کی دعا نصیب ہو جائے گی، تو میں ہنس پڑا، اتنا کہ ہنستے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقداد! آپ کی یہ عادت بہت بری ہے، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا اور میں نے یہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملا ہے، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا دیتے اور وہ بھی اس رحمت میں شریک ہو جاتے۔'' سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جب آپ نے اُسے پی لیا اور آپ کے ہمراہ میں نے بھی پی لیا، تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کسی اور نے پیا ہے یا نہیں۔''

(صحیح مسلم: 2055)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں سویا کرتے تھے۔

(صحيح البخاري : 3738، صحيح مسلم : 2479)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ نَقِيلُ فِيهِ، وَنَحْنُ شَبَابٌ .

”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم (صحابہ) مسجد میں قیلولہ (دوپہر کو سونا) کرتے تھے، ہم سب نوجوان تھے۔“

(مسند الإمام أحمد : 4607، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یونس بن عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ سِيرِينَ يَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ .

”میں نے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کو مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4912، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مغیرہ بن زیاد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاحْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ مِرَارًا فَسَأَلْتُ عَطَاءً فَقَالَ : نَمْ وَإِنِ احْتَلَمْتَ عَشْرَ مَرَّاتٍ .

”میں مسجد حرام میں سویا تھا، مجھے ایک ہی رات میں کئی بار احتلام ہو گیا، تو میں نے اس بارے میں عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا، تو فرمایا: آپ (مسجد میں) سو سکتے ہیں، خواہ آپ کو (ایک رات میں) دس مرتبہ بھی احتلام ہو۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :4921، وسندهٗ حسنٌ)

اگر مسجد میں سوئے ہوئے احتلام ہو جائے، تو اسے چاہیے کہ مسجد سے نکل جائے،

کیونکہ جنبی کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔

سوال: جس علاقہ میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہو، اس میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس علاقہ میں اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہو، وہاں قیام کرنا یا رک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس جگہ سے استغفار کرتے ہوئے تیزی سے گزر جانا چاہیے، خاص طور پر جس جگہ عذاب الٰہی کے آثار موجود ہوں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ: لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى أَجَازَ الْوَادِيَ.

''جب نبی کریم ﷺ کا گزر مقام حجر سے ہوا، تو فرمایا: ان لوگوں کے گھروں داخل مت ہوں، جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، کہیں آپ کو بھی وہ عذاب نہ پہنچ جائے، جو انہیں پہنچا تھا، یہاں سے روتے ہوئے جائیں۔ پھر آپ ﷺ نے سر جھکا لیا اور تیز چلنے لگے، یہاں تک کہ وادی کو پار کر لیا۔''

(صحيح البخاري: 4419، صحيح مسلم: 2980)

❁ حجر بن عنبسہ حضرمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ إِلَى النَّهْرَوَانِ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَابِلَ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ قُلْنَا: الصَّلَاةُ، فَسَكَتَ، ثُمَّ قُلْنَا: الصَّلَاةُ، فَسَكَتَ، فَلَمَّا خَرَجَ مِنْهَا صَلَّى، ثُمَّ قَالَ: مَا كُنْتُ أُصَلِّي

بِأَرْضٍ خُسِفَ بِهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

''ہم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نہروان کی طرف نکلے، جب ہم بابل شہر میں پہنچے، تو نماز عصر کا وقت ہوگیا، ہم نے کہا: نماز کا وقت ہوگیا ہے، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے، ہم نے پھر عرض کیا: نماز کا وقت ہوگیا ہے، مگر آپ خاموش رہے، پھر جب اس شہر سے باہر نکل آئے، تو نماز ادا کی، فرمایا: میں ایسی جگہ نماز نہیں پڑھتا، جہاں تین مرتبہ خسف (زمین کا دھنس جانا) ہوا ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7556، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ .

''یہ سند حسن ہے۔''

(تغليق التّعليق : 231/2)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ ایک خزاعی صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا بِلَالُ أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا .

''بلال! نماز کی اقامت کہیے اور نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہنچائیے۔''

(سنن أبي داود : 4985)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سالم بن ابی الجعد کثیر الارسال ہیں، ان کا صحابی سے سماع ضروری ہے، مگر انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا مرسل ہے۔

بعض روایات میں عبد اللہ بن محمد ابن حنفیہ اور محمد ابن حنفیہ رحمہما اللہ کا واسطہ ہے، مگر وہ

واسطہ ذکر کرنا درست نہیں۔ اس روایت کا بہتر طریق وہی ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(العِلل : 4/121)

مگر یہ طریق بھی مرسل ہے، لہٰذا روایت ضعیف ہے۔

سوال: درج ذیل روایات میں اُحد پہاڑ کے ہلنے کا ذکر ہے:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ : اثْبُتْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ، اَللَّفْظُ لِعَمْرٍو .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد کی چوٹی پہ گئے، ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ احد ہلنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: احد رک جا! بلاشبہ تجھ پہ ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔'' یہ الفاظ عمرو کے بیان کردہ ہیں۔

(صحيح البخاري : 3699، فضائل الصّحابة للنّسائي : 32)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُحُدًا ارْتَجَّ وَعَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اثْبُتْ أُحُدُ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدَانِ .

''اُحد پہاڑ ہلنے لگا، اس وقت پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم

موجود تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد، تھم جا، تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔''

(مسند أبي يعلٰى : 7518، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 38/7)

جبکہ دوسری روایات میں جبل حراء کے ہلنے کا ذکر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلٰى جَبَلِ حِرَاءٍ فَتَحَرَّكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اسْكُنْ حِرَاءُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

''رسول اللہ ﷺ جبل حرا پر تشریف فرما تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حراء، ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور شہید کھڑے ہیں۔ اس وقت پہاڑ پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے۔''

(صحيح مسلم : 2417)

کیا یہ تعارض ہے؟ یا علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں؟

جواب: درست بات یہی ہے کہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں، ایک کا تعلق مدینہ

سے ہے اور دوسرا مکہ سے۔ لہٰذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے تعدد قصہ پر محمول کیا ہے۔

(فتح الباري : 38/7)

سوال: اس حدیث میں اُحد پہاڑ کی محبت کا ذکر ہے، وہ بھلا محبت کیسے کر سکتا ہے، جبکہ وہ جمادات ہے؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ .

''یہ (اُحد) پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 4083، صحيح مسلم : 1365)

حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة : 314/7)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جبل اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، یہ خبر وحی الٰہی پر مبنی ہے، نیز یہ حقیقی محبت ہے۔ جمادات کے کئی کام ہمارے علم میں نہیں آتے، مثلاً ان کا تسبیح کرنا، ان کا باری تعالیٰ کو سجدہ کرنا وغیرہ جیسا کہ قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

لہٰذا جبل اُحد کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے محبت کرنا حقیقت اور ظاہر پر محمول ہے، بغیر دلیل اسے مجازی معنی پہنانا درست نہیں ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل اُحد کو دیکھ کر فرمایا:

هٰذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ .

''یہ وہ عظیم الشان پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 6363)

اس حدیث میں اُحد پہاڑ کی عظمت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول سے محبت کرتا تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے محبت کی بنا پر ایک پہاڑ کو عظمت مل سکتی ہے، تو ان سے محبت کرنے والے انسان کی عظمت کے کیا کہنے!!

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

الْأَوْلٰى إِجْرَاؤُهٗ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَلَا يُنْكَرُ وَصْفُ الْجَمَادَاتِ بِحُبِّ الْأَنْبِيَاءِ، وَالْأَوْلِيَاءِ، وَأَهْلِ الطَّاعَةِ، كَمَا حَنَّتِ الْأُسْطُوَانَةُ .

''بہتر یہ ہے کہ اُحد پہاڑ کی محبت کو ظاہر پر رکھا جائے، جمادات کا انبیائے کرام علیہم السلام، اولیائے عظام اور صالحین سے محبت کرنے سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں) ستون رونے لگا تھا (جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے)۔''

(شرح السّنة : 314/7)

سوال: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لقب ''فاروق'' کس نے رکھا؟

جواب: اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں،

البتہ آپ رضی اللہ عنہ کے ''فاروق'' لقب پر اُمت کا اجماع واتفاق ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا لَقَبُهُ فَهُوَ الْفَارُوقُ بِاتِّفَاقٍ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لقب ''فاروق'' ہے، اس پر (سبھی اہل ایمان کا) اتفاق ہے۔''

(فتح الباري : 44/7)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو روزہ رکھتے تھے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کو روزہ رکھنا ثابت ہے۔

سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ؟ قَالَ : ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: سوموار کو میری ولادت ہوئی ہے اور اسی دن مجھے نبوت ملی یا (فرمایا:) اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔''

(صحيح مسلم : 1162)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۷۴۹) ''حسن''، امام ابوعوانہ (۲۹۲۴)، امام ابن خزیمہ (۲۰۸۷) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۳۶۳۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۱۷۹) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا أَجْوَدُ حَدِيثٍ عِنْدِي ....

''......یہ سب سے عمدہ حدیث ہے۔''

(السّنن الکبریٰ، تحت الحدیث : 2826)

❀ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ عِنْدَنَا صَحِيحٌ سَنَدُهُ، لَا عِلَّةَ فِيهِ تُوَهِّنُهُ، وَلَا سَبَبَ يُضَعِّفُهُ .

''ہمارے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس میں ایسی کوئی علت نہیں، جو اسے کمزور کرے اور ایسا کوئی سبب نہیں، جو موجب ضعف ہو۔''

(تہذیب الآثار [مسند عمر]:1/290)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''یہ سند حسن صحیح ہے۔''

(التّمهيد :21/162)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(شرح السّنّة : 6/343)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فضل يوم التّروية وعَرَفَة، ص 12)

تنبیہ:

یہ بالاتفاق صحیح متصل روایت ہے۔عبد اللہ بن معبد زمانی ثقہ ہیں، ان کا سیدنا ابوقتادہ

انصاری رضی اللہ عنہ سے سماع ہے، علامہ ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے المتفق والمفترق (۱۴۴۱/۳) میں سماع کا اثبات کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع کی نفی کی ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَضُرُّهُ ذٰلِكَ .

”امام بخاری رحمہ اللہ کا سماع کی نفی کرنا (یہاں) مضر نہیں۔“

(ديوان الضّعفاء : 2319)

✿ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ تَصُومُ حَتّٰى لَا تَكَادَ تُفْطِرُ، وَتُفْطِرُ حَتّٰى لَا تَكَادَ أَنْ تَصُومَ، إِلَّا يَوْمَيْنِ إِنْ دَخَلَا فِي صِيَامِكَ وَإِلَّا صُمْتَهُمَا، قَالَ : أَيُّ يَوْمَيْنِ؟ قُلْتُ : يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، قَالَ : ذَانِكَ يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيهِمَا الْأَعْمَالُ عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .

”میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ روزے رکھنا شروع کرتے ہیں، تو چھوڑتے نہیں ہیں اور جب چھوڑنے لگتے ہیں، تو رکھتے نہیں ہیں، سوائے دو دنوں کے، ان دنوں میں آپ روزہ ضرور رکھتے ہیں۔ فرمایا: کون سے دن؟ عرض کیا: سوموار اور جمعرات، فرمایا: سوموار اور جمعرات کو رب العالمین کی طرف اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں، تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔“

(سنن النّسائي : 2358، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ہوائی جہاز پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر ہوائی جہاز پر نماز کا وقت ہو جائے، جہاز کے لینڈ کرنے تک نماز کا وقت ختم ہو سکتا ہو، تو ہوائی جہاز میں قبلہ معلوم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے، یہی حکم بحری جہاز کا ہے، سلف صالحین کشتیوں پر نماز پڑھ لیتے تھے۔

❀ حمید طویل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الصَّلَاةِ، فِي السَّفِينَةِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ مَوْلٰى أَنَسٍ وَهُوَ مَعَنَا جَالِسٌ : سَافَرْتُ مَعَ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ حُمَيْدٌ : وَأُنَاسٍ قَدْ سَمَّاهُمْ، فَكَانَ إِمَامُنَا يُصَلِّي بِنَا فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا، وَنَحْنُ نُصَلِّي خَلْفَهٗ قِيَامًا، وَلَوْ شِئْنَا لَأَرْفَأْنَا وَخَرَجْنَا .

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کشتی (بحری جہاز) میں نماز پڑھنے کی بابت سوال کیا گیا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے غلام عبد اللہ بن ابی عتبہ رحمہ اللہ بھی ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے، وہ کہنے لگے: میں نے سیدنا ابو سعید خدری، سیدنا ابو درداء اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا۔ (حمید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

آپ رحمہ اللہ نے کچھ اور نام بھی ذکر کیے۔) ہمارا امام ہمیں کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا اور ہم بھی پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ (ہم ساحل کے اتنے قریب تھے کہ) اگر ہم چاہتے، تو ساحل پر کشتی روک کر باہر بھی نکل سکتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6564، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 221/3، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا رَكِبَ السَّفِينَةَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَالسَّفِينَةُ مَحْبُوسَةٌ صَلَّى قَائِمًا، وَإِذَا كَانَتْ تَسِيرُ صَلَّى قَاعِدًا فِي جَمَاعَةٍ .

''آپ رضی اللہ عنہ جب کشتی پر سفر کرتے، نماز کا وقت ہو جاتا اور کشتی ٹھہری ہوتی، تو آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اگر کشتی چل رہی ہوتی، تو بیٹھ کر باجماعت نماز پڑھتے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 221/3، الرقم : 5493، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کشتی میں نماز پڑھنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِنْ شِئْتَ قَائِمًا وَإِنْ شِئْتَ قَاعِدًا، وَالْقِيَامُ أَفْضَلُ .

''آپ (کشتی میں) کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور بیٹھ کر بھی، البتہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6567، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَلِّ فِيهَا قَائِمًا .

''کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6569، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابوقلابہ عبداللہ بن زید جرمی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِالصَّلَاةِ فِي السَّفِينَةِ جَالِسًا .

''آپ رحمہ اللہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کچھ حرج خیال نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6562، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَلِّ فِيهَا قَاعِدًا .

''آپ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6563، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: سب سے پہلے کس چیز کا حساب ہوگا؟

جواب: حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے فرض نماز کا حساب ہوگا، اگر فرض نماز میں کمی ہوئی، تو نوافل کے ذریعے اس کمی کو پورا کر دیا جائے گا، جس کی نماز مکمل ہوئی، وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس کی نماز مکمل نہ ہوئی، اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

❀ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ فَمَنْ أَتَمَّهَا حُوسِبَ بِمَا سِوَاهَا وَإِنْ كَانَ قَدِ انْتَقَصَهَا قِيلَ : انْظُرُوا هَلْ لَهٗ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَإِنْ كَانَ لَهٗ تَطَوُّعٌ أُكْمِلَتِ الْفَرِيضَةُ مِنَ التَّطَوُّعِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ تَطَوُّعٌ لَمْ يَكْمُلِ الْفَرِيضَةَ، وَأُخِذَ بِطَرَفَيْهِ فَقُذِفَ فِي النَّارِ .

”روز قیامت (حقوق اللہ میں سے) سب سے پہلے آدمی کی فرض نماز کا حساب ہوگا، اگر وہ مکمل ہوئی، تو باقی اعمال کا حساب ہوگا، اگر نماز میں کمی ہوئی، تو کہا جائے گا: دیکھو، کیا اس کے نامہ اعمال میں کچھ نوافل ہیں، اگر نوافل ہوئے، تو نوافل کے ذریعے فرائض کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا، اگر نوافل نہ ہوئے، تو فرائض مکمل نہ ہوں گے اور اسے پکڑ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 30422، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 541/2، الرقم : 4003، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

یہ حدیث موقوف ثابت ہے۔ اسے مرفوع بیان کرنا خطا ہے، البتہ یہ مرفوع حکمی ہے۔

سوال: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں نظر سجدے والی جگہ پر ہونی چاہیے، دائیں بائیں، یا اوپر دیکھنا جائز نہیں، اسے التفات کہتے ہیں، اس سے نماز تو باطل نہیں ہوتی، مگر خشوع میں کمی آتی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ : هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات بارے سوال کیا، تو فرمایا: یہ (خشوع وخضوع) کو اچکنا ہے، جسے شیطان انسان کی نماز سے اچک لیتا ہے۔“

(صحيح البخاري :751)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا صَلَّيْتَ فَإِنَّ رَبَّكَ أَمَامَكَ وَأَنْتَ مُنَاجِيهِ، فَلَا تَلْتَفِتْ .

”جب آپ نماز پڑھتے ہیں، تو آپ کا رب آپ کے سامنے ہوتا ہے اور آپ رب سے مناجات کر رہے ہوتے ہیں، لہٰذا (نماز میں) التفات (اِدھر اُدھر دیکھنا) مت کریں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4538، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا يَأْمَنُ هٰذَا الَّذِي يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يَقْلِبَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ، اللّٰهُ مُقْبِلٌ عَلَيْهِ وَهُوَ مُلْتَفِتٌ عَنْهُ .

”یہ جو نماز میں التفات کرتا ہے، یہ اس سے بے خوف مت ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو الٹ پلٹ کر دے، (کیونکہ) اللہ اس کی طرف متوجہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے (منہ موڑ کر) التفات کر رہا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4539، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يَقُولُونَ : لَا يُجَاوِزْ بَصَرُهٗ مُصَلَّاهُ، فَإِنْ كَانَ قَدِ اسْتَعَادَ النَّظَرَ فَلْيُغْمِضْ .

”صحابہ کرام رحمہم اللہ فرمایا کرتے تھے: کسی کی نظر مقامِ سجدہ سے تجاوز نہ کرے، اگر نظر دوبارہ دوسری طرف جائے، تو آنکھیں بند کر لے۔“

(تعظيم قدر الصّلاة للمَروزي : 143، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهٖ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهٖ .

''صحابہ کرام رحمہم اللہ مستحب سمجھتے تھے کہ نمازی اپنی نظر مقام سجدہ پر رکھے۔''

(تعظيم قدر الصّلاة للمَروزي : 145، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نمازی اپنی نظر کہاں رکھے، تو فرمایا:

مَوْضِعُ السُّجُودِ حَسَنٌ .

''مقام سجدہ بہتر ہے۔''

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 1081، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّظَرُ إِلٰى مَوْضِعِ السُّجُودِ أَسْلَمُ وَأَحْرٰى أَنْ لَا يَلْهُوَ الْمُصَلِّي بِالنَّظَرِ إِلٰى مَا يَشْغَلُهٗ عَنْ صَلَاتِهٖ، وَهٰذَا قَوْلُ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''مقام سجدہ پر نظر رکھنے میں زیادہ بہتری، سلامتی اور احتیاط ہے۔ نمازی اپنی نظر ایسی چیز کی طرف مرکوز نہ کرے، جو اسے نماز سے غافل کر دے۔ اکثر اہل علم کا یہی فتویٰ ہے۔''

(الأوسط في السّنن والإجماع والإختلاف : 273/3)

تنبیہ:

بوقت ضرورت نمازی اپنے سامنے دیکھ سکتا ہے، اسی طرح بوقت ضرورت التفات بھی کر سکتا ہے، مگر یہ التفات بار بار یا زیادہ دیر تک نہیں ہونا چاہیے، معمولی نگاہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِهَا، وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي .

''نماز میں میری نظر اس دھاری دار چادر پر پڑ جاتی ہے، خدشہ رہتا ہے کہ یہ نماز سے مشغول نہ کر دے۔''

(صحيح البخاري : 373، صحيح مسلم : 556)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ .

''جب آپ نے مجھے مصلیٰ سے پیچھے ہٹتے دیکھا، اس وقت میں نے جہنم دیکھی تھی، اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا تھا۔''

(صحيح البخاري : 1154، صحيح مسلم :901)

❁ ابو معمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا لِخَبَّابٍ : أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟، قَالَ : نَعَمْ، قُلْنَا : بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ؟ قَالَ : بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ .

''ہم نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر میں قرأت کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں، پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلتا تھا؟ فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔''

(صحيح البخاري : 746)

❁ سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَّشْغَلُ الْمُصَلِّيَ .

”کعبۃ اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے، جو نمازی کو مشغول کر دے۔“

(مسند الحُمَيدي: 565، سنن أبي داود: 2030، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعَطَاءٍ: فَهَلْ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْاِلْتِفَاتُ؟ قَالَ: لَا، فَقُلْتُ: أَنْظُرُ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تُقِيمَ صَفًّا، وَلَا تَطْمَحْ بِبَصَرِكَ أَمَامَكَ، وَلَا تَطْمَحْ بِهٖ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، إِنَّمَا الصَّلَاةُ بِخُشُوعٍ لِلّٰهِ.

”میں نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا التفات سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ فرمایا: نہیں، میں نے پوچھا: کیا میں اپنے دائیں بائیں نظر کر سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں، الا یہ کہ آپ صف میں کھڑے ہوں، مگر اپنے سامنے اور دائیں بائیں ٹکٹکی باندھ کر مت دیکھئے، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے خشوع و خضوع کا نام ہے۔“

(تعظيم قدر الصّلاة لمحمد بن نصر المَروَزِي: 142، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نبی ﷺ کے شانے مبارک پر مہر نبوت میں ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے شانے مبارک پر مہر نبوت تھی، اس پر احادیث صحیحہ دلیل ہیں، مگر یہ ثابت نہیں کہ اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا، اس بارے میں مروی روایت سخت ضعیف اور باطل ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ فِي ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِثْلَ الْبُنْدُقَةِ مِنْ لَحْمٍ عَلَيْهِ، مَكْتُوبٌ «مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ» .

''رسول اللہ ﷺ کے کمر مبارک پر بیر کی مثل مہر نبوت تھی، جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا۔''

(صحیح ابن حبان : 6302)

جھوٹی روایت ہے۔ نصر بن فتح بن سالم سمرقندی کی توثیق نہیں، ممکن ہے کہ یہ حدیث اسی کی وضع کردہ ہو۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَضَعَ هٰذَا الْحَدِيثَ، ...... وَهُوَ كِذْبٌ .

''نصر بن فتح نے ہی اس حدیث کو وضع کیا ہے۔...... یہ جھوٹی روایت ہے۔''

(میزان الاعتدال : 253/4)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سند کے کسی راوی کو اشتبا ہو گیا ہو اور اس نے خاتم (انگوٹھی) والی حدیث کو ختم نبوت (مہر نبوت) قرار دے کر بیان کر دیا ہو، کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا۔

سوال: نفلی روزے رکھنا زیادہ افضل ہے یا نفلی نماز پڑھنا؟

جواب: اگر کوئی شخص استطاعت رکھتا ہے، تو وہ نفلی روزے بھی رکھے اور نفلی نماز بھی پڑھے، البتہ اگر نفلی روزے رکھنے کی استطاعت نہیں اور جسم کمزوری محسوس کرے، تو نفلی روزے نہ رکھے اور بکثرت نوافل پڑھے۔ یقیناً نفلی روزوں کی بھی بڑی فضیلت ہے اور نفل نماز بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، روز قیامت فرض نمازوں کی کمی نوافل سے ہی پوری ہوگی، اسی لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نوافل کو نفلی روزوں پر ترجیح دیتے تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ لَا يَكَادُ أَنْ يَصُومَ، فَقَالَ: إِنِّي إِذَا صُمْتُ ضَعُفْتُ عَنِ الصَّلَاةِ، وَالصَّلَاةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ، فَإِنْ صَامَ صَامَ ثَلَاثًا مِّنَ الشَّهْرِ.

''آپ رضی اللہ عنہ زیادہ (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے، فرمایا کرتے تھے: اگر میں روزہ رکھ لوں، تو کمزوری کی وجہ سے نوافل ادا نہیں کر پاتا، جبکہ نفل نماز مجھے نفلی روزے سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اگر نفلی روزے رکھتے، تو مہینے بھر میں تین روزے رکھتے تھے۔''

(تهذيب الآثار [مسند عمر] للطّبري: 520، المُعجم الكبير للطّبراني: 175/9، الرقم: 8869، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا میدان محشر میں انبیائے کرام علیہم السلام کو کرسیوں پر بٹھایا جائے گا؟

جواب: میدان محشر میں ایسے کئی خوش نصیب ہوں گے، جنہیں اللہ تعالیٰ منبروں اور کرسیوں پر بٹھائے گا، یہ ان کے نیک اعمال پر ان کی تکریم ہوگی۔

انبیاء میں سے سب سے پہلے ہمارے نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب کرسی لگائی جائے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ افروز ہوں گے، پھر باقی انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے باری باری کرسیاں لگائی جائیں گے، جن پر وہ براجمان ہوں گے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَكْرَمَ خَلِيقَةِ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاءِ، وَإِنَّ النَّارَ فِي الْأَرْضِ،

وَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، جَمَعَ اللّٰهُ الْخَلَائِقَ أُمَّةً أُمَّةً، وَنَبِيًّا نَبِيًّا، حَتّٰى يَكُونَ أَحْمَدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأُمَّتُهُ آخِرَ الْقَوْمِ مَرْكَزًا، ثُمَّ يُوضَعُ جِسْرٌ عَلٰى جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ : أَيْنَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ؟ قَالَ : فَيَقُومُ وَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ، بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، فَيَأْخُذُونَ الْجِسْرَ، فَيَطْمِسُ اللّٰهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهٖ، فَيَتَهَافَتُونَ فِيهَا مِنْ يَمِينٍ وَمِنْ شِمَالٍ، وَيَمُرُّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ تُبَوِّئُهُمْ مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ عَلٰى يَمِينِكَ، عَلٰى يَسَارِكَ حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، فَيُلْقٰى لَهُ كُرْسِيٌّ عَنْ يَمِينِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ : أَيْنَ عِيسٰى وَأُمَّتُهُ؟ قَالَ : فَيَقُومُ، فَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، فَيَأْخُذُونَ الْجِسْرَ، فَيَطْمِسُ اللّٰهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهٖ، فَيَتَهَافَتُونَ فِيهَا مِنْ شِمَالٍ وَمِنْ يَمِينٍ، وَيَنْجُو النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ تُبَوِّئُهُمْ مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ عَلٰى يَمِينِكَ، عَلٰى يَسَارِكَ حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى رَبِّهٖ تَعَالٰى، فَيُلْقٰى لَهُ كُرْسِيٌّ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، ثُمَّ تَتْبَعُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأُمَمُ، حَتّٰى يَكُونَ آخِرَهُمْ نُوحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ عزت اور شرف

والی شخصیت سیدنا ابو القاسم ﷺ ہیں۔ جنت آسمان میں ہوگی اور دوزخ زمین پر ہوگی۔ جب قیامت کا دن ہوگا، تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کرے گا، ہر ہر اُمت کو اپنے اپنے نبی کے ساتھ۔ یہاں تک کہ احمد ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت کا مجمع سب سے آخر میں لگا ہوا ہوگا۔ پھر جہنم پر ایک پُل رکھ دیا جائے گا۔ آواز دینے والا منادی کرے گا: احمد اور آپ کی اُمت کہاں ہیں؟ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ کی اُمت کا ہر نیکی و بد آپ پیچھے پیچھے ہوگا۔ وہ پُل پر پہنچیں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کی آنکھیں اندھی کر دے گا، تو وہ دائیں بائیں ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔ (پل صراط سے) نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ اُمت کے نیک (مؤمن) لوگ گزر جائیں گے، آگے سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے، (راستے میں ہر ایک کو اشارہ کر کے) بتائیں گے کہ تمہاری دائیں طرف جنت میں وہ تمہارا گھر ہے، (کسی کو کہیں گے کہ) تمہاری بائیں طرف وہ تمہارا جنت کا گھر ہے، یہاں تک کہ (چلتے چلتے) نبی کریم ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دائیں طرف کرسی لگائی جائے گی، (آپ ﷺ اس پر بیٹھ جائیں گے)۔ پھر منادی صدا لگائے گا: عیسیٰ اور ان کی اُمت کہاں ہیں؟ تو عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے، تو آپ علیہ السلام کی اُمت کا ہر نیک و بد آپ کے پیچھے چل پڑے گا، وہ پل پر آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اندھا کر دے گا، وہ دائیں بائیں ہو کر جہنم میں گر جائیں گے، نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ (کی اُمت) کے نیک و صالح (مؤمن) لوگ (پل پار

کرنے میں) کامیاب ہو جائیں گے، آگے سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے، (راستے میں ہر ایک کو اشارہ کر کے) بتائیں گے کہ تمھاری دائیں طرف جنت میں وہ تمھارا گھر ہے! (کسی کو کہیں گے کہ) تمھاری بائیں طرف وہ تمھارا جنت کا گھر ہے! یہاں تک کہ (چلتے چلتے) عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ تک پہنچ جائیں گے، تو عیسیٰ علیہ السلام کے لیے دوسری جانب کرسی لگائی جائے گی۔ پھر اسی طرح ایک دوسرے کے پیچھے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتیں آئیں گی، یہاں تک کہ آخر میں نوح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔''

(الزُّهد لأسد بن موسىٰ: 44، وسندهٗ صحيحٌ)

بعض مؤمنوں کے لیے بھی نور کی کرسیاں لگائی جائیں گی، جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے، یہ ان کی عزت افزائی ہوگی۔

❀ خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقُلْنَا: إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْرَقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَسْبَحَ فِي عَرَقِهٖ، ثُمَّ يَرْفَعُهُ الْعَرَقُ حَتّٰى يُلْجِمَهٗ، وَمَا بَلَغَهُ الْحِسَابُ، قَالَ: وَمَا ذَاكَ إِلَّا مِمَّا يَرَى النَّاسَ يُفْعَلُ بِهِمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو: هٰذَا الْكَافِرُ، فَمَا لِلْمُؤْمِنِ؟ قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، أَوْ مَا نَدْرِي، قَالَ: يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَكُمْ أَوَّلَ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُحَدِّثْكُمْ آخِرَهٗ، وَإِنَّ

لِلْمُؤْمِنِينَ كَرَاسِيَّ مِنْ نُورٍ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا، وَتُظَلُّ عَلَيْهِمُ الْغَمَامُ، وَيَكُونُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِمْ كَسَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ أَوْ كَأَحَدِ طَرَفَيْهِ .

''ہم سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پاس تھے، ہم نے عرض کیا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان اپنے پسینے میں تیر رہا ہوگا، پھر پسینہ اس کے اوپر تک آجائے گا اور اس کے لیے لگام بن جائے گا، ابھی اس شخص کا حساب نہیں ہوا ہوگا، یہ صرف لوگوں کی کیفیت دیکھ کر ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تو کافر کی حالت ہوگئی، مؤمن کے لیے کیا ہوگا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ یا (یہ کہا:) ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) پر رحم کرے، انہوں نے آپ لوگوں کو حدیث کا پہلا حصہ بیان کیا ہے، دوسرا حصہ بیان نہیں کیا۔ (وہ مجھ سے سن لیں!) مؤمنوں کے لیے نور کی کرسیاں لگائی جائیں گی، جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے، ان پر بادل سایہ کریں گے اور ان کے لیے قیامت کا دن ایسے ہی ہوگا، جیسے (دنیا کے) ایک دن کا ایک لمحہ ہوتا ہے یا آنکھ جھپکنے کے برابر وقت۔''

(الأهوال لابن أبي الدّنيا : 131، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا اول وقت میں مسجد جانے والے پر فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے؟

جواب: جو شخص پہلے پہل مسجد کی طرف جاتا ہے، ایک فرشتہ اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپس گھر لوٹنے تک اس کے ساتھ ہی رہتا ہے، اس فرشتے کے ہاتھ میں ایک جھنڈا

ہوتا ہے۔اس کی کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

❀ سیدنا میثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَلَغَنِي أَنَّ الْمَلَكَ يَغْدُو بِرَايَتِهِ مَعَ أَوَّلِ مَنْ يَغْدُو إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَزَالُ بِهَا مَعَهُ حَتّٰى يَرْجِعَ يَدْخُلُ بِهَا مَنْزِلَهُ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَغْدُو مَعَ أَوَّلِ مَنْ يَغْدُو بِرَايَتِهِ إِلَى السُّوقِ فَلَا يَزَالُ بِهَا حَتّٰى يَرْجِعَ فَيُدْخِلَهَا مَنْزِلَهُ .

''مجھے یہ بات پتا چلی ہے کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کی طرف جاتا ہے، ایک فرشتہ بھی اس کے ساتھ اپنا جھنڈا لے کر جاتا ہے اور تب تک اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، جب تک وہ واپس نہ آجائے اور اپنے گھر داخل نہ ہو جائے۔ جو شخص سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتا ہے، شیطان اپنے جھنڈے لے کر اس کے ساتھ ہو لیتا، تب تک اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، جب تک وہ واپس گھر نہ لوٹ آئے۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 2715، مَعرِفة الصّحابة لأبي نُعَيْم : 6354، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَوْقُوفٌ صَحِيحُ السَّنَدِ .

''یہ روایت موقوف ہے، اس کی سند صحیح ہے۔''

(الإصابة : 188/6)

سوال: نماز کے لیے سترہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: نمازی کے لیے سترہ رکھنا مستحب مؤکد ہے۔اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس کی بڑی تاکید آئی ہے، سترہ کسی بھی جاندار یا بے جان چیز کو بنایا جا سکتا ہے۔سترہ کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔سترہ کی لمبائی اونٹ کی پالان کی پچھلی لکڑی جتنی ہونی چاہیے، جو قریباً ایک ڈیڑھ فٹ ہے۔

❁ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ، وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ .

”جب آپ میں سے کوئی شخص اپنے سامنے اونٹ کی پالان کی پچھلی لکڑی کی مثل کوئی شے رکھ لے، تو وہ نماز پڑھے اوراس کے آگے سے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے۔“

(صحيح مسلم : 499)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ يُصَلِّي إِلَيْهَا يَوْمَ الْعِيدِ .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (عیدگاہ میں) نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا، جس کی طرف منہ کر کے آپ نماز عید ادا کیا کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 498، صحيح مسلم :501، المُنتقٰى لابن الجارود : 260)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا .

''نبی کریم ﷺ (سفر میں) اپنی سواری کو اپنے سامنے بٹھاتے اور اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 507، صحيح مسلم : 502)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا لَمْ يَجِدْ سَبِيلًا إِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، قَالَ لِي : وَلِّنِي ظَهْرَكَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد کے ستونوں کو سترہ بناتے، وہاں جگہ نہ ملتی، تو مجھے فرماتے: اپنے پیٹھ میری طرف پھیر لیں، (تاکہ میں آپ کو سترہ بنالوں)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2878، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يُقْعِدُ رَجُلًا فَيُصَلِّي خَلْفَهٗ وَالنَّاسُ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کو (اپنے سامنے) بٹھا لیتے تھے اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، لوگ اس شخص کے آگے سے گزرتے رہتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :2881، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یزید بن ابی عبید اسلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ سَلَمَةُ إِذَا كَانَ فِي الْبَرِيَّةِ يَنْصُبُ أَحْجَارًا يُصَلِّي إِلَيْهَا .

''سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کھلی جگہ میں نماز پڑھتے، تو پتھر کھڑا کر کے اسے سترہ بنالیتے تھے۔''

(فوائد يحيى بن مَعين برواية المَروَزِي : 118، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَآنِي عُمَرُ وَأَنَا أُصَلِّي بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ فَأَخَذَ بِقَفَائِي فَأَدْنَانِي إِلٰى سُتْرَةٍ، فَقَالَ : صَلِّ إِلَيْهَا .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا، تو مجھے میری گدی سے پکڑا اور سترہ کی طرف کر دیا اور فرمایا: اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7502، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یحیٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، فَرَكَزَ شَيْئًا، أَوْ هَيَّأَ شَيْئًا يُصَلِّي عَلَيْهِ .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں داخل ہوئے، آپ نے کوئی شے گاڑھی یا کسی شے کو ٹھیک کر کے رکھا، پھر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔''

(الطّبقات الکبریٰ لابن سعد : 18/7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز کے دوران ساتھ والا نمازی غلطی کر رہا ہے، تو کیا نماز میں ہی اسے تنبیہ کی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز کے اندر اگر ساتھ والا نمازی خواہ وہ بڑا ہو یا بچہ، غلطی کر رہا ہو، تو اسے نماز میں ہی اشارہ کے ساتھ تھوڑی بہت تنبیہ کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ، فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِينِهٖ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهٗ، أَوْ قَالَ: خَطِيطَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

''میں نے ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی، پھر گھر تشریف لائے، چار رکعت ادا کیں اور سو گئے۔ نیند سے بیدار ہو کر قیام کیا، تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دائیں جانب کر دیا، پھر پانچ رکعات پڑھیں، بعد میں دو رکعتیں پڑھیں اور سو گئے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹوں کی آواز سنی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے لئے تشریف لے گئے۔''

(صحيح البخاري: 697، صحيح مسلم: 763)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ، فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَأَدَارَنِي عَنْ يَمِينِهٖ.

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑا اور مجھے گھما کر اپنے دائیں جانب کر دیا۔''

(صحيح البخاري: 6316)

❁ سیدنا معاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ : وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ ....

''ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نمازی نے چھینک ماری، تو میں نے کہہ دیا «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» لوگ مجھے گھور کر دیکھنے لگے، میں نے کہا: تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں، مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کیے، جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرا رہے ہیں، تو میں چپ کر گیا......۔''

(صحيح مسلم : 537، المُنتقٰى لابن الجارود : 212)

❀ سعید مقبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَانْتَصَبْتُ عَلٰى صُدُورِ قَدَمَيَّ وَرُكْبَتَيَّ فَضَرَبَ فَخِذِي حَتَّى اطْمَأْنَنْتُ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی، میں نے (دو سجدوں کے درمیان) پاؤں اور گھٹنے کھڑے کر لیے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے میری ران پر مارا، تو میں اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2935، المَطالب العالية لابن حجر : 498، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مَوْقُوفٌ.

''یہ روایت موقوف صحیح ہے۔''

(المَطالب العالية، تحت الرقم: 498)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نماز کا آغاز کن الفاظ سے کیا جائے گا؟

جواب: نماز کا آغاز تکبیر (اللہ اکبر) کے ساتھ کیا جائے گا، یہی سنت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ....

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے ......۔“

(صحيح البخاري: 789)

❁ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو قبلہ رُخ ہوتے، رفع الیدین کرتے اور اللہ اکبر کہتے تھے۔“

(سنن ابن ماجه: 803، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۷) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۸۶۵) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ صَرِيحٌ وَحَدِيثٌ صَحِيحٌ فِي تَعْيِينِ لَفْظِ التَّكْبِيرِ .

''اللہ اکبر کے تعین میں یہ واضح نص اور صحیح حدیث ہے۔''

(تفسير القُرطبي :176/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهُورُ وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ وَانْقِضَائُهَا التَّسْلِيمُ .

''وضو نماز کی چابی ہے، نماز صرف اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور صرف سلام پھیرنے سے پوری ہوتی ہے۔''

(السّنن الكبرى للبَيْهقي : 16/2، 173، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ .

''متواتر روایات اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 236/22)

سوال: کیا نماز میں رفع الیدین نہ کرنے پر سرزنش کی جا سکتی ہے؟

جواب: صحیح احادیث اور آثار سے نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا ثابت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور کسی صحابی سے رفع الیدین کا ترک ثابت نہیں۔ یہ سنت رسول ہے، بلا دلیل اس کا ترک جائز نہیں، جب رفع الیدین کا سنت ہونا اظہر من الشّمس ہے، تو اس کے ترک پر سرزنش کی جاسکتی ہے، سنت کی تعلیم دینا اور سنت کے ترک پر سرزنش کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی سنت ہے، حاصل کلام یہ کہ رفع الیدین کے ترک پر سرزنش کی جاسکتی ہے، البتہ اگر کسی کو رفع الیدین کی سنیت کا علم نہ ہو، تو اس پر احادیث واضح کی جائیں گی۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى رَجُلًا لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَصَبَهٗ وَأَمَرَهٗ أَنْ يَّرْفَعَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ رفع الیدین نہیں کر رہا، تو اسے کنکریاں مارتے اور رفع یدین کرنے کا حکم دیتے۔''

(جُزء رفع اليدين للبخاري : 14، التّمهيد لابن عبد البرّ : 224/9، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کی سند کو حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۴۰۵/۳) اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر: ۴۷۸/۳) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی پانچ نمازیں فرض کیں؟

جواب: نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی، پہلے پہل اللہ تبارک وتعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں، نبی کریم ﷺ یہ حکم لے واپس ہوئے، تو راستے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کے پوچھنے پر نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ رب تعالیٰ کے پاس واپس جائیے اور تخفیف کروا لیجئے، کیونکہ میرے تجربے کے مطابق آپ کی اُمت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، کیونکہ بنی اسرائیل میں میں نے وقت گزارا ہے، وہ دو نمازیں بھی نہیں پڑھتے تھے۔ نبی

کریم ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور نمازوں کو کم کرنے کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے مزید تخفیف کرانے کا مشورہ دیا، یہاں تک کہ بار بار مراجعت کے بعد بالآخر پانچ نمازیں رہ گئیں۔ یوں پانچ نمازیں فرض قرار پائیں۔

اللہ تعالیٰ نے رحمت کرتے ہوئے نمازوں کی تعداد کم کر دی، لیکن اجر وثواب پچاس نمازوں والا ہی قائم رکھا، اب پانچ نمازیں پڑھنے پر پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحٰى، فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَنَزَلْتُ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ : خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ : ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ، فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ، قَالَ : فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي، فَقُلْتُ : يَا رَبِّ، خَفِّفْ عَلٰى أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقُلْتُ : حَطَّ عَنِّي خَمْسًا، قَالَ : إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، قَالَ : فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، وَبَيْنَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى قَالَ : يَا مُحَمَّدُ، إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ

يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً، قَالَ : فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَقُلْتُ : قَدْ رَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ .

”وہاں اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو وحی کرنی تھی، سو کی۔ دن رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، میں وہ لے کر اترا، موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، تو انہوں نے پوچھا: اللہ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، کہنے لگے: میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے، آپ کی امت یہ نہیں پڑھ پائے گی، جائیے اور کچھ نمازیں کم کروا لائیے۔ میں رب کے پاس گیا اور عرض کیا: اے رب! میری امت پر کچھ تخفیف کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں پانچ نمازیں کم ہونے کی خبر دی، تو انہوں نے پھر فرمایا: دوبارہ جائیے اور مزید کم کروا لائیے، آپ کی امت نہیں پڑھ پائے گی۔ میں اللہ اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب دن رات میں پانچ نمازیں (پڑھنی) ہیں، ہر نماز کے بدلے دس نمازوں کا اجر ہے، اس طرح پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں۔ نیز جس نے

نیکی کا ارادہ کیا، لیکن اسے نہ کر سکا، تو اس کے لیے مکمل ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس نے وہ نیکی کر لی، تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اسی طرح جس نے برائی کا ارادہ کیا، لیکن اسے انجام نہ دیا، تو اس کی کوئی برائی نہ لکھی جائے گی، (بلکہ ایک نیکی لکھی جائے گی) اور جس نے اپنا برائی کا ارادہ پورا کر لیا، اس کی صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں یہ سب بیان کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ تخفیف کا سوال کرنے کو کہا، میں نے عرض کیا: اب مجھے رب سے حیا آتی ہے۔''

(صحیح مسلم : 162)

سوال: نماز میں کھڑے ہوتے وقت دونوں پاؤں کو ملایا جائے گا یا ان میں فاصلہ رکھا جائے گا؟

جواب: با جماعت نماز میں ہر ایک اپنے ساتھ والے کے پاؤں کے ساتھ پاؤں ملائے گا، یہی حکم ہے، اس پر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔

البتہ جب اکیلے نوافل پڑھ رہے ہوں اور لمبا قیام مقصود ہے، تو بہتر یہی ہے کہ دونوں پاؤں میں فاصلہ رکھا جائے، البتہ اگر حسب ضرورت دونوں پاؤں ملانا چاہیں، تو گنجائش ہے، مگر فاصلہ رکھنا افضل ہے، کیونکہ اکثر سلف کا یہی عمل رہا ہے، بلکہ بعض سلف سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ دونوں پاؤں میں فاصلہ رکھتے تھے اور کبھی ایک پاؤں پر وزن ڈالتے تھے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔

❀ عیینہ بن عبد الرحمٰن بن جوشن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ أَبِي فِي الْمَسْجِدِ، فَرَأَى رَجُلًا صَافًّا بَيْنَ قَدَمَيْهِ،

فَقَالَ : أَلْزَقَ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرٰى! لَقَدْ رَأَيْتُ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ فَعَلَ هٰذَا قَطُّ .

''میں اپنے والد محترم (عبد الرحمٰن بن جوشن رحمہ اللہ) کے ہمراہ مسجد میں تھا، انہوں نے ایک شخص کو (نماز میں) دونوں پاؤں ملائے ہوئے دیکھا، فرمایا: کیا اس نے ایک پاؤں کو دوسرے سے ملایا ہوا ہے!! جبکہ میں نے اسی مسجد میں اٹھارہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، ان میں سے کسی نے کبھی ایسا نہیں کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7063، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ، يُرَاوِحُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ، يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ عَلٰى هٰذِهٖ .

''میں نے عمرو بن میمون رحمہ اللہ کو (نماز میں) دیکھا، آپ رحمہ اللہ کبھی ایک پاؤں پر سہارا لیتے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7065، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یوسف بن عبدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ سِيرِينَ يُصَلِّي وَهُوَ هٰكَذَا، يَعْنِي يُقَدِّمُ رِجْلًا، وَيُؤَخِّرُ أُخْرٰى .

''میں نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ کو اس طرح نماز پڑھتے تھے، آپ رحمہ اللہ (سہارا لینے کے لیے) ایک پاؤں کو تھوڑا آگے کر لیتے اور دوسرے کو تھوڑا پیچھے کر لیتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7066، وسندہٗ حسنٌ)

❁ عبداللہ بن راشد خزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ مَکْحُولًا یَتَّکِئُ عَلٰی قَدَمَیْهِ عَلٰی هٰذِهٖ مَرَّةً، وَعَلٰی هٰذِهٖ مَرَّةً فِي الصَّلَاةِ.

”میں نے مکحول شامی رحمہ اللہ کو (نماز پڑھتے) دیکھا، آپ رحمہ اللہ کبھی ایک پاؤں پر کھڑے ہوتے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7068، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن قرشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ یُصَلِّي صَافًّا قَدَمَیْهِ فِیمَا أَعْلَمُ.

”جو میرے علم میں ہے، وہ یہی ہے کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (نماز میں) دونوں پاؤں ملائے ہوئے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7074، مسند ابن الجعد : 1523، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: سورت کے اختتام پر رکوع کا ارادہ ہے، مگر اس سورت کے آخر میں سجدہ تلاوت ہے، تو کیا کرے؟

جواب: اگر سورت کے اختتام پر سجدہ تلاوت ہو، تو پہلے سجدہ تلاوت کیا جائے، پھر کھڑے ہو کر اگر چاہے، تو مزید قرأت کر کے رکوع کر لے، اگر چاہے، تو بغیر قرأت کیے رکوع کر لے، یہ اس کے لیے ہے، جو سجدہ تلاوت کرنا چاہتا ہے، کیونکہ سجدہ تلاوت ترک بھی کیا جا سکتا ہے، یہ مسنون و مستحب ہے، واجب نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَقُولُ فِي السُّورَةِ يَكُونُ آخِرَهَا السُّجُودُ قَالَ : اقْرَأْ وَاسْجُدْ ثُمَّ قُمْ فَاقْرَأْ وَارْكَعْ وَإِنْ شِئْتَ فَارْكَعْ فِي الْأَعْرَافِ وَالنَّجْمِ وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَأَشْبَاهِهِنَّ .

”جس سورت کے آخر میں سجدہ تلاوت ہو، تو آیت سجدہ پڑھیے، پھر سجدہ کیجئے، پھر کھڑے ہوئیے، قرأت کیجئے اور رکوع کیجئے، اگر آپ چاہیں، تو سورت اعراف، سورت نجم، سورت علق اور ان جیسی سورتوں میں (سجدہ تلاوت کیے بغیر ہی) رکوع کر سکتے ہیں۔“

(المَطالب العالیة لابن حجَر : 547، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَوْقُوفٌ .

”یہ موقوف ہے اور سند صحیح ہے۔“

(المَطالب العالیة، تحت الرقم : 547)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا جندب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرًا فَأَتَاهُ قَوْمٌ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَهَوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ فَلَمْ نَصِلِّ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَوَضَّئُوا وَصَلُّوا ثُمَّ قَالَ : إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِالسَّهْوِ إِنَّ هٰذَا مِنَ

الشَّيْطَانِ، إِذَا أَخَذَ أَحَدُكُمْ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَقُلْ : «بِسْمِ اللّٰهِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» .

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر کیا، تو نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے، عرض کیا: ہم نماز بھول گئے ہیں، سورج طلوع ہو چکا ہے، مگر ہم نماز (فجر) نہیں پڑھ سکے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضو کریں اور نماز ادا کریں، پھر فرمایا: یہ بھول نہیں ہے، یہ شیطان کی وجہ سے ہے۔ جب آپ رات کو بستر پر سونے لگیں، تو یہ دعا پڑھ لیا کریں : «بِسْمِ اللّٰهِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» ''اللہ کے نام کی برکت (پر سوتا ہوں)، میں شیطان رجیم کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 176/2)

جواب: روایت سخت ضعیف اور منکر ہے۔

① نضر بن منصور کوفی ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

② سہل بن فلان فزاری مجہول ہے۔

✿ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَجْهُولٌ .

''یہ مجہول ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 206/4)

✿ اسے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 241/2)

③ اس کا والد فلان فزاری بھی مجہول ہے۔

✿ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوهُ مَجْهُولٌ .

''اس کا باپ (فلان فزاری) مجہول ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 206/4)

④ احمد بن موسیٰ بن یزید شامی بصری غیر معروف ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ بَعْدُ .

''میں ابھی تک اسے نہیں پہچان سکا۔''

(تاريخ الإسلام : 696/6)

✿ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثَانِ اللَّذَانِ يَرْوِيهِمَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ جُنْدُبٍ مُنْكَرَانِ .

''سہل بن فلان فزاری نے اپنے والد کے واسطہ سے سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں، دونوں منکر ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 206/4)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ : يَا خَلِيلِي ، حَسِّنْ خُلُقَكَ ، وَلَوْ مَعَ الْكَافِرِ تَدْخُلُ مَدْخَلَ الْأَبْرَارِ ، فَإِنَّ كَلِمَتِي سَبَقَتْ لِمَنْ حَسُنَ

خُلُقَهُ أَنْ أُظِلَّهُ تَحت عَرْشِي، وَأَنْ أَسْقِيَهُ مِنْ حَظِيرَةِ قُدْسِي، وَأَنْ أُدْنِيَهُ مِنْ جِوَارِي.

”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی: اے میرے خلیل! اپنے اخلاق کو اچھا کیجئے، اگرچہ آپ کافر کے ساتھ معاملہ کر رہے ہوں، آپ نیکو کاروں کے مقام میں داخل ہو جائیں گے، کیونکہ اچھے اخلاق والے کے بارے میں میری بات گزر چکی ہے کہ میں اسے اپنے عرش کا سایہ دوں گا، میں اسے اپنی خاص جنت سے پلاؤں گا اور اسے میں اپنے قرب میں جگہ دوں گا۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 6506)

جواب: سند سخت ضعیف اور باطل ہے۔

① ابو اُمیہ اسماعیل بن یعلی بصری ضعیف و متروک ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَلَمْ يَثْبُتْ تَوْثِيقُهُ عَنْ أَحَدٍ.

”یہ ضعیف ہے، کسی سے بھی اس کی توثیق ثابت نہیں۔“

(نتائج الأفكار: 33/2)

② مؤمل بن عبد الرحمٰن ثقفی ضعیف ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ حَدِيثِهِ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ.

”اس کی اکثر احادیث غیر محفوظ (منکر و شاذ) ہیں۔“

(الكامل في ضُعفاء الرّجال: 193/8)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَلَمْ يَثْبُتْ تَوْثِيقُهٗ عَنْ أَحَدٍ .

”یہ ضعیف ہے، کسی سے بھی اس کی توثیق ثابت نہیں۔“

(نتائج الأفكار : 33/2)

مؤمل کی متابعت ”کادح بن رحمہ“ نے کی ہے۔

(الترغيب والتّرهيب لِقوام السّنة الأصبهاني : 1204)

یہ متروک وکذاب اور وضاع ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کسی صحابی کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں بھی نماز ادا کی ہے۔

(صحيح مسلم : 274)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ ثَابِتٌ بِلَا خِلَافٍ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھنا ثابت ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(فتح الباري : 175/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ .

”ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔“

(زوائد مُسند الإمام أحمد : 110/1، سنن أبي داود : 756، سنن الدّارقطني : 286/1، السّنن الكبرىٰ للبَيْهقي : 31/2، مُصنّف ابن أبي شيبة : 391/1)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی، واسطی ضعیف ومتروک ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی، حافظ نووی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ، فَإِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ إِسْحَاقَ ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

”یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے، اس کا راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق بھی بالاتفاق ضعیف ہے۔“

(نصب الرّاية : 314/1، خُلاصة الأحكام للنّووي : 255/1، شرح مُسلم : 173/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ ...... فَلَا يُحْتَجُّ بِخَبَرِهٖ .

”عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ضعیف ہے۔......اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔“

(تهذيب التّهذيب : 453/10)

❀ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَبُو شَيْبَةَ الْوَاسِطِيُّ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

”ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“

(العرف الشّذي: 76/1، 78، 156)

❁ علامہ نیموی حنفی صاحب نے بھی اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(التّعليق الحَسن، ص 91)

❁ مفتی تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

”اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحاق پر ہے، جو ضعیف ہے۔“

(درسِ ترمذی: 24/2)

② زیاد بن زید سوائی مجہول ہے۔

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَجْهُولٌ .

”یہ مجہول ہے۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 532/3)

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ لَا يُعْرَفُ .

”یہ غیر معروف ہے۔“

(بَيان الوَهم والإيهام: 26/5)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”مجہول“ کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال: 89/2، ديوان الضّعفاء: 1498)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”مجہول“ کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب: 2078)

زیاد بن زید کی متابعت نعمان بن سعد نے کی ہے۔

(سنن الدّارقطني :286/1، السّنن الکبریٰ للبیهقي : 31/2)

مگر نعمان بن سعد کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں، کتب احادیث میں جس جگہ سماع کی صراحت ہوئی ہے، وہاں نیچے سند ضعیف و غیر ثابت ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

ضَعِیفٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰی تَضْعِیفِهٖ .

''یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(شرح النووي : 115/4)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَمْ یَثْبُتْ إِسْنَادُهٗ .

''اس کی سند ثابت نہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار : 340/2)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا یَصِحُّ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(التّحقیق في مسائل الخِلاف :339/1)

❀ علامہ سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب ''ضروری نوٹ'' کی سرخی دے کر لکھتے ہیں:

''ہم نے اپنے استدلال میں ابوداود، السنن الکبریٰ، دارقطنی، مسند احمد کی وہ

روایت جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آتی ہے، پیش نہیں کی، جس میں ''تحت السرۃ'' کے لفظ ہیں، جس کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مُتَّفَقُوْنَ عَلٰی ضَعْفِهٖ . کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی ہے، قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: قَالَ النَّوَوِيُّ : هُوَ ضَعِيفٌ بِالْاِتِّفَاقِ.''

(خزائن السنن، ص337)

مطلب صاف ظاہر ہے کہ صفدر صاحب یہ باور کرا رہے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث زیر ناف ہاتھ باندھنے کے بارے میں، جو ابو داود، السنن الکبریٰ وغیرہ میں آتی ہے، وہ ضعیف ہے اور نا قابل استدلال ہے، کیونکہ اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ''ضعیف بالاتفاق'' موجود ہے، ہم جس روایت سے استدلال لیتے ہیں، وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، ہم کہتے ہیں کہ مصنف کی اس حدیث میں بھی وہی علت ہے۔

✿ علامہ سرفراز صفدر صاحب خود کہتے ہیں:

''مصنف ابن ابی شیبہ (۳۹۱/۱) طبع کراچی میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُوْضَعَ الْأَيْدِيْ عَلَى الْأَيْدِيْ تَحْتَ السُّرُرِ، وَفِي السَّنَدِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ''

(خزائن السنن، ص336)

وہی راوی، جسے ''ضعیف بالاتفاق'' تسلیم کیا، وہ اس سند میں موجود ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں کہ اس روایت کا مدار عبد الرحمٰن بن اسحاق پر ہے، جو ضعیف ہے۔ (درسِ ترمذی: 24/2)

یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ہلب طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ، وَرَأَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصَلِ .

”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویِ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔“

(مُسند الإمام أحمد : 226/5، التّحقيق لابن الجَوْزي : 338/1، جامع المَسانيد والسُّنن للحافظ ابن كثير : 12/296-297، ح : 9693)

جواب: سند حسن ہے۔

اس حدیث میں «عَلٰى صَدْرِهٖ» کے الفاظ کی زیادت احمد بن حنبل رحمہ اللہ (امام، ثقہ ثبت) نے امام یحییٰ بن سعید قطان (ثقہ ثبت) سے اور انہوں نے سفیان بن سعید ثوری (امام، ثقہ ثبت) سے نقل کی ہے۔ یہ زیادت محفوظ ہے، کیونکہ اگر ثقہ کی زیادت پر ائمہ علل کلام نہ کریں اور روایات میں ایسا اختلاف نہ ہو، جس میں جمع و تطبیق ممکن نہیں، تو وہ زیادت قبول ہوتی ہے، اس پر سہاگہ یہ کہ ائمہ حدیث نے اس زیادت پر کلام نہیں کیا۔

رہا مسئلہ سماک بن حرب کا، تو وہ اختلاط اور تلقین قبول کرنے کی وجہ سے سیء الحفظ ہیں، مگر جن راویوں نے ان سے قبل از اختلاط روایت لی ہے، ان میں ثقہ صدوق ہیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بھی سماک سے قبل از اختلاط روایت کیا ہے، لہٰذا یہاں سماک کے اختلاط اور سوئے حفظ کا مسئلہ نہیں، اس لیے سفیان کی سماک سے روایت کم سے کم حسن ہے۔

قبیصہ بن ہلب طائی ثقہ ہیں۔

❁ امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُوْفِيٌّ تَابِعِيٌّ، ثِقَةٌ .

''یہ کوفی ہیں اور ثقہ تابعی ہیں۔''

(تاريخ الثّقات : 1512)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۳۱۹'' میں ذکر ہے۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ کا قبیصہ کو ''مجہول'' کہنا معلوم نہیں ہو سکا، بالفرض ثابت بھی ہو، تب بھی توثیق کرنے والوں کی بات راجح ہوتی ہے۔

❁ اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 252)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

''یہ حدیث صحیح ہے۔''

(الاستيعاب : 1549/4)

سوال:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَدًا، وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ .

”اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی متفق نہیں کرے گا، اجماع پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“

(المُستدرك للحاكم :116/1)

جواب: سند صحیح ہے۔ ابراہیم بن میمون عدنی صنعانی ثقہ ہے۔

❁ اسے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ”ثقہ“ کہا ہے۔

(تاريخ الدّوري : 133/3)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات : ۸/۶۴“ میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ عَدَّلَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ إِمَامُ أَهْلِ الْيَمَنِ وَتَعْدِيلُهٗ حُجَّةٌ .

”امام عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن میمون صنعانی کی تعدیل وثنا کی ہے، عبدالرزاق اہل یمن کے امام ہیں، آپ رحمہ اللہ کی تعدیل حجت ہے۔“

(المُستدرك للحاكم :116/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”ثقہ“ کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب : 262)

ثابت ہوا کہ ابراہیم بن میمون رحمہ اللہ بالاتفاق ثقہ ہیں، ان کا تفرد مضر نہیں۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احْتَجَّ بِهِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ الْإِجْمَاعَ حَجَّةٌ .

”اس حدیث سے اہل علم نے اجماع کی حجیت پر دلیل پکڑی ہے۔“

(المُستدرك للحاكم :116/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت کریمہ کا کیا مفہوم ہے؟

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (مریم : ۳۹)

”(اے نبی!) انہیں حسرت والے دن سے ڈرا دیں، جب کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا، جبکہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔“

جواب: اس آیت مبارکہ میں روز قیامت مشرکوں اور کافروں کے احوال بیان کیے جا رہے ہیں کہ اس دن جوان پر حسرت طاری ہوگی، وہ منظر بہت افسوس ناک اور المناک ہے، اس لیے اے نبی! لوگوں کو اس دن سے پہلے ہی خبر دار کر دیں اور بتا دیں کہ وہ دن ان لوگوں کے لیے باعث حسرت ہوگا، جنہوں نے دنیا میں ایمان قبول نہ کیا اور شرک وکفر پر مصر رہے، کیونکہ قیامت سے پہلے اس کے احوال معلوم ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہ لانا بہت بڑی غفلت ہے۔ اس دن ہمیشہ کی زندگی ہے، جنتیوں کے ہمیشہ کی نعمتیں اور ہمیشہ کی زندگی، جس میں نہ بیماری ہوگی یا بڑھاپا، نہ موت کا خوف۔

کفار ومشرکین بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے، انہیں بھی کوئی مہلت نہ

ملے گا اور نہ موت آئے گی کہ ان کی عذاب جہنم سے جان چھوٹ جائے۔ اس لیے کہ اس دن موت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُجَاءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّهٗ كَبْشٌ أَمْلَحُ ...... فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ...... فَيُقَالُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ : نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ : وَيُقَالُ : يَا أَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ قَالَ : فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ : نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ : فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُذْبَحُ، قَالَ : ثُمَّ يُقَالُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، قَالَ : ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾(مريم : ٣٩) وَأَشَارَ بِيَدِهٖ إِلَى الدُّنْيَا .

”روز قیامت موت کو ایسے لایا جائے گا، جیسے سفید وسیاہ رنگ کا مینڈھا ہو۔ ...... اسے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ ...... کہا جائے گا: اہل جنت! کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟ تو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر (اہل دوزخ سے) کہا جائے گا: اے جہنمیو! اسے پہچانتے ہو! تو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر حکم ہوگا اور مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اہل جنت! تم (جنت

میں) ہمیشہ رہو گے، اب کوئی موت نہیں۔ اے جہنمیو! تمہارے لیے بھی (جہنم میں) ہمیشگی ہے، اب کوئی موت نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (مریم: ۳۹) ''(اے نبی!) انہیں حسرت والے دن سے ڈرا دیں، جب کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا، جبکہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔''

(صحيح البخاري: 4730، صحيح مسلم: 2849، واللّفظ لهٗ)

سوال: آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ (الأعلىٰ: ۱) ''(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجیے۔'' پڑھنے کے بعد «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» کہنا کیسا ہے؟

جواب: سورت اعلیٰ کی پہلی آیت: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ (الأعلىٰ: ۱) ''(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجیے۔'' کے جواب میں «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» ''پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔'' کہنا مستحب ہے، یہ جواب قرأت کرنے والا دے گا، سننے والا نہیں، نیز یہ جواب نماز میں بھی دیا جا سکتا ہے اور نماز کے علاوہ بھی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا قَرَأَ أَحَدُكُمْ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ (الأعلىٰ: ۱)، فَلْيَقُلْ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى».

''جب کوئی شخص آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ (الأعلىٰ: ۱)

”(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجئے۔“ کی قرأت کرے، تو اسے چاہیے کہ اس کے جواب میں کہے: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی» ”پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔“

(فضائل القرآن لابن الضّريس : 13، شُعب الإيمان للبيهقي : 1930، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عمیر بن سعید نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا مُوسٰی قَرَأَ فِي الْجُمُعَةِ بِ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی﴾، فَقَالَ : «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی» .

”میں نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نماز جمعہ میں آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی﴾(الأعلیٰ : ۱) ”(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجئے۔“ کی قرأت کرتے سنا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی» ”پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔“ پڑھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8639، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی﴾(الأعلیٰ : ۱)، فَيَقُولُ : «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی» .

”آپ رضی اللہ عنہ جب بھی آیت کریمہ : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی﴾ (الأعلیٰ : ۱) ”(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجئے۔“ کی قرأت

کرتے، تو اس کے بعد «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی» ''پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔'' پڑھتے تھے۔''

(الشّريعة للآجري : 672، المُستدرك للحاكم : 3923، وسندهٗ صحيحٌ))

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقْرَأُ : بِ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾، فَقَالَ : «سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلٰى» .

میں نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾(الأعلىٰ : ١) ''(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجئے۔'' کی قرأت کرتے سنا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» ''پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔'' پڑھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8642، الشّريعة للآجري : 674، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا قَرَأَ : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾، قَالَ : «سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلٰى» .

''آپ رحمہ اللہ جب آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾(الأعلىٰ : ١) ''(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجئے۔'' کی تلاوت کرتے، تو اس

کے جواب میں «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» ''پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔'' پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8646، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبید بن حسن مزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الْمُغِيرَةِ إِذَا أَمَّ النَّاسَ هَاهُنَا فَقَرَأَ : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾، قَالَ : «سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلٰى» .

''عروہ بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی رحمہ اللہ (م: بعد ۹۰ھ) جب یہاں (کوفہ کی مسجد میں) میں لوگوں کو امامت کراتے اور آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾(الأعلىٰ : ۱) ''(اے نبی!) اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کیجئے۔'' کی تلاوت کرتے، تو اس کے جواب میں «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» ''پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔'' پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8645، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ نَسْتَحِبُّهٗ .

''ہم اسے مستحب سمجھتے ہیں۔''

(الأمّ : 175/7، تفسير الشّافعي : 1440/3)

سوال: کیا نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ تبسم سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَرٰى عَلَى الَّذِي يَضْحَكُ فِي الصَّلَاةِ وُضُوءً .

”آپ رضی اللہ عنہ نماز میں ہنسنے والے پر وضو خیال نہیں کرتے تھے۔“

(سنن الدّارقطني : 650، وسندہٗ حسنٌ)

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”میرے بھائی نماز میں ہنس پڑے، ان کو عروہ رحمہ اللہ نے نماز دہرانے کا کہا، وضو کرنے کا نہیں کہا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :387/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عطاء رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا، جو نماز میں ہنس پڑے:

إِنْ تَبَسَّمَ فَلَا يَنْصَرِفْ، وَإِنْ قَهْقَهَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ وُضُوءٌ .

”اگر اس نے تبسم ظاہر کیا، تو نماز نہیں توڑے گا، لیکن اگر قہقہہ لگا کر ہنسا، تو نماز دہرائے گا، البتہ اس پر وضو نہیں ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :387/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمن بن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَحِكْتُ وَأَنَا أُصَلِّي مَعَ أَبِي ، فَأَمَرَنِي أَنْ أُعِيدَ الصَّلَاةَ .

”میں اپنے والد صاحب کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ہنس پڑا، انہوں نے مجھے نماز دہرانے کا حکم دیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :387/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَأْمُرُونَنَا وَنَحْنُ صِبْيَانٌ إِذَا ضَحِكْنَا فِي الصَّلَاةِ أَنْ نُعِيدَ الصَّلَاةَ .

''بچپن میں جب ہم نماز میں ہنس پڑتے، تو (علماء) ہمیں نماز دہرانے کا حکم دیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :388/1، وسندہٗ صحیحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (مسائل احمد لابن ہانی:۱/ ۷)، امام شافعی رحمہ اللہ (الام:۱/ ۳۱) اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (مسائل احمد واسحاق:۱/ ۲۰) کا بھی یہی فتوی ہے۔

❁ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُعِيدُ الصَّلَاةَ وَلَا يُعِيدُ الْوُضُوءَ .

''نماز میں ہنسنے والا نماز دہرائے گا، وضو نہیں دہرائے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :388/1)

یہ کہنا کہ نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، بے دلیل ہے۔ اسلاف امت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

سوال: کیا نماز میں پھونک مارنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: اگر زور سے پھونک ماری جائے کہ بلند آواز پیدا ہو، تو یہ کلام کی طرح ہے، لہٰذا اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اگر معمولی پھونک ہو، جیسے اونچا سانس لیا جاتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

النَّفْخُ فِي الصَّلَاةِ كَلَامٌ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ .

''نماز میں (زوردار) پھونک مارنا کلام ہے، اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6543، الأوسط لابن المنذر : 1586، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا أُبَالِي نَفَخْتُ فِي الصَّلَاةِ أَوْ تَكَلَّمْتُ، وَقَالَ : النَّفْخُ فِي الصَّلَاةِ كَلَامٌ .

''مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں نماز میں زوردار پھونک ماروں یا کلام کروں، نماز میں پھونک مارنا کلام ہی ہے (لہٰذا اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6538، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَرِهَ النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ .

''آپ رحمہ اللہ نماز میں زوردار پھونک مارنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6544، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مکحول شامی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ .

''آپ رحمہ اللہ نماز میں زوردار پھونک مارنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6545، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوحصین عثمان بن عاصم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كَرِهَ النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ .

''ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نماز میں زوردار پھونک مارنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6546، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ .

''آپ رحمہ اللہ نماز میں زوردار پھونک مارنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6550، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: امام نے سفر میں دو رکعت نماز پڑھانی تھی، مگر بھول کر تیسری رکعت کے لیے اٹھنے لگا، مقتدیوں نے سبحان اللہ کہہ کر تنبیہ کی، تو کیا سجدہ سہو کیا جائے گا؟

جواب: اس طرح کی بھول پر سجدہ سہو کرنا مستحب ہے۔

❁ یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَّنَا أَنَسٌ فِي سَفَرٍ، فَصَلّٰى بِنَا الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا جَلَسَ فِي الثَّانِيَةِ نَسِيَ أَنْ يُسَلِّمَ، فَذَهَبَ لِيَقُومَ فَسَبَّحْنَا بِهٖ، فَلَمَّا جَلَسَ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک سفر پر ہمیں امامت کرائی، ہمیں عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں، جب دوسری رکعت میں تشہد بیٹھے، تو سلام پھیرنا بھول گئے، جب (تیسری کے لیے) کھڑے ہونے لگے، تو ہم نے سبحان اللہ کہا، پھر بیٹھ گئے، سلام پھیرا اور سجدہ سہو کر لیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4485، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نے نماز عصر کی تین رکعتیں ادا کیں، پھر کسی کام میں مشغول ہو گئے، بعد میں یاد آیا کہ میری ایک رکعت رہ گئی ہے، اب کیا کرے؟

جواب: جب بھی یاد آئے، فوراً ایک رکعت ادا کرے اور سجدہ سہو کر لے، اس کی نماز

مکمل ہے، اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

إِذَا فَاتَهُ بَعْضُ الصَّلَاةِ قَامَ فَقَضٰى وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ .

''جس کی نماز کی بعض رکعات رہ جائیں، تو وہ (بعد میں) ان رکعات کو ادا کر لے اور سجدہ سہو کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4685، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔

سوال: کیا نوافل میں بھولنے پر بھی سجدہ سہو ہے؟

جواب: فرائض کی طرح نوافل میں بھول پر بھی سجدہ سہو ہے۔

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَجْدَتَا السَّهْوِ فِي النَّوَافِلِ كَسَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِي الْمَكْتُوبَةِ .

''نوافل میں بھی اسی طرح دو سجدۂ سہو کیے جائیں گے، جس طرح فرض نماز میں کیے جاتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4433، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ہمارے محلے میں ایک چرچ ہے، طوفانی بارشوں کی وجہ سے اس کی چھت گر گئی، عیسائی لوگ غریب ہیں، کیا ہم (مسلمان) چندہ جمع کر کے ان کا چرچ تعمیر کروا سکتے ہیں، شریعت کی رو سے ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلموں کی عبادت گاہیں شرک کے اڈے ہیں، عیسائی پادری چرچ میں

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ چرچ تعمیر کروانے میں ان کی کسی اعتبار سے بھی معاونت کرے۔ یہ حرام اور ناجائز اُمور پر معاونت ہے، جس کی شرعاً کوئی اجازت نہیں، بلکہ یہ چوری اور زنا پر معاونت کرنے سے بھی بڑا جرم ہے، کیونکہ شرک پر معاونت سب سے بڑا جرم ہے۔

غیر مسلموں سے اُمور دنیا میں معاونت کی جا سکتی ہے، رہا ان کی عبادت گاہوں کا مسئلہ، تو ان میں تعاون جائز نہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ چندہ جمع کر کے چرچ کی تعمیر کروائیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) سے پوچھا گیا سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

سُئِلَ عَنْ نَصْرَانِيٍّ قِسِّيسٍ بِجَانِبِ دَارِهٖ سَاحَةٌ بِهَا كَنِيسَةٌ خَرَابٌ لَا سَقْفَ لَهَا وَلَمْ يَعْلَمْ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَقْتَ خَرَابِهَا، فَاشْتَرَى الْقِسِّيسُ السَّاحَةَ وَعَمَّرَهَا وَأَدْخَلَ الْكَنِيسَةَ فِي الْعِمَارَةِ وَأَصْلَحَ حِيطَانَهَا وَعَمَّرَهَا وَبَقِيَ يَجْمَعُ النَّصَارٰى فِيهَا وَأَظْهَرُوا شِعَارَهُمْ وَطَلَبَهٗ بَعْضُ الْحُكَّامِ فَتَقَوّٰى وَاعْتَضَدَ

بِبَعْضِ الْأَعْرَابِ وَأَظْهَرَ الشَّرَّ ، فَأَجَابَ : لَيْسَ لَهُ أَنْ يُحْدِثَ مَا ذَكَرَهُ مِنَ الْكَنِيسَةِ وَإِنْ كَانَ هُنَاكَ آثَارُ كَنِيسَةٍ قَدِيمَةٍ بِبَرِّ الشَّامِ فَإِنَّ بَرَّ الشَّامِ فَتَحَهُ الْمُسْلِمُونَ عَنْوَةً وَمَلَكُوا تِلْكَ الْكَنَائِسَ؛ وَجَازَ لَهُمْ تَخْرِيبُهَا بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّمَا تَنَازَعُوا فِي وُجُوبِ تَخْرِيبِهَا، وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُعَاوِنَهُ عَلٰى إِحْدَاثِ ذٰلِكَ وَيَجِبُ عُقُوبَةُ مَنْ أَعَانَهُ عَلٰى ذٰلِكَ، وَأَمَّا الْمُحْدِثُ لِذٰلِكَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَإِنَّهُ فِي أَحَدِ قَوْلَيْ الْعُلَمَاءِ يُنْتَقَضُ عَهْدُهُ وَيُبَاحُ دَمُهُ وَمَالُهُ؛ لِأَنَّهُ خَالَفَ الشُّرُوطَ الَّتِي شَرَطَهَا عَلَيْهِمْ الْمُسْلِمُونَ وَشَرَطُوا عَلَيْهِمْ أَنَّ مَنْ نَقَضَهَا فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ مِنْهَا مَا يُبَاحُ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''سوال :ایک نصرانی پادری کے گھر کے نزدیک میدان تھا، جس میں ایک خراب کنیسا تھا۔اس کی چھت نہیں تھی، اس کے خراب ہونے کا کسی مسلمان کو پتہ نہیں تھا۔تو پادری نے وہ میدان خرید کر اس کو آباد کر دیا اور کنیسا کو عمارت میں داخل کر دیا، اس کی دیواروں کو درست کیا اور اس میں آباد کاری کی، نصرانی اس میں جمع ہو کر اپنے شعار بلند کرنے لگے، اس کو بعض حکام نے بلوایا تو وہ قوت کا مظاہرہ کرنے لگا، بعض اعرابیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور شر کا اظہار کرنے لگا۔تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیا:

پادری کے لئے یہاں کنیسا بنانا جائز نہیں، اگرچہ اس میں پرانے کنیسے کے

آثار موجود ہوں، کیوں کہ یہ شام کی خشک زمین پر ہے اور اس کو مسلمانوں نے دشواری کے ساتھ فتح کیا تھا، یہ ان کی ملکیت تھی۔ تو مسلمانوں کے لئے ان کنیسوں کو ختم کرنا جائز تھا، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس کو گرانا واجب ہے یا نہیں۔ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس پادری کی معاونت کرے، جو ایسا کرے گا اس پر عقوبت واجب ہوگی۔ اگر یہ کام کرنے والا کوئی ذمی ہوگا، تو علما کے ایک قول کے مطابق اس کا عہد ختم ہو جائے گا، اس کا خون اور مال مباح ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس نے ان شرائط کی مخالفت کی ہے، جو مسلمانوں نے اس پر عائد کی ہیں۔ مسلمانوں نے ان پر شرط لگائی تھی کہ جس نے عہد توڑ دیا اس پر وہ سب احکام لاگو ہوں گے، جو اہل حرب پر ہوتے ہیں۔‘‘

(مَجموع الفتاویٰ: 647/28)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَافِظُوا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ؛ فَإِنَّ فِيهِمَا رَغِبَ الدَّهْرِ .

’’فجر کی دو سنتوں پر محافظت کریں، کیونکہ زمانے بھر کی بھلائیاں ان دو رکعتوں میں ہی پنہاں ہیں۔‘‘

(الکامل لابن عدي: 285/3، تاریخ أصبهان لأبي نعیم: 112/1، 246/2، تاریخ بغداد للخطیب: 84/9)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔ ابو زکریا حفص بن عمر رملی حبطی ضعیف و متروک ہے۔

اس نے جھوٹی اور منکر روایات بیان کی ہیں۔

✿ امام ابوعلی حسین بن حبان بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُهُ وَلَمْ يَكُنْ بِثِقَةٍ وَّلَا مَأْمُونٍ، أَحَادِيثُهُ أَحَادِيثُ كَذِبٌ .

''میں نے حفص بن عمر رملی کو دیکھا ہوا ہے، وہ ثقہ و مامون نہیں تھا، اس کی (بیان کردہ) احادیث جھوٹی ہیں۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 84/9، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ .

''اس کی احادیث غیر محفوظ (منکر وشاذ) ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 286/3)

تنبیہ:

یہ روایت موقوف بھی مروی ہے، مگر وہ بھی ثابت نہیں۔

یقیناً فجر کی سنتوں میں دنیا بھر کی بھلائیاں ہیں، اس معنی میں صحیح احادیث ثابت ہیں۔

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

''فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔''

(صحيح مسلم : 725)

✿ ایک روایت میں ہے:

لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا .

”یہ دونوں مجھے پوری کائنات سے زیادہ محبوب ہیں۔“

(صحیح مسلم : 97/725)

سوال: درج ذیل روایت سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَضَّلَ الْمُرْسَلِينَ عَلَى الْمُقَرَّبِينَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ السَّمَاءَ السَّابِعَةَ لَقِيَنِي مَلَكٌ مِنْ نُورٍ عَلٰى سَرِيرٍ مِّنْ نُورٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : يُسَلِّمُ عَلَيْكَ صَفِيِّي وَنَبِيِّي فَلَمْ تَقُمْ إِلَيْهِ، وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَتَقُومَنَّ فَلَا تَقْعُدُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

”بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مقرب فرشتوں پر فضیلت دی ہے۔ (کیونکہ معراج کے وقت) جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا، تو میری ملاقات ایک فرشتے سے ہوئی، جس کی تخلیق نور سے ہوئی تھی اور وہ نور کی چارپائی پر بیٹھا تھا، میں نے اسے سلام کہا، تو اس نے (بیٹھے بیٹھے) سلام کا جواب لوٹایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ تجھے میرے چنیدہ و محبوب اور خاص پیغمبر نے سلام کیا، مگر تو ان کے استقبال میں کھڑا نہیں ہوا، مجھے میری عزت اور جلال کی قسم، اب تو کھڑا ہی رہے گا اور روز قیامت تک نہیں بیٹھے گا۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 490/4)

جواب: من گھڑت روایت ہے۔

① محمد بن مسلمہ بن ولید ابو جعفر واسطی سخت ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

② ابو قلابہ کا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ مَوْضُوعٌ.

”یہ حدیث باطل اور من گھڑت ہے۔“

(تاریخ بغداد: 490/4)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَأْكُلُ السَّيِّئَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

”علی بن ابی طالب کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے، جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب: 318/5، تاریخ ابن عَساکر: 244/42)

جواب: باطل روایت ہے۔

① محمد بن مسلمہ بن ولید ابو جعفر واسطی سخت ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

② ابو العباس احمد بن شبویہ بن یقین مجہول ہے۔

❁ اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”مجہول“ کہا ہے۔

(لسان المیزان: 185/1)

③ احمد بن ابی جعفر قطیعی کا تعین وتوثیق درکار ہے۔

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ بَاطِلٌ مُرَكَّبٌ عَلٰى هٰذَا الْإِسْنَادِ .

”یہ حدیث باطل ہے، اسے اس سند پر چسپاں کر دیا گیا۔“

(تاریخ بغداد : 318/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْآفَةُ مِنْ أَحَدِهِمَا .

”اس روایت کی مصیبت ان دو (محمد بن مسلمہ اور احمد بن شبویہ) میں سے کسی ایک کی طرف سے ہے۔“

(لِسان المیزان : 185/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيَاحِينَ شَتّٰى فَرَدَّ سَائِرَهُنَّ وَاخْتَارَ الْمَرْزَنْجُوشَ، فَقِيلَ : يا رَسُولَ اللّٰهِ، رَدَدْتَ سَائِرَ الرَّيَاحِينَ وَاخْتَرْتَ الْمَرْزَنْجُوشَ؟ فَقَالَ : لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ رَأَيْتُ الْمَرْزَنْجُوشَ نَابِتًا تَحْتَ الْعَرْشِ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف خوشبودار پودے پیش کیے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیاز بو لے لیا اور باقی پودوں کو واپس کر دیا۔ پوچھا گیا: اللہ کے رسول! آپ نے باقی پودے واپس کر دیے اور نیاز بو لے لیا، ایسا کیوں؟ فرمایا: معراج کی رات میں نے دیکھا کہ نیاز بو کا پودا عرش الٰہی کے نیچے اگا ہوا ہے۔“

(تاریخ بغداد للخطیب : 32/9)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① حمید بن ربیع بن مالک ابوالحسن لخمی متکلم فیہ اور مدلس ہے۔

② احمد بن نصر بن عبداللہ بن فتح ابوبکر ذارع ضعیف ہے۔

❀ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ نُكْرَةٌ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ لَيْسَ بِثِقَةٍ .

''اس کی حدیث میں ایسی نکارت پائی جاتی ہے، جو اس کے غیر ثقہ ہونے پر دلیل ہے۔''

(تاریخ بغداد : 412/6)

③ حسن بن حسین بن عباس بن دوما ابوعلی نعالی ضعیف ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(تاریخ الإسلام : 502/9)

❀ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعُ الْمَتْنِ وَالْإِسْنَادِ .

''اس حدیث کی سند اور متن موضوع ہیں۔''

(تاریخ بغداد : 32/9)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ مجھے فرمایا:

يَا عَلِيُّ أُوصِيكَ بِالْعَرَبِ خَيْرًا .

''میں آپ کو اہل عرب کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں۔''

(مسند البزّار : 749، المعجم الكبير للطّبراني : 8/4، الكامل لابن عدي : 163/7)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عمرو بن ابی مقدام ثابت اور قیس بن ربیع دونوں ضعیف ہیں۔

② حبہ بن جوین ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المُنتظم : 184/6)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزَّوائد : 46/5)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(التّقييد والإيضاح :311، فيض القدير للمَناوي : 41/5)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(اللّآلي المَصنوعة :295/1)

❀ حافظ ابن عراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

”اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(تَنزيه الشّريعة :376/1)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز ظہر اور نماز عصر کے درمیان نوافل پڑھے جا سکتے ہیں، یہ ممنوع اوقات میں سے نہیں ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ يُحْيِي مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ .

''آپ رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں نوافل پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5937، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: گھر سے نکلتے وقت اور گھر میں داخل ہوتے وقت نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، نوافل پڑھنا مستحب اور فضیلت ہے، گھر میں پڑھنا افضل ہے، البتہ مسجد میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

❁ عبداللہ بن ابی سلیمان مولیٰ عثمان بن عفان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ فِي مِخْدَعِهِ مَسْجِدٌ، وَفِي بَيْتِهِ مَسْجِدٌ، وَفِي حُجْرَتِهِ مَسْجِدٌ، وَفِي دَارِهِ مَسْجِدٌ، وَعَلٰى بَابِ دَارِهِ مَسْجِدٌ، إِذَا دَخَلَ صَلَّى فِيهَا جَمِيعًا، وَإِذَا خَرَجَ صَلَّى فِيهَا جَمِيعًا .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کوٹھری، گھر، کمرے، صحن اور صحن کے دروازے کے پاس نماز کے لیے ایک ایک جگہ مختص کی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی گھر میں داخل ہوتے، تو ان تمام جگہوں پر نفل پڑھتے تھے، جب باہر جانے لگتے، تو بھی ان تمام جگہوں پر نفل پڑھتے تھے۔''

(الزُّهد لأحمد بن حنبل: 1001، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ يَجْلِسُ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَرْتَفِعَ الضُّحٰى وَلَا يُصَلِّي، ثُمَّ يَنْطَلِقُ إِلَى السُّوقِ فَيَقْضِي حَوَائِجَهٗ، ثُمَّ يَجِيءُ إِلٰى أَهْلِهٖ فَيَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ.

''آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف فرما رہتے، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جاتا، نماز نہیں پڑھتے تھے، پھر بازار نکل جاتے اور اپنی ضرورت پوری کرتے، پھر گھر کی طرف آتے، تو مسجد سے ابتدا کرتے، وہاں دو رکعت ادا کرتے، پھر گھر میں داخل ہو جاتے۔''

(طبقات ابن سعد: 4/147، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں، تو انہیں طلوع آفتاب کے بعد ادا کیا جا سکتا ہے؟

جواب: مسجد میں داخل ہوئے، جماعت کھڑی ہے، تو جماعت میں شامل ہو جائے، بعد میں سنتیں ادا کر لے، یا اشراق کے وقت ادا کر لے۔ دونوں طرح صحیح ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ جَاءَ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَدَخَلَ مَعَهُمْ، ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ، فَلَمَّا أَضْحٰى قَامَ فَقَضَاهُمَا .

''آپ رضی اللہ عنہ (نماز فجر کے وقت) جماعت کے لیے آئے، تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ابھی سنت فجر ادا نہیں کیں تھیں، تو آپ رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل ہو گئے، پھر اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہے، جب سورج طلوع ہو گیا، تو اٹھ کر ان دو رکعت کی قضا دی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6445، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ملتزم سے چمٹ کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: ملتزم سے چمٹ کر دعا جائز اور صحیح ہے۔ سلف اُمت کی ایک بڑی جماعت سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا بسند صحیح معلوم نہیں۔

❀ شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو رحمہ اللہ سے مروی ہے:

طُفْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا جِئْنَا دُبُرَ الْكَعْبَةِ قُلْتُ : أَلَا تَتَعَوَّذُ؟ قَالَ : نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، ثُمَّ مَضٰى حَتَّى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَأَقَامَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ، فَوَضَعَ صَدْرَهٗ وَوَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ وَكَفَّيْهِ هٰكَذَا وَبَسَطَهُمَا بَسْطًا، ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ہمراہ طواف کیا، جب ہم کعبہ کی پچھلی

طرف آئے، تو میں نے عرض کیا: کیا آپ پناہ نہیں مانگیں گے؟ فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کی نارِ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ چل پڑے، یہاں تک کہ حجر اسود کو استلام کیا، پھر رکن یمانی اور کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سینہ، چہرہ، بازو اور ہتھیلیاں اس طرح رکھ دیں اور انہیں خوب پھیلا دیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔"

(سنن أبي داود : 1899، سنن ابن ماجه : 2962)

سند ضعیف ہے۔ مثنیٰ بن صباح ضعیف ومختلط ہے۔

اس کی متابعت ابن جریج نے کی ہے۔

(مصنّف عبد الرزاق : 9044، أخبار مكة للأزرقي : 349/1)

سند ضعیف ہے۔ ابن جریج کا عنعنہ ہے، نیچے سند بھی ضعیف ہے۔

دوسری متابعت معتمر بن سلیمان تیمی نے کی ہے۔

(مصنّف عبد الرزّاق : 9043)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

② معتمر بن سلیمان کا عمرو بن شعیب سے سماع معلوم نہیں، ممکن ہے کہ سند میں سقط ہو، یا عبدالرزاق بن ہمام نے تدلیس کی ہو۔

❁ عبدالرحمٰن بن صفوان (؟) سے مروی ہے:

دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، فَلَمَّا خَرَجَ

سَأَلْتُ مَنْ كَانَ مَعَهُ؟ فَقَالُوا : صَلَّى رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ السَّارِيَةِ الْوُسْطَى عَنْ يَمِينِهَا، وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْتَزِمُ الْبَيْتَ مَا بَيْنَ الْحِجْرِ وَالْبَابِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَلْتَزِمُونَ مَا بَيْنَ الْبَيْتِ إِلَى الْحِجْرِ .

''رسول اللہ ﷺ بیت اللہ (کعبہ) میں داخل ہوئے، پھر جب باہر تشریف لائے، تو میں نے اس صحابہ سے پوچھا، جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے (کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی)؟ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے درمیانے ستون کی دائیں جانب دو رکعت ادا کیں ہیں۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ حجر اسود اور دروازے کے درمیانی حصہ (ملتزم) سے چمٹ گئے، نیز میں نے دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا کہ وہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیانی دیوار کے ساتھ چمٹ گئے۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم :781)

سند ضعیف ہے۔

① یزید بن ابی زیاد ضعیف و مدلس ہے۔

② مجاہد کا عبد الرحمٰن بن صفوان سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

③ عبد الرحمٰن بن صفوان یا صفوان بن عبد الرحمٰن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، جس روایت سے ان کا صحابی ہونا ثابت کیا جاتا ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

❁ اس روایت کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ .

”یہ روایت ثابت نہیں۔“

(التّاریخ الکبیر : 247/5)

سوال: نبی کریم ﷺ کے یہاں سب سے مقرب اور محبوب ہستی کون تھی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھی اور انہیں سب سے اعلیٰ مقام پر رکھتے تھے، کتب احادیث میں اس کی درجنوں مثالیں ملتی ہیں۔

مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے خُلت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دیا کہ میں نے رب تعالیٰ کو خلیل بنالیا ہے اور رب تعالیٰ نے مجھے خلیل بنا لیا ہے۔ خلت دوستی، محبت اور لگاؤ کا سب سے اعلی مرتبہ ہے، اس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں، یہ مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگایا ہے، لیکن ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اگر دنیا والوں میں کوئی میرا خلیل ہوتا، تو وہ یقینی طور پر تنہا ابوبکر صدیق ہوتا۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو جو قربت اور محبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، وہ کسی اور صحابی سے نہیں تھی، اسی لیے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس خصوصیت سے متصف کیا ہے۔

❁ سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا:

قَدْ كَانَ لِي مِنْكُمْ إِخْوَةٌ وَأَصْدِقَاءُ، وَإِنِّي أَبْرَأُ إِلٰى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خُلَّتِهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِّنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَإِنَّ رَبِّي اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .

”یقیناً آپ میں کئی میرے بھائی اور دوست ہیں، البتہ میں ہر ایک کی خُلت

سے بری ہو کر رب تعالیٰ کو خلیل بتاتا ہوں، اگر میں اُمت میں سے کسی شخص کو اپنا خلیل بناتا، تو وہ یقیناً ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن میرے رب نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا، جیسے اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا، میں آپ کو اس سے (پہلے ہی) منع کر رہا ہوں۔"

(صحیح مسلم : 532، السّنن الکبریٰ للنّسائي : 11058، واللّفظ لہٗ)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین رکھتے تھے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موت آئے گی اور آئی ہے۔ بلکہ ایسی بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا خدشہ اور خوف لاحق ہو جاتا تھا۔ کبھی دیر تک نظر نہ آئیں، تو وفات کا خدشہ، کبھی سجدہ زیادہ لمبا کر دیں، تو وفات کا خدشہ، کبھی شدید بیمار ہوں، تو وفات کا خدشہ۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهٗ : هٰذِهِ الْأَنْصَارُ فِي الْمَسْجِدِ نِسَاؤُهَا وَرِجَالُهَا يَبْكُونَ عَلَيْكَ قَالَ : وَمَا يُبْكِيهِمْ؟ قَالُوا : يَخَافُونَ أَنْ تَمُوتَ .

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مسجد میں انصار کی عورتیں اور مرد آپ کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ فرمایا: وہ کیوں رو رہے ہیں؟ بتایا گیا: انہیں خدشہ ہے کہ کہیں آپ (اسی مرض میں) فوت نہ ہو جائیں۔"

(طبقات ابن سعد : 252/2، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: عبادت کو کسی موقع کے ساتھ خاص کرنا کیسا ہے؟

جواب: عبادت کو مشروع کرنا اور اس کا وقت یا ہیئت بیان کرنا شریعت کا وظیفہ ہے۔ کسی جائز اور مستحب عمل کو بغیر دلیل کسی وقت یا جگہ یا حالت کے ساتھ خاص کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ اسے بدعت بنا دے گا، خاص طور پر جب اس وقت یا جگہ یا حالت کے ساتھ شریعت نے کسی اور عمل کو مختص کیا ہو۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُولَ إِذَا عَطَسْنَا، أَمَرَنَا أَنْ نَّقُولَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ.

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ایک آدمی نے چھینک لی اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔“ اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھتا ہوں، لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی

كُلِّ حَالٍ ''ہمہ وقت تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 2738، مسند الحارث : 1853، المُستدرك للحاكم : 265/4
شُعب الإيمان للبَيْهقي : 8884، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مستدرک حاکم میں حضرمی بن لاحق چھپ گیا ہے، جو کہ وہم ہے۔

❀ اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

(مُسند الشّاميّين : 323، وسندهٗ حسنٌ)

ہر بدعت کی بنیاد اور اَساس نیک نیتی ہی ہوتی ہے، مگر شریعت میں اتباع ہے، ابتداع نہیں۔ اور بدعت کسی بھی قسم کی ہو، وہ ضلالت ہی ضلالت ہے اور ضلالت کا انجام سبھی کو معلوم ہے۔ اس لیے شرعی قوانین وضوابط کے اندر رہ کر عبادات بجا لانی چاہیے، کیونکہ ثواب کثرت میں نہیں، بلکہ اصل ثواب اتباع اور اطاعت میں ہے۔

یاد رکھیے! ہمارا دین مکمل ہے، اس میں کمی وبیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔ بدعت دین میں اضافہ ہے اور دین میں اضافہ یہود ونصاریٰ کی تقلید ہے۔ یہود ونصاریٰ نے اپنے دین میں اس قدر اضافے کیے کہ آج ان کا اصل دین ناپید ہو گیا ہے۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ بِعَمَلٍ، لَمْ يَجْعَلْهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ قُرْبَةً إِلَى اللّٰهِ، فَعَمَلُهٗ بَاطِلٌ مَّرْدُودٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ شَبِيهٌ بِحَالِ الَّذِينَ كَانَتْ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً، وَهٰذَا كَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِسَمَاعِ الْمَلَاهِي، أَوْ بِالرَّقْصِ، أَوْ

بِكَشْفِ الرَّأْسِ فِي غَيْرِ الْإِحْرَامِ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ الَّتِي لَمْ يَشْرَعِ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ التَّقَرُّبَ بِهَا بِالْكُلْيَةِ، وَلَيْسَ مَا كَانَ قُرْبَةٌ فِي عِبَادَةٍ يَكُونُ قُرْبَةً فِي غَيْرِهَا مُطْلَقًا، فَقَدْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا قَائِمًا فِي الشَّمْسِ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقِيلَ: إِنَّهُ نَذَرَ أَنْ يَّقُومَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَأَنْ يَّصُومَ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْعُدَ وَيَسْتَظِلَّ، وَأَنْ يُتِمَّ صَوْمَهُ، فَلَمْ يَجْعَلْ قِيَامَهُ وَبُرُوزَهُ لِلشَّمْسِ قُرْبَةً يُوفِي بِنَذْرِهِمَا.

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ عِنْدَ سَمَاعِ خُطْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَنَذَرَ أَنْ يَّقُومَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ مَا دَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، إِعْظَامًا لِسَمَاعِ خُطْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَجْعَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ قُرْبَةً تُوفٰى بِنَذْرِهِ، مَعَ أَنَّ الْقِيَامَ عِبَادَةٌ فِي مَوَاضِعَ أُخَرَ، كَالصَّلَاةِ وَالْأَذَانِ وَالدُّعَاءِ بِعَرَفَةَ، وَالْبُرُوزِ لِلشَّمْسِ قُرْبَةٌ لِّلْمُحْرِمِ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ كُلُّ مَا كَانَ قُرْبَةٌ فِي مَوْطِنٍ يَّكُونُ قُرْبَةً فِي كُلِّ الْمَوَاطِنِ، وَإِنَّمَا يُتْبَعُ فِي ذٰلِكَ مَا وَرَدَتْ بِهِ الشَّرِيعَةُ فِي

مَوَاضِعِهَا .

''جس عمل کو اللہ نے اپنے قرب کا ذریعہ نہ بنایا ہو، اس کے ذریعے قرب تلاش کرنے کا عمل باطل و مردود ہے۔ جیسے مشرکین مکہ بیت اللہ میں سیٹیاں اور تالیاں بجا کر عبادت کرتے تھے۔ بدعی اعمال کے ذریعہ حصول تقرب کی مثال وہی ہے، جیسے کوئی آلات موسیقی، رقص اور احرام کے سوا سر ننگا رکھ کر اللہ کا تقرب چاہے، یا دیگر بدعات کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ مان کر ان پہ عمل پیرا ہو۔ ایک عمل اگر کسی ایک عبادت میں بہ طور نیکی کیا جاتا ہے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری عبادات میں اس کا شمول بھی نیکی بن جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ پہ کھڑے دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی، اس نے بتایا کہ میں نے نذر مان رکھی ہے کہ میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ کھڑا رہوں گا، اسی طرح سائے میں بھی نہیں آوں گا۔ اسی حالت میں روزہ رکھوں گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں اور سائے میں آجائیں، البتہ روزہ مکمل کریں۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کے دھوپ میں کھڑے رہنے کو نیکی نہیں بتایا کہ جس کی نذر پوری کی جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس آدمی نے یہ نذر جمعہ والے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنتے وقت مانی تھی، آپ ﷺ منبر پر تھے، اس نے نذر مانی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے رہیں گے، میں تعظیماً آپ کے خطبہ کو سننے کے لیے کھڑا رہوں گا اور سائے میں نہیں آؤں گا، لیکن نبی کریم ﷺ نے اسے نیکی نہیں سمجھا کہ جس کی نذر پوری کرنا ضروری

ہے۔ حالانکہ نماز، اذان اور وقوف عرفہ کے دوران دعا سمیت کئی مقامات پر کھڑے ہونا اور محرم کے لیے سورج کے روبرو ہونا عبادت ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو کام کسی ایک عبادت میں مشروع ہو، وہ دوسری عبادت میں ممنوع بھی ہوسکتا ہے، سو شریعت کے اتباع کی ضرورت ہے، جس سے کسی کام کی مشروعیت عدم مشروعیت کا معلوم ہو سکے۔''

(جامع العلوم والحِكَم :178/1)

سوال: نبی کریم ﷺ کن کپڑوں میں فوت ہوئے؟

جواب: جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی، تو آپ ﷺ نے دو موٹی چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔

❁ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا، فَقَالَتْ : قُبِضَ رُوحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک موٹی کملی اور ایک موٹا تہہ بند نکالا، پھر فرمایا: ان دو چادروں میں نبی کریم ﷺ کی روح مبارک قبض ہوئی۔''

(صحيح البخاري : 5818، صحيح مسلم : 2080)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أُصِبْتُ بِثَلَاثِ مَصَائِبَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ أُصَبْ بِمِثْلِهِنَّ؛ بِمَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ صُوَيْحِبَهُ، وَقَتْلِ

عُثْمَانَ، وَالْمِزْوَدِ، قَالُوا : وَمَا الْمِزْوَدُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَمَعَكَ شَيْءٌ؟ قَالَ : قُلْتُ : تَمْرًا فِي مِزْوَدٍ مَعِي، قَالَ : جِءْ بِهٖ فَأَخْرَجْتُ مِنْهُ تَمْرًا فَأَتَيْتُهُ، قَالَ : فَمَسَّهٗ فَدَعَا فِيهِ ثُمَّ قَالَ : ادْعُ عَشَرَةً، فَدَعَوْتُ عَشَرَةً فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا، ثُمَّ كَذٰلِكَ حَتّٰى أَكَلَ الْجَيْشُ كُلُّهٗ وَبَقِيَ مِنْ تَمْرِ الْمِزْوَدِ، قَالَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ يَدَكَ وَلَا تَكُبَّهٗ، قَالَ : فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ كُلَّهَا، وَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ عُمَرَ كُلَّهَا، وَأَكَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ عُثْمَانَ كُلَّهَا، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ انْتُهِبَ مَا فِي بَيْتِي، وَانْتُهِبَ الْمِزْوَدُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ أَكَلْتُ مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ مِائَتَيْ وَسْقٍ .

”مجھے دورِ اسلام میں جتنی تکلیف تین مصائب پر ہوئی، اتنی کسی اور مصیبت پر نہیں ہوئی: ① نبی کریم ﷺ کی وفات ② شہادت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ③ توشہ دان (کے ضائع ہونے) کا۔ لوگوں نے پوچھا: یہ توشہ دان کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کسی سفر پر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! کیا آپ کے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ عرض کیا: میرے توشہ دان میں صرف ایک کھجور باقی ہے، فرمایا: وہی لے آیئے۔ میں نے وہ کھجور نکالی اور آپ ﷺ کے پاس لے آیا، آپ ﷺ نے اس کھجور کو مَس کیا، پھر دعا کی اور

فرمایا: (ابو ہریرہ!) دس صحابہ کو بلا لائیے، میں دس صحابہ کو بلا کر لے آیا، انہوں نے کھایا، یہاں تک کہ سیر ہو گئے، پھر اسی طرح (دس دس کر کے) سارے کے سارے لشکر نے کھا لیا، مگر توشہ دان میں کھجوریں ابھی بھی باقی رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! جب آپ کھجوریں لینا چاہیں، تو اس میں اپنا ہاتھ داخل کر کے نکال لینا، اسے الٹا مت کیجئے گا۔ میں نبی کریم ﷺ نے حیات مبارکہ میں اس توشہ دان سے کھایا، پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں کھایا، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حیات مبارکہ میں کھایا، پھر میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی اسی سے کھایا۔ پھر جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، تو میرے گھر کو لوٹ لیا گیا، اس میں وہ توشہ دان بھی لوٹ لیا گیا۔ آپ کو بتاتا ہوں کہ میں نے اس توشہ دان سے دو سو وسق سے زیادہ کھجوریں کھائیں ہوں گی۔“

(الشّريعة للآجري : 1060، فوائد تمّام : 1766، دلائل النّبوة للبيهقي : 110/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابو منصور رازی مجہول ہے۔

② اس کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی کون تھیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي تَسْكُنُ إِلَيْهِ النَّفْسُ عَلٰى مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ فِي

تَرْتِيبِ بَنَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ زَيْنَبَ الْأُوْلٰى، ثُمَّ الثَّانِيَةُ رُقَيَّةُ، ثُمَّ الثَّالِثَةُ أُمُّ كُلْثُومٍ، ثُمَّ الرَّابِعَةُ فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کی ترتیب کے بارے میں جو بات دل کو لگتی ہے، وہ وہی ہے، جو متواتر احادیث میں آئی ہے، پہلی بیٹی زینب، دوسری بیٹی رقیہ، تیسری بیٹی اُم کلثوم اور چوتھی بیٹی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہن ہیں، واللہ اعلم!''

(الاستیعاب: 1893/4)

✿ علامہ فاسی رحمہ اللہ (۸۳۲ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ فِي تَرْتِيبِ بَنَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، أَنَّ زَيْنَبَ الْأُوْلٰى، ثُمَّ الثَّانِيَةُ رُقَيَّةُ، ثُمَّ الثَّالِثَةُ أُمُّ كُلْثُومَ، ثُمَّ الرَّابِعَةُ فَاطِمَةُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''متواتر احادیث کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلی بیٹی زینب، دوسری رقیہ، تیسری اُم کلثوم اور چوتھی فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں، واللہ اعلم!''

(العِقد الثّمین: 423/6)

✿ علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ (۸۴۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا زَيْنَبُ، فَكَانَتْ أَكْبَرَ بَنَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا خِلَافَ عَلِمْتُهُ فِي ذٰلِكَ، إِلَّا مَا لَا يَصِحُّ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ.

''سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں، اس

بارے میں مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں، سوائے غیر ثابت اور نا قابل التفات روایت کے۔''

(جامع الآثار : 3/512)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

مَا احْتَلَمَ نَبِيٌّ قَطُّ إِنَّمَا الْاِحْتِلَامُ مِنَ الشَّيْطَانِ .

''کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا، کیونکہ احتلام تو شیطان کی طرف سے ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11/225)

جواب: باطل ضعیف ہے۔

① ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ ضعیف ومتروک ہے۔

② عبدالعزیز بن عمران ابی ثابت متروک ومنکر الحدیث ہے۔

③ داود بن حصین کی عکرمہ سے روایت ضعیف ومنکر ہوتی ہے۔

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَوٰى عَنْ عِكْرِمَةِ فَمُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

''داود بن حصین جب عکرمہ سے روایت کرے، تو وہ منکر الحدیث ہوتا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 3/409، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 3/561)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المُجالسة للدينوري : 2508)

من گھڑت روایت ہے۔

① معلیٰ بن ہلال کذاب ووضاع ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ النُّقَّادُ عَلٰى تَكْذِيبِهِ .

''اس کے کذاب ہونے پر نقاد حدیث کا اتفاق ہے۔''

(تقریب التّہذیب : 6807)

② عبداللہ بن ابی نجیح کا عنعنہ ہے۔

③ صاحب کتاب ابوبکر احمد بن مروان دینوری کی توثیق نہیں۔

سوال: کیا ابولہب نے نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا، جس کی وجہ سے اسے مرنے کے بعد انگشت شہادت اور انگوٹھے کے درمیان گڑھے سے کوئی شے پلائی جاتی تھی؟

جواب: ابولہب کا نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنا ثابت نہیں، نیز جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ ابولہب کے کسی عزیز کو خواب میں ابولہب نظر آیا، جس نے بتایا کہ اسے انگشت شہادت اور انگوٹھے کے درمیانی گڑھے سے کچھ پلایا جاتا ہے، کیونکہ میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ وہ روایات اصول محدثین کی روشنی میں ناقابل استدلال ہیں۔

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے:

ثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِّأَبِي لَهَبٍ، كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا، فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ

أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ : مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ : لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ .

”ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی، ابولہب نے اسے آزاد کر دیا، اس نے نبی اکرم ﷺ کو دودھ پلایا، موت کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں اسے بری حالت میں دیکھا، اس نے اس (ابولہب) سے پوچھا، تو نے کیا پایا ہے؟ ابولہب بولا کہ تمہارے بعد میں نے کوئی راحت نہیں پائی، ماسوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس (انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان گڑھے سے پلایا جاتا ہوں۔“

(صحيح البخاري، تحت الرقم :5101)

روایت ضعیف ہے۔ یہ عروہ کا مرسل قول ہے، لہٰذا ضعیف و ناقابل استدلال ہے۔

❁ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

رَأَى أَبَا لَهَبٍ بَعْضُ أَهْلِهِ فِي النَّوْمِ فَقَالَ : مَا رَأَيْتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً غَيْرَ فِي هٰذِهِ، وَأَشَارَ إِلَى النُّقْرَةِ الَّتِي فَوْقَ الْإِبْهَامِ بِعَتَقِي ثُوَيْبَةَ، وَكَانَتْ أَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا سَلَمَةَ .

”ابولہب کے گھر والے میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا، کہنے لگا: میں نے تم سے بچھڑنے کے بعد کوئی خیر نہیں دیکھی، سوائے اس جگہ کے، اس نے اپنے انگوٹھے کے اوپر گڑھے کی طرف اشارہ کیا، کیونکہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ ثویبہ نے نبی کریم ﷺ اور (میرے سابقہ شوہر) سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو

دودھ پلایا تھا۔‘‘

(مصنّف عبد الرزاق : 16350، المَنامات لابن أبي الدنيا : 263)

سند ضعیف ہے۔ زہری کا عنعنہ ہے۔

لہٰذا ثویبہ والی روایت سے استدلال کئی لحاظ سے خطا ہے۔

① ان روایات کی سندیں ناقابل احتجاج ہیں۔

② ایک کافر کے بعض اہل خانہ کے خواب کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

③ یہ خواب نص قرآنی کے خلاف ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾

(اللّھب : ١۔٢)

’’ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا، اسے اس کے مال اور اعمال نے کچھ فائدہ نہ دیا۔‘‘

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَدِمْنَا إِلٰى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾

(الفُرقان : ٢٣)

’’ہم ان کے اعمال کا جائزہ لیں گے اور انہیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے۔‘‘

❁ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا، وہ بری حالت میں تھا، کہنے لگا کہ کوئی راحت نہیں، البتہ ہر سوموار کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

ذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ قَدْ بَشَّرَتْهُ بِمَوْلِدِهٖ، فَقَالَتْ لَهٗ : أَشَعَرْتَ أَنَّ آمِنَةَ وَلَدَتْ غُلَامًا لِّأَخِيكَ عَبْدِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ لَهَا : اذْهَبِي، فَأَنْتَ حَرَّةٌ.

''عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت سوموار کو ہوئی، تو ثویبہ نے ابولہب سے کہا، کیا تو جانتا ہے کہ آمنہ نے تیرے بھائی عبداللہ کا بیٹا جنم دیا ہے، تو ابولہب نے ثویبہ سے کہا: جا آج کے بعد تو آزاد ہے۔''

(الرَّوْض الأُنُف للسُّهَيْلي : 192/5)

یہ بے سروپا روایت ہے، سند دین ہے، بے سند روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

لہٰذا یہ ثابت نہیں کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وجہ سے آزاد کیا تھا کہ اس نے ابولہب کو نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تھی۔

لہٰذا مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں:

''بات یہ تھی کہ ابولہب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا، اس کی لونڈی ثویبہ نے آکر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم، اس نے خوشی میں اس لونڈی کو انگلی کے اشارے سے کہا کہ جا تو آزاد ہے۔''

(جاء الحق:235/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کسی علاقہ میں عورت کی میت ملی، کیسے معلوم کیا جائے گا کہ یہ مسلمان عورت ہے، کہ اس پر نماز پڑھی جائے؟

جواب: ایسے علاقہ میں عورت کی میت ملے، جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور اس کے غیر مسلم ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو، تو اسے مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

❁ امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَّنْبُوذٍ، فَأَمَّهُمْ، وَصَلَّوْا خَلْفَهُ.

”مجھے اس صحابی (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے خبر دی، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر کے پاس سے گزرے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی امامت کی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔“

(صحيح البخاري : 1336، صحيح مسلم : 954)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ ...... أَنَّ اللَّقِيطَ إِذَا وُجِدَ فِي بِلَادِ الْإِسْلَامِ كَانَ حُكْمُهُ

حُكْمُ الْمُسْلِمِينَ فِي الصَّلَاةِ وَنَحْوِهَا مِنْ أَحْكَامِ الدِّينِ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ...... راستے میں پڑا ہونومولود بچہ (جس کے باپ کا علم نہ ہو) کا حکم بھی مسلمانوں والا ہوگا، اس کی نماز جنازہ اور دیگر احکام مسلمانوں والے ہوں گے۔''

(أعلام الحدیث :561/1)

سبھی بچے جنت کے مستحق ہے، خواہ کافروں کے ہوں یا مسلمانوں کے، مگر ظاہری اعمال وافعال میں کافروں کے بچوں کے وہ احکام نہیں، جو مسلمانوں کے بچوں ہیں۔

اب جس بچے کے والد کا علم نہیں اور وہ مسلم علاقے میں فوت ہوا ملا اور اس کے کافر کی اولاد ہونے پر بھی کوئی شواہد نہیں، تو اسے مسلمانوں کا بچہ سمجھ کر نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔

یہی حکم اجنبی میت عورت کا ہے، اگر اس کے کافر ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملے اور علاقہ بھی مسلمانوں کا ہو، تو اسے مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ اور کفن ودفن کیا جائے گا۔

سوال: نماز تہجد کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو رات کا قیام بڑا محبوب ہے۔ جب ساری دُنیا سو رہی ہو، اس وقت اُٹھ کر رب تعالیٰ سے مناجات کرنا کیا خوب ہے، مومن ان بابرکت ساعتوں میں عبادت الٰہی سے لطف پاتا ہے۔

تہجد فرض نماز کے بعد سب سے افضل عمل ہے۔ یہ صالحین کی نماز ہے، جو بلندئ درجات اور گناہوں کے معافی کا باعث بنتی ہے۔ ظاہر و باطن کی تطہیر کرتی ہے۔ انسان کو صالحیت کے درجے پر فائز کرتی ہے۔

تہجد ادا کرنے سے گھر آباد وشاد ہوتے ہیں۔ ان مبارک گھڑیوں میں اگر اللہ تعالیٰ

کسی کو دو رکعت نماز کی توفیق دے دے، تو اس کو اور کیا چاہیے؟

نماز تہجد قابل رشک عمل ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ، فَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَتَصَدَّقَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ .

”دو آدمی قابل رشک ہیں؛ ایک جسے اللہ نے حفظ قرآن کی توفیق بخشی اور وہ دن رات نماز میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال دیا اور وہ دن رات اسے صدقہ کرتا رہتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 73؛ صحيح مسلم : 267/815)

❁ اسلم مولیٰ عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، أَيْقَظَ أَهْلَهُ لِلصَّلَاةِ، يَقُولُ لَهُمْ : «الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ» ثُمَّ يَتْلُو هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا، لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا، نَحْنُ نَرْزُقُكَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾(طٰهٰ : ١٣٢)

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو جتنی اللہ چاہتا، اتنی نماز پڑھتے، پھر جب رات کا آخری پہر ہوتا، تو اپنے گھر والوں کو بھی نماز کے لیے جگاتے تھے اور

انہیں فرماتے: نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا، لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا، نَحْنُ نَرْزُقُكَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾(طٰہٰ: ۱۳۲) ''اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیجئے اور اس پر پابندی کیجئے، ہم تجھ سے کسی قسم کے رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں، باقی اچھا انجام (اہل) تقویٰ کا ہے۔''

(موطأ الإمام مالك: 119/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَضْلُ صَلَاةِ اللَّيْلِ عَلٰى صَلَاةِ النَّهَارِ كَفَضْلِ صَدَقَةِ السِّرِّ عَلٰى صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ.

''رات کے نوافل کو دن کے نوافل پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے، جس طرح پوشیدہ صدقہ کو اعلانیہ صدقہ پر فضیلت حاصل ہے۔''

(الزّهد لابن المبارك: 23، مصنّف ابن أبي شيبة: 6610، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَوْمُ أَوَّلِ اللَّيْلِ غَنِيمَةٌ لِآخِرِهٖ.

''رات کے اول حصے میں سو لینا آخری حصے کے لیے غنیمت ہے۔''

(التّهجد وقيام اللّيل لابن أبي الدّنيا: 309، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابو عثمان نہدی مخضرم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا، فَكَانَ هُوَ وَامْرَأَتُهٗ وَخَادِمُهٗ، يَعْتَقِبُونَ

اللَّيْلَ أَثْلَاثًا، يُصَلِّي هٰذَا، ثُمَّ يُوقِظُ هٰذَا، وَيُصَلِّي هٰذَا، ثُمَّ يُوقِظُ هٰذَا .

”میں سات دن تک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے یہاں مہمان ٹھہرا، انہوں نے اپنی بیوی اور اپنے خادم کے ساتھ رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلے ایک نماز پڑھتا، وہ دوسرے کو جگا دیتا، دوسرا نماز پڑھتا اور وہ تیسرے کو جگا دیتا۔“

(مسند الإمام أحمد : 2/253، صحيح البخاري :5441)

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ إِلٰى رَجُلَيْنِ، رَجُلٍ قَامَ فِي لَيْلَةٍ بَّارِدَةٍ مِّنْ فِرَاشِهٖ وَلِحَافِهٖ وَدِثَارِهٖ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ إِلٰى صَلَاةٍ، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهٖ : مَا حَمَلَ عَبْدِي هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُولُونَ : رَبَّنَا، رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ، وَشَفَقَةً مِّمَّا عِنْدَكَ، فَيَقُولُ : فَإِنِّي قَدْ أَعْطَيْتُهٗ مَا رَجَا، وَأَمَّنْتُهٗ مِمَّا خَافَ، وَرَجُلٍ كَانَ فِي فِئَةٍ، فَعَلِمَ مَا لَهٗ فِي الْفِرَارِ، وَعَلِمَ مَا لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ، فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ، فَيَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ : مَا حَمَلَ عَبْدِي هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُولُونَ : رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ، وَشَفَقَةً مِّمَّا عِنْدَكَ، فَيَقُولُ : فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَعْطَيْتُهٗ مَا رَجَا، وَأَمَّنْتُهٗ مِمَّا خَافَ .

”اللہ تعالیٰ دو بندوں پر ہنستا ہے؛ ایک وہ جو ٹھنڈی رات میں بستر، لحاف اور

چادر چھوڑ کر اُٹھتا ہے، وضو کرتا ہے اور نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے: میرا بندہ یہ عمل کیوں کر رہا ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہمارے رب! تیرے پاس موجود نعمتوں کی اُمید اور تیری پکڑ کے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اس کی اُمید کو پورا کر دیا اور اسے خوف سے محفوظ کر لیا۔ دوسرا وہ جو مجاہدین کے ایک گروہ میں شامل ہے۔ وہ جانتا ہے کہ راہِ فرار اختیار کر کے زندگی بچا سکتا ہے، یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ کی نعمتیں کیا ہیں؟ پھر وہ قتال کرتا ہے اور شہید کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرے بندے کو کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا؟ وہ کہتے ہیں: اے رب! تیرے پاس موجود نعمتوں کی اُمید اور تیری سزا کے خوف نے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: گواہ رہنا کہ میں نے اس کی امید پوری کر دی ہے اور اسے خوف سے محفوظ کر لیا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني: 101/9، ح: 8532، وسندهٗ حسنٌ)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُحْيِي اللَّيْلَ صَلَاةً فَيَقُولُ: يَا نَافِعُ: أَسْحَرْنَا؟ فَيَقُولُ: لَا، فَيُعَاوِدُ الصَّلَاةَ فَإِذَا قُلْتُ: نَعَمْ، قَعَدَ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَيَدْعُوْ حَتّٰى يُصْبِحَ.

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو نماز پڑھتے، مجھے کہتے: نافع! سحری ہو گئی ہے؟ نافع کہتے: نہیں۔ دوبارہ نماز پڑھنے لگتے، جب میں کہتا کہ جی ہاں! تو بیٹھ کر استغفار کرتے، پھر صبح تک دعا میں مشغول رہتے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 616/6، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کیا ساری رات قیام کرنا بھی جائز ہے؟

جواب: کبھی کبھار ساری رات قیام کرنا بھی جائز ہے، بہتر ہے کہ رات کو مختلف اعمال پر تقسیم کر لے، مثلاً ایک حصہ نوافل کے لیے، ایک حصہ قرآن کریم کی تلاوت وتدبر کے لیے، ایک حصہ اذکار واستغفار کے لیے اور ایک حصہ دعا ومناجات کے لیے مختص کر دے۔ اس سے دل لگا رہے گا اور اکتاہٹ بھی نہیں ہوگی۔

بہر کیف بغیر دوام اور ہمیشگی کے ساری رات قیام کرنا یا ہمیشگی کے ساتھ رات کا بڑا حصہ قیام کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ، صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا .

”اللہ کو سب سے محبوب نماز داود علیہ السلام کی ہے، محبوب روزے بھی داوٗد علیہ السلام کے ہیں۔ آپ علیہ السلام آدھی رات سوتے، پھر تہائی رات قیام کرتے، اور پھر دو تہائی رات سو جاتے۔ نیز ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 1131؛ صحيح مسلم : 181/1159)

سوال: قیام میں ایک ہی آیت کو بار بار پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کسی آیت پر خشیت الٰہی یا خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو اور اسی کو بار بار پڑھنے کا دل کرتا ہو، تو ساری رات قیام میں ایک ہی آیت بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

❀ مسروق بن اجدع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ : هٰذَا مَقَامُ أَخِيكَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى أَصْبَحَ، أَوْ كَرُبَ أَنْ يُصْبِحَ، يَقْرَأُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَيَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَيَبْكِي : ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَآءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(الجاثية : ٢١)

”مجھے مکہ کے ایک آدمی نے کہا: یہ آپ کے بھائی سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جہاں میں نے انہیں ساری رات صبح تک یا صبح کے قریب تک ایک ہی آیت کریمہ پڑھتے دیکھا، وہ آیت پڑھتے، رکوع وسجدہ کرتے اور خوب روتے تھے، وہ آیت یہ تھی : ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَآءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(الجاثية : ٢١)”کیا پاپیوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم انہیں بھی ان لوگوں کی طرح (جنت میں داخل) کر دیں گے، جو ایمان لائے اور نیک وصالح اعمال کیے۔ ان کا جینا اور مرنا برابر ہے، یہ بہت ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔“

(الزّهد لابن المبارك : 94، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قیام اللیل دوام کے ساتھ ادا کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: قیام اللیل ہو یا کوئی دوسری نیکی، اسے دوام سے ادا کرنا بے شمار رحمتوں اور

برکتوں کا باعث ہے، ایسا عمل ہی بارگاہِ الٰہی پر بڑا وزن رکھتا ہے۔

قیام اللیل پر دوام کی بڑی ترغیب دی گئی ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ .

''رات میں ایک گھڑی ہے کہ اس وقت آپ اللہ سے جو چیز مانگتے ہیں، اللہ آپ کو وہ عطا کر دیتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 757)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ الْعَبْدُ فِي صَلَاتِهٖ فَإِنَّهٗ يَقْرَعُ بَابَ الْمَلِكِ، وَإِنَّهٗ مَنْ يَدْأَبْ قَرْعَ بَابِ الْمَلِكِ يُوشِكُ أَنْ يُفْتَحَ لَهٗ .

''جب آدمی نماز میں ہوتا ہے، تو وہ دراصل بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوتا ہے اور جو دوام کے ساتھ بادشاہ کے دروازے پر دستک دی، تو بہت قریب ہے کہ اس کے لیے بھی دروازے کو کھول دیا جائے۔''

(الزّهد لابن المبارك : 21، الزّهد لأبي داود : 144، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قنوت نازلہ کی دعا میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے؟

جواب: قنوت نازلہ کسی بھی نماز کی آخرت رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔

❁ ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ يَقْنُتُ بِنَا بَعْدَ الرُّكُوعِ، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ ضَبْعَاهُ، وَيُسْمَعَ صَوْتُهٗ مِنْ وَرَآءِ الْمَسْجِدِ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمیں رکوع کے بعد قنوت کراتے تھے، آپ ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بغلیں ظاہر ہو جاتیں اور (آواز اتنی بلند ہوتی کہ) آپ رضی اللہ عنہ کی آواز مسجد کے باہر سے سنائی دیتی تھی۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :7041، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: امامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

جواب: امامت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے، جو زیادہ بڑا قاری قرآن ہو۔ اسے زیادہ قرآن یاد ہو اور اچھے لہجے میں پڑھ سکتا ہو۔

یاد رہے کہ یہ اس وقت ہے، جب امامت کے لیے کسی شخص کو منتخب نہ کیا ہو، ورنہ امام راتب ہی امامت کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔

❀ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا، وَّلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهٖ، وَلَا يُقْعَدُ فِي بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ إِلَّا بِإِذْنِهٖ.

”لوگوں کی امامت وہ کرائے، جو سب سے زیادہ کتاب اللہ (قرآن) کو پڑھنے والا ہو، اگر قرأت میں سب برابر ہوں، تو پھر امامت وہ کرائے، جو سنت کو زیادہ جانتا ہو، اگر سنت میں سب برابر ہوں، تو پھر وہ کرائے، جس نے

پہلے ہجرت کی ہو، اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں، تو وہ کرائے، جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو، کوئی کسی کی سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے اور نہ ہی بغیر اجازت اس کی عزت کی جگہ پر بیٹھے۔''

(صحیح مسلم : 673، المُنتقٰی لابن الجارود : 308)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ، وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ.

''اگر تین لوگ ہوں، تو ان میں سے ایک امامت کرائے، امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے، جو ان میں زیادہ بڑا قاری ہے۔''

(صحیح مسلم : 672)

❁ سیدنا ابو یزید جرمی عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِحَضْرَةِ مَاءٍ مَمَرِّ النَّاسِ فَكُنَّا نَسْأَلُهُمْ مَا هٰذَا الْأَمْرُ؟ فَذَكَرَ بَعْضَ الْحَدِيثِ قَالَ : انْطَلَقَ أَبِي بِإِسْلَامِ أَهْلِ حِوَانَا قَالَ : فَأَقَامَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يُقِيمَ قَالَ : ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ تَلَقَّيْنَاهُ فَلَمَّا رَأَيْنَاهُ قَالَ : جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا ثُمَّ قَالَ : إِنَّهٗ يَأْمُرُكُمْ بِكَذَا وَكَذَا وَيَنْهَاكُمْ عَنْ كَذَا وَكَذَا وَأَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا وَكَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ

أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرَ أَهْلُ حِوَانَا فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا أَكْثَرَ مِنِّي قُرْآنًا لِلَّذِي كُنْتُ أَحْفَظُ مِنَ الرُّكْبَانِ قَالَ: فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ فَكُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتِّ سِنِينَ.

''ہم لوگوں کی گزرگاہ پر موجود پانی کے پاس رہتے تھے، چنانچہ ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے کہ یہ دین کیسا ہے؟ انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: میرے والد اپنے محلے کے لوگوں کی طرف سے اسلام کی معلومات لینے گئے، تو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا نبی کریم ﷺ کے پاس رہے، پھر جب واپس آئے، تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ وہ ہمیں دیکھ کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں ایک سچے رسول کے پاس سے آ رہا ہوں۔ پھر فرمایا: وہ آپ کو فلاں فلاں کاموں کا حکم دیتے ہیں اور فلاں فلاں کاموں سے روکتے ہیں، نیز یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں، جب نماز کا وقت ہو، تو ایک آدمی اذان کہے، پھر وہ امامت کرائے، جو آپ میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو، ہمارے محلے والوں نے غور کیا، تو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا کسی کو نہ پایا، کیوں کہ میں قافلے والوں سے قرآن یاد کرتا رہتا تھا، چنانچہ انہوں نے مجھے آگے (کھڑا) کر دیا، میں چھ برس کی عمر میں انہیں نماز پڑھاتا رہا۔''

(صحيح البخاري: 4302، المُنتقٰى لابن الجارود: 309)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْمُهَاجِرِينَ، حِينَ أَقْبَلُوا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ نَزَلُوا

الْعُصَبَةَ إِلٰى جَنْبِ قُبَاءٍ فَأَمَّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ لِأَنَّهٗ كَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا، فِيهِمْ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''مہاجرین جب مکہ سے مدینہ آئے، تو انہوں نے قباء کے ساتھ عصبہ کے مقام پر پڑاؤ کیا، تو سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت کروائی، کیوں کہ وہ سب سے زیادہ قرآن جانتے تھے۔ ان میں ابوسلمہ بن عبدالاسد اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔''

(صحيح البخاري : 692، المُنتقٰى لابن الجارود : 307)

سوال: ولد الزنا کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو کسی کے زنا سے پیدا ہے، تو اس میں اس کا کوئی گناہ نہیں، اگر وہ خود پاکدامن ہے، تو اس کی امامت بالکل جائز ہے، ممانعت یا کراہت پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

إِنَّهَا كَانَتْ إِذَا سُئِلَتْ عَنْ وَلَدِ الزِّنَا قَالَتْ : لَيْسَ عَلَيْهِ مِنْ خَطِيئَةِ أَبَوَيْهِ شَيْءٌ ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى﴾.

''آپ رضی اللہ عنہا سے جب ولد الزنا کے بارے میں سوال کیا جاتا، تو فرماتی تھیں: اس پر اس کے والدین کی غلطی کا کوئی بوجھ نہیں۔ ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى﴾ ''کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائی گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6096، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام حاکم رحمہ اللہ (۷۰۵۳) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے

صحیح کہا ہے۔

لہٰذا ولد الزنا کی امامت جائز ہے۔

سوال: امام کا نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے رونا کیسا ہے؟

جواب: امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد اگر انہیں نماز میں رونا آ جائے، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تقویٰ وللّٰہیت کی اعلیٰ مثال ہے، اگر ہچکی بندھ جائے، تب بھی نماز صحیح ہے، رونے آواز نکلنے پر نماز باطل یا فاسد نہیں ہوتی۔

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ : فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهٗ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ، مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَ مَ النَّاسُ، بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : فَرَاجَعْتُهٗ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ : لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو آنسوؤں پر کنٹرول نہیں رہتا۔ کسی اور کو حکم دے دیں، تو اچھا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر سب

سے پہلے کھڑے ہونے والے کے بارے میں بدشگونی کریں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو تین بار تکرار کیا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں، آپ تو صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو۔''

(صحيح البخاري : 679، صحيح مسلم : 418، واللفظ لهٗ)

❁ اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''متواتر'' کہا ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ : 4/424، الفتاوی الکبریٰ : 4/443)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 3/424)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَوَاتِرٌ .

''یہ حدیث متواتر ہے۔''

(تاريخ الخلفاء، ص 52)

❁ عبداللہ بن شداد مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَهُوَ يَقْرَأُ : ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾(يوسُف : ٨٦)

''نماز فجر میں آخری صف میں تھا اور مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہچکی کی آواز سنائی دے رہی تھی، آپ رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي

وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾ ''میں تو اپنی بے قراری اور پریشانی وغم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري معلقًا، قبل الحديث : 684، مصنّف ابن أبي شيبة : 3565، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام :1/498)

سوال: کیا باجماعت نماز واجب ہے؟

جواب: باجماعت نماز واجب ہے اور بلا عذر جماعت ترک کرنا جائز نہیں، کئی احادیث صحیحہ میں جماعت ترک کرنے پر سخت وعید آئی ہے، باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، نیز عہد نبوی سے خیر القرون تک کے مسلمانوں کا یہی عمل رہا ہے۔

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رِجَالًا فَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ ثُمَّ آمُرُ فِتْيَانِي فَيَخْلُفُونَ إِلٰى قَوْمٍ لَّا يَأْتُونَهَا فَيُحَرِّقُونَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ، وَلَوْ عَلِمَ أَحَدُهُمْ أَنَّهٗ يَجِدُ عَظْمًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ .

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو حکم دے کر جماعت کھڑی کروا دوں، پھر میں اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کے پاس جائیں، جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیوں کے گٹھے سے ان کے گھر جلا دوں، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسے موٹی تازی ہڈی یا دو عمدہ پائے ملیں گے، تو وہ عشاء کی نماز میں

بھی حاضر ہو جائے گا۔‘‘

(صحیح البخاري : 644، صحیح مسلم :651، المنتقیٰ لابن الجارود : 304)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهٗ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ، فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهٖ، فَرَخَّصَ لَهٗ، فَلَمَّا وَلّٰى، دَعَاهُ، فَقَالَ : هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَأَجِبْ .

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا، عرض کیا: اللہ کے رسول! (میں نابینا ہوں اور) مجھے مسجد تک پکڑ کر لانے والا کوئی نہیں (کیا میں گھر میں ہی نماز پڑھ سکتا ہوں؟) اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (جماعت سے) رخصت چاہی کہ وہ گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کرے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت دے دی، جب وہ واپس ہوا، تو اسے بلایا، پوچھا: کیا تمہیں اذان سنائی دیتی ہے؟ کہنے لگا: جی ہاں، فرمایا: پھر (لازمی طور پر) جماعت میں حاضر ہوئیے۔‘‘

(صحیح مسلم : 653)

❁ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ

الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ .

''جس بستی اور دیہات میں تین (مسلمان) بستے ہوں اور وہاں باجماعت نماز قائم نہ کی جائے، تو یقیناً ان پر شیطان غلبہ پالیتا ہے، لہٰذا باجماعت نماز کو لازم پکڑیں، کیونکہ بھیڑیا ریوڑ سے الگ تھلگ بکری کو کھا جاتا ہے۔''

(مسند أحمد : 196/5، سنن أبي داود : 547، سنن النّسائي : 848، وسندهٗ صحیح)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۴۸۶)، امام ابن حبان (۲۰۶۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۹۰۰) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحکام :277/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهٖ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يَعْمِدُ إِلٰى مَسْجِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ

عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ.

”جو پسند کرتا ہے کہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کو مسلمان حالت میں ملے، تو وہ ان (پانچوں) نمازوں پر محافظت کرے، اسے جہاں بھی اذان کہہ کر بلایا جائے (وہ ضرور جائے)۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے راستے مشروع کیا ہیں اور یہ نمازیں بھی اُمور ہدایت ہیں۔ اگر آپ گھر میں نماز پڑھنے لگ جائیں، جس طرح نماز سے پیچھے رہ جانے والا گھر میں پڑھتا ہے، تو یقیناً آپ اپنے نبی کی (واجبی) سنت کو ترک کر دو گے اور اگر آپ نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا، تو آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ (اس کے برعکس) جو شخص وضو کرے اور عمدہ طریقے سے وضو کرے، پھر کسی مسجد کی طرف چلے، تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ مجھے پوری طرح یاد ہے کہ باجماعت نماز سے وہی پیچھے رہتا تھا، جس کا نفاق معلوم ہوتا تھا اور کچھ ایسے بندے بھی تھے کہ جنہیں دو بندوں کے سہارے لایا جاتا تھا اور صف میں کھڑا کیا جاتا تھا۔“

(صحيح مسلم : 654)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُنَّا إِذَا فَقَدْنَا الْإِنْسَانَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ أَسَأْنَا بِهِ الظَّنَّ.

”ہم جب کسی انسان کو نماز فجر اور نماز عشاء میں غیر حاضر پاتے، تو اس کے

بارے میں بدگمانی پیدا کر لیتے۔''

(صحيح ابن حبان : 2099، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۴۸۵) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۷۶۴) نے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ سَمِعَ «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» فَلَمْ يُجِبْ، فَقَدْ تَرَكَ سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جس نے ''حی علی الفلاح'' کی صدا سنی اور جماعت کے لیے نہ آیا، تو یقیناً اس نے محمد کریم ﷺ کی (واجبی) سنت کو ترک کیا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 7990، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ .

''جس نے مؤذن کی صدا سنی، پھر بغیر عذر جماعت کے لیے نہیں گیا، تو اس کی کوئی نماز نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3463، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ابوشعثاء بشیر بن نہیک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا قُعُودًا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي فَأَتْبَعَهٗ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرَهٗ حَتّٰى

خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَمَّا هٰذَا، فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، مؤذن نے اذان کہی، ایک شخص مسجد سے کھڑا ہوا اور چل دیا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے رہے، یہاں تک کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔''

(صحیح مسلم : 655)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: طلب علم کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنا، اس کے لیے مشقتیں برداشت کرنا، اسے وقت دینا، اس کے لیے سفر کرنا اور اس پر مال و جان صرف کرنا ہمت اور عزیمت کا کام ہے، یقیناً ایسے لوگ قسمت والے ہیں، جو خود کو حصول علم اور نشر علم کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

علم حاصل کرنے والے طالب علم اور عالم دین کے فضائل کتاب وسنت میں بڑے شرح وبسط سے بیان ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی دین کی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کرنا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا، حصول علم کے لیے ہر طرح کی کوشش کی، جب علم حاصل ہو گیا، تو اسے منتقل کیا اور بڑی ذمہ داری سے علما کی جماعت تیار کی، جنہوں قرآن، تفسیر، حدیث اور دینی احکام ومسائل کا علم اُمت تک پہنچایا اور ہر اعتبار سے اُمت کی خیر خواہی کی۔

یہ سلسلہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ اہل سنت اور محدثین عظام کے دور میں بخوبی چلتا رہا، کتابیں لکھی گئیں، علم کو مدون کیا گیا، مدارس کو قائم کیا گیا، محدثین کی جماعت کو تیار کیا گیا، مسائل شرعیہ اور دلائل شرعیہ کو جمع کیا گیا، پھر ہر دور کے علما وطلبا نے اس میں اپنی ذمہ داری ادا کی اور آج تک ادا کر رہے ہیں، الحمد للہ!

ذیل میں ایک خوش نصیب محنتی طالب علم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، جس میں علما اور

طلبہ کے لیے رغبت کا سامان ہے اور ان لوگوں کے لیے درس عبرت بھی ہے، جو دن رات علما کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور ہر برائی میں علما کو ہی موردالزام ٹھہراتے ہیں۔

یہ واقعہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) نے اپنی سند سے نقل کیا ہے، واقعہ اور سند ملاحظہ ہو:

حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (ابْنُ الصَّفَّارِ)، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عِيسٰى يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (اللَّيْثِيُّ)، قَالَ : حَدَّثَنَا (أَبُو عُثْمَانَ) سَعِيدُ بْنُ فَحْلُونَ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْمُعَلّٰى عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ مُعَلّٰى (الْخَوْلَانِيُّ)، قَالَ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَيُّوبَ (بْنِ أَبِي الصَّلْتِ)، قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى (اللَّيْثِيُّ) ....

❁ امام یحییٰ بن یحییٰ لیثی رحمہ اللہ (۲۳۴ھ) بیان کرتے ہیں:

أَوَّلُ مَا حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حِينَ أَتَيْتُهٗ طَالِبًا لَمَّا أَلْهَمَنِي اللّٰهُ إِلَيْهِ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ جَلَسْتُ إِلَيْهِ قَالَ لِي : اِسْمُكَ؟ قُلْتُ لَهٗ : أَكْرَمَكَ اللّٰهُ، يَحْيٰى، وَكُنْتُ أَحْدَثَ أَصْحَابِي سِنًّا، فَقَالَ لِي : يَا يَحْيٰى، اَللّٰهَ اَللّٰهَ، عَلَيْكَ بِالْجِدِّ فِي هٰذَا الْأَمْرِ، وَسَأُحَدِّثُكَ فِي ذٰلِكَ بِحَدِيثٍ يُرَغِّبُكَ فِيهِ، وَيُزَهِّدُكَ فِي غَيْرِهٖ، قَالَ : قَدِمَ الْمَدِينَةَ غُلَامٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ بِحَدَاثَةِ سِنِّكَ فَكَانَ مَعَنَا يَجْتَهِدُ وَيَطْلُبُ حَتّٰى نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ شَيْئًا لَمْ أَرَ مِثْلَهٗ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَلَدِنَا، لَا طَالِبٍ

وَلَا عَالِمٍ، فَرَأَيْتُ جَمِيعَ الْعُلَمَاءِ يَزْدَحِمُونَ عَلٰى نَعْشِهٖ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْأَمِيرُ أَمْسَكَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ، وَقَالَ: قَدِّمُوا مِنْكُمْ مَنْ أَحْبَبْتُمْ، فَقَدَّمَ أَهْلُ الْعِلْمِ رَبِيعَةَ، ثُمَّ نُهِضَ بِهٖ إِلٰى قَبْرِهٖ، قَالَ مَالِكٌ: فَأَلْحَدَهٗ فِي قَبْرِهٖ رَبِيعَةُ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ شِهَابٍ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِمْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، وَصَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، وَأَبُو حَازِمٍ وَأَشْبَاهُهُمْ وَبَنَى اللَّبِنَ عَلٰى لَحْدِهٖ رَبِيعَةُ، وَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ يُنَاوِلُوهُ اللَّبِنَ، قَالَ مَالِكٌ: فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ مِنْ يَوْمِ دَفْنِهٖ رَآهُ رَجُلٌ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ بَلَدِنَا فِي أَحْسَنِ صُورَةِ غُلَامٍ أَمْرَدَ، وَعَلَيْهِ بَيَاضٌ، مُتَعَمِّمٌ بِعِمَامَةٍ خَضْرَاءَ، وَتَحْتَهٗ فَرَسٌ أَشْهَبُ نَازِلٌ مِنَ السَّمَاءِ فَكَأَنَّهٗ كَانَ يَأْتِيهِ قَاصِدًا وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، وَيَقُولُ: هٰذَا بَلَّغَنِي إِلَيْهِ الْعِلْمُ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: وَمَا الَّذِي بَلَّغَكَ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: أَعْطَانِي اللّٰهُ بِكُلِّ بَابٍ تَعَلَّمْتُهٗ مِنَ الْعِلْمِ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ، فَلَمْ أَتَبَلَّغْ فِي الدَّرَجَاتِ إِلٰى دَرَجَةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: زِيدُوا وَرَثَةَ أَنْبِيَائِي، فَقَدْ ضَمِنْتُ عَلٰى نَفْسِي أَنَّهٗ مَنْ مَاتَ وَهُوَ عَالِمٌ سُنَّتِي، أَوْ سُنَّةَ أَنْبِيَائِي، أَوْ طَالِبٌ لِذٰلِكَ أَنْ أَجْمَعَهُمْ فِي دَرَجَةٍ وَّاحِدَةٍ فَأَعْطَانِي رَبِّي حَتّٰى بَلَغْتُ إِلٰى

دَرجَةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا دَرَجَتَانِ، دَرَجَةٌ هُوَ فِيهَا جَالِسٌ وَحَوْلَهُ النَّبِيُّونَ كُلُّهُمْ، وَدَرَجَةٌ فِيهَا جَمِيعُ أَصْحَابِهٖ، وَجَمِيعُ أَصْحَابِ النَّبِيِّينَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ، وَدَرَجَةٌ مِنْ بَعْدِهِمْ فِيهَا جَمِيعُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَطَلَبَتِهٖ، فَآنَسُونِي حَتَّى اسْتَوْسَطْتُهُمْ فَقَالُوا لِي: مَرْحَبًا، مَرْحَبًا، سِوٰى مَا لِي عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْمَزِيدِ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: وَمَالَكَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْمَزِيدِ؟ فَقَالَ: وَعَدَنِي أَنْ يَحْشُرَنِي مَع النَّبِيِّينَ كُلِّهِمْ كَمَا رَأَيْتُهُمْ فِي زَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَيَقُولُ: يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ، هٰذِهٖ جَنَّتِي قَدْ أَبَحْتُهَا لَكُمْ، وَهٰذَا رِضْوَانِي قَدْ رَضِيتُ عَنْكُمْ، فَلَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تَتَمَنَّوْا وَتَشَفَّعُوا، فَأُعْطِيَكُمْ مَا شِئْتُمْ، وَأُشَفِّعَكُمْ فِيْمَنِ اسْتَشْفَعْتُمْ لَهٗ، لِيَرٰى عِبَادِي كَرَامَتَكُمْ عَلَيَّ، وَمَنْزِلَتَكُمْ عِنْدِي.

فَلَمَّا أَصْبَحَ الرَّجُلُ حَدَّثَ أَهْلَ الْعِلْمِ، وَانْتَشَرَ خَبَرُهٗ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ مَالِكٌ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامٌ بَدَؤُوا مَعَنَا فِي طَلَبِ هٰذَا الْأَمْرِ ثُمَّ كَفُّوا عَنْهُ حَتّٰى سَمِعُوا هٰذَا الْحَدِيثَ، فَلَقَدْ رَجَعُوا إِلَيْهِ، وَأَخَذُوا بِالْجِدِّ، وَهُمُ الْيَوْمَ مِنْ عُلَمَاءِ بَلَدِنَا، اَللّٰهَ اَللّٰهَ يَا يَحْيٰى جُدَّ فِي هٰذَا الْأَمْرِ.

''امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے سب سے پہلی بات جو مجھے بیان کی، وہ اس وقت تھی، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں ان کے پاس پہلے دن طلب علم کے لیے آیا، میں ان کے پاس بیٹھا، تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: آپ کا نام؟ میں نے عرض کیا: میرا نام یحییٰ ہے، اللہ آپ کو عزت سے نوازے۔ اپنے (طالب علم) ساتھیوں میں سب سے کم عمر میں ہی تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا: یحییٰ! اللہ سے ڈرتے رہنا اور علم حدیث میں خوب دل لگا کر محنت کرنا، اس سلسلہ میں میں آپ کو ایک واقعہ بیان کرتا ہوں، جس سے آپ کو طلب علم میں رغبت پیدا ہوگی اور دیگر غیر ضروری اُمور سے بے تعلقی اور بے رغبتی بڑھے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ کا ہم عمر شام کا ایک لڑکا (حصول علم کے لیے) مدینہ آیا، وہ ہمارے ساتھ (حصول علم میں) خوب محنت کرتا رہا اور علم حاصل کرتا رہا، یہاں تک کہ اسے موت آ گئی۔ میں نے اس کے جنازے پر وہ کچھ دیکھا، جو کسی اور طالب علم یا عالم کے جنازہ پر نہیں دیکھا، میں نے دیکھا کہ اس کے لاشے کو دیکھنے کے لیے علما کا جم غفیر جمع تھا، جب یہ منظر امیر شہر نے دیکھا، تو نماز جنازہ کی امامت سے پیچھے ہٹ گیا، کہنے لگا: (علماء کی جماعت!) آپ جس کو پسند کرتے ہیں، اسے جنازہ کی امامت کے لیے آگے کر دیں، تو اہل علم نے امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (۱۳۶ھ) کو آگے کر دیا، (انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی) پھر اس طالب علم کی میت کو قبر میں اتارا گیا۔ امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، امام زید بن اسلم، امام یحییٰ بن سعید انصاری اور امام ابن شہاب زہری رحمہم اللہ نے اس کی لحد تیار کی، ان کے

قریب کھڑے ہونے والے لوگوں میں امام محمد بن منکدر، امام صفوان بن سلیم، امام ابو حازم سلمہ بن دینار اور ان جیسے کبار ائمہ حدیث رحمہم اللہ شامل تھے۔ اس طالب علم کی لحد پر امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے اینٹیں رکھیں، باقی سب ائمہ انہیں اینٹیں پکڑا رہے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ اس طالب علم کی وفات کے تیسرے روز ہمارے شہر کی ایک صالح انسان نے اسے خواب میں دیکھا، وہ حسین و جمیل جوان بچے کی صورت میں تھا، اس نے سفید لباس زیب تن کر رکھا تھا، سبز عمامہ پہنے ہوئے تھا، بھورے رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اور آسمان سے نیچے اتر رہا تھا، وہ اس شخص کی طرف آیا، اسے سلام کیا اور کہا: مجھے (حصول) علم نے اس مرتبہ پر فائز کیا ہے، آدمی نے پوچھا: آپ کو علم نے کس مرتبہ پر فائز کیا ہے؟ کہنے لگا: میں نے علم (شرع) کے جتنے ابواب کا علم حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر باب کے بدلے جنت میں ایک درجہ عطا کیا، مگر (اس حساب سے) میں اہل علم کے درجہ تک نہ پہنچ سکا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اس کے لیے) میرے نبیوں کی وراثت (علم) کو بڑھا دو، کیونکہ میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ میری یا میرے نبیوں کی سنتوں کا عالم تھا یا انہیں حاصل کرنے والا طالب علم تھا، تو میں ان سب کو ایک ہی درجہ میں جمع کردوں گا۔ لہٰذا میرے رب نے مجھے وہ رتبہ عطا کردیا اور مجھے اہل علم کے درجہ پر فائز کردیا۔ اب میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف دو درجے ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ایک درجے میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں

اور آپ ﷺ کے اردگرد دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام بھی موجود ہیں اور دوسرے درجے میں نبی کریم ﷺ کے سارے کے سارے صحابہ ہیں، نیز باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین صحابہ بھی اسی درجہ میں جمع ہیں اور ان دو درجوں کے بعد والے درجہ میں سارے کے سارے علما اور طلبہ کرام ہیں۔

اس درجہ میں علما کی جماعت نے میرا دل بہلایا اور مجھے اپنے درمیان جگہ دی اور کہا: خوش آمدید خوش آمدید۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لیے ایک اور بھی فضیلت ہے۔ آدمی نے (طالب علم سے) پوچھا: وہ اضافی فضیلت کیا ہے؟ کہا: اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ اٹھائے گا، بالکل اسی طرح جیسے میں نے انہیں ایک ہی جگہ اکٹھا دیکھا ہے۔ (میدان حشر میں) رب تعالیٰ کہے گا: اے علما کی جماعت! یہ میری جنت ہے، جسے میں نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، یقیناً میں تم سے راضی ہو چکا ہوں، تم تب تک جنت میں داخل نہیں ہو گے، جب تک مزید تمنائیں نہ کر لو اور شفاعت نہ کر لو۔ تم جو چاہو گے، میں تمہیں ضرور دوں گا، جس کے بارے میں بھی شفاعت کرو گے، میں تمہارے شفاعت قبول کروں گا، تاکہ میرے بندے دیکھ لیں کہ میرے ہاں تمہاری کتنی عزت اور مقام و مرتبہ ہے۔

پھر (خواب دیکھنے والے نیک) آدمی نے صبح کے وقت یہ خواب اہل علم کو بیان کیا اور مدینہ طیبہ میں یہ خبر تیزی سے پھیل گئی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ تھے، جنہوں نے ہمارے ساتھ علم دین حاصل کرنا شروع کیا، پھر اسے ترک کر دیا، جب انہوں نے یہ خواب سنا، تو وہ دوبارہ طلب علم کی

طرف لوٹ آئے اور خوب محنت کرنا شروع کر دی، اب وہ ہمارے شہر کے علما میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے یحییٰ! اللہ کا واسطہ! آپ بھی اس میدان میں خوب محنت کرنا۔"

(شرح صحیح البخاري لابن بطّال: 1/133-135، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: نماز کی صفیں درست کرانے کے لیے کسی نمازی کی ڈیوٹی لگانا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے لیے صف بندی ضروری ہے، امام مسجد کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقتدیوں کی صفیں درست کرائے، پھر نماز شروع کرے، یہ بھی درست ہے کہ کسی ایک شخص یا اشخاص کو صفیں درست کرانے پر مامور کیا جائے، یہ واجبی سنت ہے۔

❀ مالک بن ابی عامر مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَقَامَتِ الصَّلَاةُ، وَأَنَا أُكَلِّمُهٗ فِي أَنْ يَفْرِضَ لِي، فَلَمْ أَزَلْ أُكَلِّمُهٗ، وَهُوَ يُسَوِّي الْحَصْبَاءَ بِنَعْلَيْهِ، حَتّٰى جَاءَهٗ رِجَالٌ، قَدْ كَانَ وَكَلَهُمْ بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الصُّفُوفَ قَدِ اسْتَوَتْ، فَقَالَ لِي: اسْتَوِ فِي الصَّفِّ، ثُمَّ كَبَّرَ.

"نماز کی اقامت کہہ دی گئی، میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق گفتگو کر رہا تھا، میں اُن سے بات کرتا رہا اور وہ پاؤں سے کنکریاں ہلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ لوگ آئے، جنہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صفیں درست کرانے کی ذمہ داری دی ہوئی تھی، انہوں نے بتایا کہ صفیں درست ہو چکی ہیں، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: آپ بھی صف میں سیدھے ہو کر کھڑے ہو جائیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کہی۔"

(موطأ الإمام مالك :158/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا مقتدی سورت فاتحہ پڑھیں گے؟

جواب: امام، مقتدی، منفرد ہر ایک کے لیے نماز میں سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔اس پر کئی صحیح مرفوع احادیث اور آثار ہیں۔

❀ یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَقَالَ لِي : اقْرَأْ قَالَ : قُلْتُ : وَإِنْ كُنْتُ خَلْفَكَ؟ قَالَ : وَإِنْ كُنْتَ خَلْفِي قَالَ : وَإِنْ قَرَأْتُ .

”میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا،فرمایا: آپ قرأت کیجئے، میں نے عرض کیا: اگر چہ میں آپ کے پیچھے (مقتدی) ہوں؟ فرمایا: جی ہاں، اگر چہ آپ میری اقتدا میں ہوں اور میں قرأت کر رہا ہوں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3748، شرح مَعاني الآثار :218/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

”اس کی سند صحیح ہے۔“

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم :1211)

یہ اثر صریح نص ہے کہ مقتدی بھی سورت فاتحہ پڑھے گا۔

سوال: ایک شخص گھر سے مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے کے ارادہ سے نکلا، لیکن

اسے وقت کا علم نہ ہوا اور جب مسجد پہنچا، تو جماعت ہو چکی تھی، کیا اسے باجماعت نماز کا ثواب ملے گا؟

(جواب): اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ سچے جذبات اور کوششوں کی قدر کرتا، کسی کے پختہ ارادے اور کاوش کو رائیگاں نہیں کرتا۔

جو شخص باجماعت نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف گیا، مگر وقت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے مسجد پہنچا، تو جماعت ہو چکی تھی، تو اسے اسی طرح اجر وثواب ملے گا، جس طرح باجماعت نماز کا پچیس یا ستائیس درجے بڑھا کر ملتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِي بَيْتِهٖ، وَفِي سُوقِهٖ، خَمْسًا وَّعِشْرِينَ ضِعْفًا، وَذٰلِكَ أَنَّهٗ إِذَا تَوَضَّأَ، فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهٗ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً، إِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى، لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ، مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ.

”باجماعت پڑھی ہوئی نماز کو گھر اور بازار میں پڑھی ہوئی نماز پر ستائیس درجے فضیلت حاصل ہے۔ وہ اس طرح کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور عمدہ وضو کرتا ہے، پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے، نکلنے کا مقصد صرف نماز ہوتا ہے، تو

ایک قدم اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک خطا معاف ہوتی ہے، فرشتے تب تک اس پر مسلسل رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ نماز والی جگہ (مسجد) میں بیٹھا رہتا ہے۔ (کہتے ہیں:) اللہ! اس پر رحمت فرما، اللہ! اس پر رحم فرما۔ نیز جب تک آپ نماز کا انتظار کرتے ہیں، آپ نماز میں ہی شمار ہوتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 647، صحيح مسلم : 649)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا انْتَهَى الرَّجُلُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ قُعُودٌ فِي آخِرِ صَلَاتِهِمْ فَقَدْ دَخَلَ فِي التَّضْعِيفِ، وَإِذَا انْتَهٰى إِلَيْهِمْ وَقَدْ سَلَّمَ الْإِمَامُ وَلَمْ يَتَفَرَّقُوا فَقَدْ دَخَلَ فِي التَّضْعِيفِ .

وَقَالَ عَطَاءٌ : كَانَ يُقَالُ : إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ وَهُوَ يَنْوِيهِمْ فَأَدْرَكَهُمْ، أَوْ لَمْ يُدْرِكْهُمْ، فَقَدْ دَخَلَ فِي التَّضْعِيفِ .

''جب کوئی شخص جماعت کے لیے جائے، تو دیکھے کہ نمازی نماز کے آخر میں (تشہد کے لیے) بیٹھیں ہیں، تو وہ بھی (ان کی طرح) نماز کے اضافی اجر میں شامل ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص با جماعت نماز کے لیے (مسجد) اس وقت پہنچا، جب امام سلام پھیر چکا تھا، لیکن ابھی لوگ نہیں گئے تھے، تو بھی وہ نماز کے اضافی اجر و ثواب میں شریک ہو جائے گا۔

(راوی) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص با جماعت نماز کی نیت سے گھر سے نکلے، تو وہ (جماعت کے) اضافی اجر میں

شامل ہو جاتا ہے، خواہ وہ جماعت میں شامل ہو یا نہ ہو۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4164، وسندهٗ حسنٌ)

بعض مرفوع احادیث کے عموم سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: مسجد میں دوسری جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: دو یا دو سے زائد افراد مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت ہو چکی ہے، تو آنے والے لوگ جماعت کرا سکتے ہیں، ایک ہی مسجد میں ایک سے زائد جماعتیں کرائی جا سکتی ہیں، اکثر اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔

البتہ جان بوجھ کر پہلی جماعت ترک کر دینا یا دوسری جماعت کو عادت بنا لینا درست نہیں، اس سے اصل جماعت کی حیثیت کم ہو جاتی ہے۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ إِلٰى جَوَازِ إِعَادَةِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا فَعَلَهٗ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، مِنْهُمْ عَطَاءُ وَقَتَادَةُ وَمَكْحُولٌ، وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَدَاوُدَ .

”مجموعی طور پر اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مساجد میں دوبارہ جماعت کرانا جائز ہے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ یہی مؤقف عطاء بن ابی رباح، قتادہ اور مکحول رحمہم اللہ کا ہے، امام اسحاق بن راہویہ، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی اور داود ظاہری رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔“

(فتح الباري : 8/6)

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا يُّصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : أَلَا رَجُلٌ يَّتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّي مَعَهٗ .

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو مسجد میں (تنہا) نماز پڑھتے دیکھا، تو فرمایا: کوئی ہے، جو اس کے ساتھ تجارت کرے اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 5/3-45-64-85، سنن أبي داوٗد : 574، سنن التّرمذي : 220، المنتقٰی لابن الجارود : 330، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن الجارود، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۶۳۲) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۳۹۷) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲۰۹/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ اس حدیث کو امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ''ثابت'' کہا ہے۔

(الأوسط : 218/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 142/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ وَقَدْ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ يُصَلِّي وَحْدَهٗ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ يَتَّجِرُ عَلٰى هٰذَا فَلْيُصَلِّي مَعَهٗ؟ .

''ایک شخص (مسجد میں) آیا، رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا چکے تھے، وہ کھڑا ہو، اور اکیلے نماز پڑھنے لگ گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ہے، جو اس کے

ساتھ (اجر وثواب کی) تجارت کرے اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔‘‘

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 7286، سنن الدّارقطني :1081، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَنَدُهٗ جَيِّدٌ .

’’اس کی سند جید (حسن) ہے۔‘‘

(نصب الرّاية : 58/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی سند کو ’’جید‘‘ کہا ہے۔

(الدّراية : 173/1)

❀ ابو عثمان یشکری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ بِنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَقَدْ صَلَّيْنَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ، وَمَعَهٗ رَهْطٌ، فَأَمَرَ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَأَذَّنَ، ثُمَّ صَلَّوْا رَكْعَتَيْنِ، قَبْلَ الْفَجْرِ، قَالَ : ثُمَّ أَمَرُوهُ، فَأَقَامَ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ .

’’ہمارے پاس سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، صبح کی جماعت ہو چکی تھی، آپ کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص کو اذان کہنے کا حکم دیا، تو اس نے اذان کہی، اس کے بعد لوگوں نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو حکم دیا، تو اس نے اقامت کہی، پھر آپ رضی اللہ عنہ آگے ہوئے اور نماز پڑھائی۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 321/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

(تغلیق التّعلیق : 277/2)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مِمَّا لَا يُعْرَفُ فِيهِ لِأَنَسٍ مُخَالِفٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''اس مسئلہ میں صحابہ میں سے کوئی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا مخالف نہیں۔''

(المُحلّٰی : 156/3)

تنبیہ:

❁ حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا دَخَلُوا الْمَسْجِدَ وَقَدْ صُلِّيَ فِيهِ صَلَّوْا فُرَادٰى.

''محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب مسجد میں داخل ہوتے اور جماعت ہو چکی ہوتی، تو اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 223/2)

سند ضعیف ہے۔ ابو ہلال راسبی سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضُعْفٌ.

''اس میں کمزوری ہے۔''

(الطّبقات الكبرٰى : 275/7)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِقَوِيٍّ.

’’قوی نہیں ہے۔‘‘(الضعفاء : 202)

❀ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيِّنٌ . ’’کمزور راوی ہے۔‘‘

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 274/7)

❀ امام یزید بن زریع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

عَدَلْتُ عَنْ أَبِي هِلَالٍ عَمْدًا .

’’میں جان بوجھ کر ابو ہلال سے دُور رہوں۔‘‘

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو هِلَالٍ شَيْخًا صُدُوقًا، إِلَّا أَنَّهٗ كَانَ يُخْطِئُ كَثِيرًا مِنْ غَيْرِ تَعَمُّدٍ، حَتّٰى صَارَ يَرْفَعُ الْمَرَاسِيلَ، وَلَا يَعْلَمُ، وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يُحَدِّثُ مِنْ حِفْظِهٖ، فَوَقَعَ الْمَنَاكِيرُ فِي حَدِيثِهٖ مِنْ سُوءِ حِفْظِهٖ .

’’ابو ہلال سچا شیخ تھا، لیکن اس سے بہت زیادہ غلطیاں بلا ارادہ سرزد ہو جاتی تھیں، یہاں تک کہ انجانے میں مرسل روایات مرفوعا بیان کرنے لگا۔ وہ اکثر اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا، لہٰذا حافظے کی خرابی کی وجہ سے منکر روایات اس

کی حدیث میں داخل ہو گئیں۔''

(کتاب المجروحین: 2/295-296)

❁ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِحْتَمَلُوا حَدِيثَهُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ حَافِظٍ .

''محدثین نے اس کی حدیثیں لی ہیں، اگرچہ یہ حافظ نہیں تھا۔''

(مسند البزّار: 1796)

❁ امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَحَلُّهُ الصِّدْقُ، لَمْ يَكُنْ بِذَاكَ الْمَتِينِ .

''سچا تھا، لیکن حافظہ مضبوط نہ تھا۔''

(الجرح والتّعدیل: 7/274)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے کتاب الضعفاء (۲۸۲، ۴۸۳، ۳۲۴) میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ اسے اپنی کتاب الضّعفاء الکبیر (۴/۷۴) میں لائے ہیں۔

سوال درج ذیل روایت کیسی ہے؟:

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ نِسَآءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ يُصَلِّينَ مَعَ الرِّجَالِ فِي الصَّفِّ فَاتَّخَذْنَ قَوَالِبَ يَتَطَاوَلْنَ بِهَا تَنْظُرُ إِحْدَاهُنَّ إِلٰى صَدِيقِهَا فَأُلْقِيَ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضُ فَأُخِّرْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَأَخِّرُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .

”بنی اسرائیل کی عورتیں مردوں کے ساتھ ایک ہی صف میں نماز پڑھا کرتی تھیں، پھر انہوں نے (لکڑی کے) کھڑاوے بنا لیے، جن سے وہ اپنا قد اوپر کرتی تھیں اور بعض عورتیں اپنے عاشق کی طرف دیکھتی تھیں، تو انہیں حیض کا عارضہ لاحق ہونے لگا، پھر انہیں پیچھے کر دیا گیا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ان عورتوں کو (صف میں) پیچھے رکھیں، جیسے اللہ عزوجل نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔“

(مصنّف عبد الرزّاق : 149/3، ح : 5115، صحيح ابن خُزَيمة : 1700، المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 295/9، ح : 9484، 9485، المطالب العالية لابن حجر : 391)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔

فائدہ:

اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے:

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْخَبَرُ مَوْقُوفٌ غَيْرُ مُسْنَدٍ .

”یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں۔“

(صحيح ابن خزيمة، تحت الحديث : 1700)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ غَرِيبٌ مَرْفُوعًا .

”اس حدیث کا مرفوع ہونا تعجب خیز ہے۔“

(نصب الراية : 36/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ رَفْعُهٗ فَضْلًا عَنْ كَوْنِهٖ مِنَ الْمَشَاهِيرِ .

”اس کا مشہور ہونا تو درکنار، مرفوع ہونا بھی ثابت نہیں۔“

(فتح القدير :360/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ مَرْفُوعٍ .

”یہ حدیث مرفوع نہیں۔“

(البِناية في شرح الهِداية :342/2)

سوال: غریب رشتہ داروں پر خرچ کرنا افضل ہے یا عام غرباء پر؟

جواب: یقیناً غریب رشتہ داروں اور قرابت داروں پر خرچ کرنا افضل ہے، اس سے دوہرا اجر ملتا ہے۔

❁ سیدہ زینب زوجہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا، قَالَ : فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ : سَلْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ : سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا : سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلٰى زَوْجِي، وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا : لَا تُخْبِرْ بِنَا، فَدَخَلَ فَسَأَلَهٗ، فَقَالَ : مَنْ هُمَا؟ قَالَ : زَيْنَبُ، قَالَ : أَيُّ الزَّيَانِبِ؟ قَالَ : امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ : نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ .

''میں مسجد میں تھی، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اے عورتوں کی جماعت!) صدقہ کریں، خواہ اپنے زیورات سے ہی کریں۔'' زینب رضی اللہ عنہا (اپنے شوہر) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کرتی تھیں، تو زینب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھ دیں کہ میں آپ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) پر اور اپنے زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کرتی ہوں، کیا میرا ایسا کرنا درست ہے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ خود ہی رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں۔ تو میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گئی، میں نے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو دیکھا، اس کا بھی وہی مسئلہ تھا، جو میرا مسئلہ تھا، اسی دوران ہمارے پاس سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ گزرے، ہم نے کہا: (اے بلال!) آپ نبی کریم ﷺ سے یہ سوال پوچھ دیں کہ کیا ہمارا اپنے شوہر اور زیر کفالت یتیموں پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ ہاں، آپ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے

بارے میں نہ بتانا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سوال پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوال پوچھنے والی کون ہیں؟ انہوں نے کہا: زینب، فرمایا: کون سی زینب، عرض کیا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب دیا: جی ہاں، ان کے لیے دوہرا اجر ہے، ایک قرابت داری کا اجر اور دوسرا صدقہ کرنے کا۔‘‘

(صحيح البخاري : 1466، صحيح مسلم : 1000)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۰۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کا غسل مستحب ہے؟

جواب: یوم عرفہ کا غسل مستحب ہے، یہ غسل حاجیوں کے لیے بھی مستحب ہے اور غیر حاجیوں کے لیے بھی۔

❁ ابو عمر زاذان کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰہ عَنْهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ : اغْتَسِلْ كُلَّ يَوْمٍ إِنْ شِئْتَ قَالَ : لَا، بَلِ الْغُسْلُ أَيِ الْمُسْتَحَبُّ، قَالَ : اغْتَسِلْ كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ .

”ایک شخص نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا: چاہے ہر روز غسل کر لیں۔ اس آدمی نے کہا: نہیں، میرا سوال مستحب غسل کے بارے میں ہے۔ فرمایا: ہر جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور یوم عرفہ کو غسل کیجئے۔“

(المَطالب العالية لابن حَجَر : 693، السّنن الکبریٰ للبَیْهقي : 278/3، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا زیر ناف بال صاف کرنے پر غسل ہے؟

جواب: زیر ناف بال صاف کرنے پر غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ جسم کے زائد بال صاف

کرنے یا حجامت بنوانے پر غسل مستحب ہے۔ اگر کوئی غسل نہیں کرتا، تو کوئی حرج نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اغْتَسِلَ مِنَ الْحَمَّامِ وَالْجُمُعَةِ وَالْجَنَابَةِ وَالْحِجَامَةِ وَالْمُوسٰی .

’’آدمی کو چاہیے کہ حمام لینے پر غسل کرے، جمعہ کے دن غسل کرے، جنابت پر غسل کرے، سنگی لگوانے اور زیر ناف بال صاف کرنے پر غسل کرے۔‘‘

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 1433، وسندهٗ صحيحٌ)

یہاں پانچ طرح کے غسل بیان ہوئے ہیں، ان سب کا حکم برابر نہیں۔ ان میں صرف جنابت کا غسل واجب ہے، باقی کوئی غسل واجب نہیں۔

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران کلام کرنا کیسا ہے؟

جواب: خطبہ جمعہ کے دوران مکمل توجہ خطیب کی طرف ہونی چاہیے، اس دوران بلا عذر کلام کرنا جائز نہیں۔ بوقت ضرورت امام سامعین میں سے کسی سے بات کر سکتا ہے، ایسے ہی سامعین میں سے کوئی امام کے ساتھ مخاطب ہو سکتا ہے، صحیح احادیث میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قُلْتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ : أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ .

’’خطبہ جمعہ کے دوران جب آپ نے (کسی سے) کہا: چپ کر جا! تو آپ نے لغو (فضول) کام کیا۔‘‘

(صحيح مسلم :851، المُنتقٰى لابن الجارود : 299)

اگر کوئی زیادہ باتیں کر رہا ہے اور دوسروں کی توجہ خراب ہو رہی ہے، تو باتیں کرنے

والوں کو اشارے سے روکا بھی جا سکتا ہے۔

❁ مخضرم تابعی ثعلبہ بن ابی مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ قُعُودَ الْإِمَامِ يَقْطَعُ السُّبْحَةَ، وَأَنَّ كَلَامَهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ، وَأَنَّهُمْ كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَعُمَرُ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ عُمَرُ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ الْخُطْبَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا، فَإِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ، وَنَزَلَ عُمَرُ تَكَلَّمُوا.

”(جمعہ کے دن) امام کے منبر پر بیٹھ جانے پر نوافل پڑھنا ختم کر دینا چاہیے، اسی طرح امام کے گفتگو شروع کرنے سے آپس کی باتیں ختم کر دینی چاہیے۔ (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں) جمعہ کے دن آپس میں گفت وشنید کرتے تھے، جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابھی منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے، پھر جب مؤذن اذان کہہ دیتا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (خطبہ کے لیے) کھڑے ہو جاتے، تو دونوں خطبوں کے ختم ہونے تک کوئی شخص بھی کلام نہیں کرتا تھا، پھر جب نماز کھڑی ہو جاتی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آتے، تو لوگ آپس میں بات کر لیتے تھے۔“

(مَعرِفة السّنن والآثار للبَيْهقي: 6399، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ثعلبہ بن ابی مالک رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں:

أَدْرَكْتُ عُمَرَ، وَعُثْمَانَ فَكَانَ الْإِمَامُ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، تَرَكْنَا الصَّلَاةَ، فَإِذَا تَكَلَّمَ، تَرَكْنَا الْكَلَامَ.

”میں نے سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا زمانہ خلافت

پایا ہے، جمعہ کے دن جب امام (خطبہ کے لیے) نکلتا، تو ہم نوافل ترک کر دیتے تھے اور جب وہ خطبہ شروع کرتا، تو ہم آپس میں باتیں کرنا ترک کر دیتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5296، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علقمہ بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَمَرْتُ أَصْحَابِي أَنْ يَرْتَحِلُوا، ثُمَّ أَتَيْتُ الْمَسْجِدَ، فَجَلَسْتُ قَرِيبًا مِّنِ ابْنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِي، فَجَعَلَ يُحَدِّثُنِي وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقُلْنَا : كَذَا وَكَذَا، فَلَمَّا كَثُرَتْ، قُلْتُ لَهٗ : اسْكُتْ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : أَمَّا أَنْتَ فَلَا جُمُعَةَ لَكَ، وَأَمَّا صَاحِبُكَ فَحِمَارٌ .

”ہم جمعہ کے دن مدینہ آئے، میں نے اپنے ساتھیوں کو روانگی کا کہہ دیا، پھر میں مسجد میں آیا اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب ہو کر بیٹھ گیا، اتنے میں میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص آیا اور خطبہ کے دوران ہی میرے ساتھ باتیں کرنے لگا، جب باتیں زیادہ ہو گئیں، تو میں نے اسے کہا: خاموش ہو جاؤ، پھر جب ہم نے نماز جمعہ پڑھ لی، تو میں نے یہ بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا تو کوئی جمعہ نہ ہوا اور جو آپ کا ساتھی ہے، وہ گدھا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5303، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَتَكَلَّمُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَرَمَاهُ بِحَصًى، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهِ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى فِيهِ .

”آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو باتیں کرتے دیکھا، جبکہ امام خطبہ جمعہ دے رہا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کنکری ماری، جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا (اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا)۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5218، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَأَى رَجُلَيْنِ يَتَحَدَّثَانِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَحَصَبَهُمَا أَنِ اصْمُتَا .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ دو شخص دوران خطبہ بات کر رہے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش کرانے کے لیے کنکری ماری۔“

(موطأ الإمام مالك :104/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: لوہے کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟

جواب: لوہے کی انگوٹھی پہنی جا سکتی ہے، ممانعت یا کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَزَلْ أَسْمَعُ أَنَّ الْحَدِيدَ مَكْرُوهٌ، فَأَمَّا غَيْرُهٗ فَلَا .

”میں نے ہمیشہ یہی سنا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے، البتہ دیگر دھاتوں کی انگوٹھی میں کوئی حرج نہیں۔“

(الجامع لعبد اللّٰه بن وهب، ص 697)

کراہت شرعی حکم ہے، جس کے لیے شرعی دلائل درکار ہیں، جبکہ لوہے کی انگوٹھی کی کراہت پر جو بھی دلائل پیش کیے جاتے ہیں، وہ اُصول محدثین کی روشنی میں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔لہٰذا مسئلہ اپنی اباحت پر ہے۔

سوال: بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینا کیسا ہے؟

جواب: جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر دینا مستحب ہے، بغیر عذر بیٹھ کر خطبہ دینا خلاف سنت ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾(الجمعة : ١١)

''وہ آپ کو (منبر پر) کھڑے چھوڑ گئے۔''

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ .

''نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہو جاتے، جیسا کہ اب آپ لوگ کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 920، صحيح مسلم :861)

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ وَيَقْرَأُ آيَاتٍ وَّيَذْكُرُ اللّٰهَ .

''نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر

کھڑے ہو کر آیات تلاوت کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ آپ کا خطبہ اور نماز درمیانہ ہوا کرتا تھا۔‘‘

(صحیح مسلم: 862، المنتقی لابن الجارود: 296)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوا يَخْطُبُونَ قِيَامًا، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طَالَتِ الْخُطْبَةُ، وَكَثُرَتِ الْمَقَادِيرُ، فَخَطَبَ قَائِمًا ثُمَّ قَعَدَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْأُخْرٰى قَائِمًا ثُمَّ نَزَلَ فَلَمَّا كَانَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ رَجُلًا عَظِيمَ الْعَجِيزَةِ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الْأُولٰى قَاعِدًا، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الْأُخْرٰى قَائِمًا ثُمَّ نَزَلَ.

’’نبی کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا، تو خطبہ طویل ہو گیا اور اس کا دورانیہ بڑھ گیا، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے، پھر (خاموش ہو کر) بیٹھ جاتے اور بات نہیں کرتے تھے، پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ بھی کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے، پھر جب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا دور آیا، تو (بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے) ان کا پیٹ بڑھ گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ (اس عذر میں) پہلا خطبہ بیٹھ کر ارشاد فرماتے، پھر کھڑے

ہوتے اور دوسرا خطبہ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے، پھر نیچے اتر آتے۔‘‘

(تاريخ المدينة لابن شبة : 963/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ صالح بن نبہان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَكَانَ مَرْوَانُ اسْتَخْلَفَهٗ عَلَى الْمَدِينَةِ فَكَانَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ، وَيَجْلِسُ جِلْسَتَيْنِ .

’’مروان بن حکم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا، میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ (کھڑے ہو کر) دو خطبے ارشاد فرماتے تھے اور دو مرتبہ بیٹھتے تھے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5188، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

الَّذِي عَلَيْهِ عَمَلُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ مَا يَفْعَلُهُ الْأَئِمَّةُ، وَهُوَ جُلُوسُ الْإِمَامِ عَلَى الْمِنْبَرِ أَوَّلَ مَا يَرْقِي إِلَيْهِ، وَيُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ وَالْإِمَامُ جَالِسٌ، فَإِذَا فَرَغَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْأَذَانِ قَامَ الْإِمَامُ فَخَطَبَ خُطْبَةً، ثُمَّ جَلَسَ وَهُوَ فِي حَالِ جُلُوسِهٖ غَيْرُ خَاطِبٍ وَّلَا يَتَكَلَّمُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يَنْزِلُ عِنْدَ فَرَاغِهٖ .

’’تمام علاقوں کے اہل علم ائمہ کا عمل یہ ہے کہ امام منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتا ہے، مؤذن اذان دیتا ہے، امام بیٹھا ہوتا ہے، جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا ہے، تو امام کھڑا ہوتا ہے اور خطبہ دیتا ہے، پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس دوران

خطاب یا کلام نہیں کرتا، پھر کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اتر آتا ہے۔‘‘

(الأوسط في السّنن والإجماع : 4/58)

سوال: کیا جہنم کو اول روز سے ہی ایسا بنایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جہنم کو خود پیدا کیا اور اس کے گرد خواہشات کی باڑ لگائی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَجَاءَ هَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ : فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ : اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .

''جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی تخلیق کی، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جنت کا نظارہ کیجئے کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کیا تیار کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام گئے اور جنت کے نظارے کیے اور اس میں تیار نعمتوں کو دیکھا، واپس آئے اور عرض کیا: (اے رب!) تیری عزت کی قسم! جو بھی اس جنت کے بارے میں سن لے گا، وہ اس میں ضرور داخل ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مشقتوں کی باڑ لگا دی جائے۔ پھر (جبریل سے) فرمایا: اب جائیے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیجئے۔ تو جبریل علیہ السلام جنت کی طرف لوٹے، دیکھا کہ وہ مشقتوں میں گھری ہوئی ہے، واپس آئے اور عرض کیا: (رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جہنم کی طرف جائیے اور اس کے مناظر دیکھئے۔ (وہ اتنی ہولناک تھی کہ) اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام واپس آئے اور عرض گزار ہوئے: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو اس کے بارے میں سن لے، وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ کے حکم سے جہنم کو شہوتوں کی باڑ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جا کر دیکھئے، جبریل گئے (اور دیکھا) پھر عرض کیا: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا۔''

(سنن أبي داود: 4744، سنن النّسائي: 3763، سنن التّرمذي: 2560، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۷۳۹۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۷۱) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ

نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: بغیر ٹوپی کے عمامہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھا جا سکتا ہے، کراہت پر کوئی معتبر دلیل نہیں، اس بارے میں مروی روایت سخت ضعیف ہے۔

❀ سیدنا رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ .

"ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ایک فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنا ہے۔"

(سنن أبي داود : 4078، سنن التّرمذي : 1784)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابو جعفر بن محمد بن رکانہ مجہول ہے۔

② محمد بن رکانہ بھی مجہول ہے۔

③ ابو الحسن عسقلانی مجہول ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ، لَا يُعْرَفُ سَمَاعُ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ .

"اس روایت کی سند مجہول ہے، اس کے بعض راویوں کا بعض سے سماع بھی معروف نہیں ہے۔"

(التّاريخ الكبير :82/1)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ، وَلَا نَعْرِفُ أَبَا الْحَسَنِ

الْعَسْقَلَانِيَّ، وَلَا ابْنَ رُكَانَةَ .

”یہ حدیث غریب ہے، اس کی سند ثابت نہیں۔ ابوالحسن عسقلانی اور محمد بن رکانہ کو ہم نہیں پہچانتے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 1784)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِ خَبَرِهِ نَظَرٌ .

”رکانہ کی حدیث کی سند محل نظر ہے۔“

(الثّقات : 130/3)

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے۔

(بَيان الوَهم والإيهام : 287/3)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”مرسل“ کہا ہے۔

(تهذيب الأسماء واللُّغات : 192/1)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهٗ .

”محمد بن رکانہ کی حدیث ثابت نہیں۔“

(ميزان الاعتدال : 546/3)

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(المَقاصد الحَسَنة، ص 466)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعَمَائِمِ، وَبِغَيْرِ الْعَمَائِمِ وَيَلْبَسُ وَيَلْبَسُ الْعَمَائِمَ بِغَيْرِ قَلَانِسَ .

''رسول اللہ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے، کبھی بغیر عمامہ کے بھی ٹوپی پہنتے تھے، اسی طرح ٹوپی کے ساتھ عمامہ پہنتے اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ پہنتے تھے۔''

(مُختصر تاریخ دِمشق لابن منظور : 364/2)

باوجود بسیار کوشش کے اس کی سند نہیں مل سکی۔

سوال : کیا بچہ اٹھا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب : بچے کی کپڑے اور جسم پاک ہے، تو اسے اٹھا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

❀ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَصَلَّى، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا .

''نبی کریم ﷺ ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے، (نبی رضی اللہ عنہما کی نواسی) اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کندھوں پر سوار تھیں، نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی، جب رکوع کو جاتے، تو اُمامہ رضی اللہ عنہا کو نیچے اُتار دیتے اور جب رکوع سے اٹھتے، تو اُمامہ رضی اللہ عنہا کو بھی اٹھا لیتے۔''

(صحيح البخاري : 5996)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں :

بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ عَلٰى عَاتِقِهٖ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِهَا.

''ایک دفعہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ نے اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا، اُمامہ کی ماں نبی کریم ﷺ کی بیٹی زینب ہیں۔ وہ چھوٹی بچی تھیں، جنہیں آپ ﷺ نے اپنے کندھے پر سوار کیا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، تو اُمامہ آپ ﷺ کے کندھوں پر ہی تھیں، آپ ﷺ رکوع جاتے، تو امامہ کو نیچے اُتار دیتے اور اُٹھتے، تو واپس کندھوں پر بٹھا لیتے، نماز مکمل ہونے تک آپ ﷺ ایسا ہی کرتے رہے۔''

(سنن أبي داود: 918، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شداد بن ہاد، لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ [وَالصَّوَابُ: الْعَشِيِّ] وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهٗ، ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلّٰى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهٖ سَجْدَةً أَطَالَهَا، قَالَ أَبِي: فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُودِي، فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحٰى إِلَيْكَ، قَالَ : كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلٰكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ .

''رسول اللہ ﷺ نماز ظہر یا عصر کے لیے تشریف لائے، آپ ﷺ نے حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھایا ہوا تھا، نماز کے لیے آگے بڑھے، تو نواسے کو نیچے بٹھا دیا، پھر نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز کی امامت فرمائی، دوران نماز آپ ﷺ نے ایک سجدہ بہت لمبا کر دیا، تو (شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے سجدے سے سر اٹھا کر دیکھا کہ بچہ رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر بیٹھا ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ سجدے میں ہیں۔ (یہ دیکھ کر) میں دوبارہ سے سجدے میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھا دی، تو صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز میں آپ نے ایک سجدہ بہت لمبا کر دیا تھا، ہم نے سمجھا کہ کوئی ناخوش گوار واقع رونما ہو گیا ہے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا کچھ نہیں ہوا، بلکہ میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا، تو میں نے یہ پسند نہ کیا کہ میں اسے جلدی سے نیچے اُتار دوں، (بلکہ یہ چاہا کہ) وہ پوری طرح اپنا دل خوش کر لے۔''

(مسند الإمام أحمد : 493/3، سنن النسائي :1141، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ، أَخَذَهُمَا بِيَدِهٖ مِنْ خَلْفِهٖ أَخْذًا رَفِيقًا، فَيَضَعُهُمَا عَلَى الْأَرْضِ، فَإِذَا عَادَ عَادَا، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ، أَقْعَدَهُمَا عَلٰى فَخِذَيْهِ، قَالَ : فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرُدُّهُمَا، فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ، فَقَالَ لَهُمَا : الْحَقَا بِأُمِّكُمَا، قَالَ : فَمَكَثَ ضَوْؤُهَا حَتّٰى دَخَلَا .

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے، تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھانے لگے، تو پیچھے ہاتھ کر کے انہیں نرمی سے پکڑا اور نیچے اُتار دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سجدے کو گئے، تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی دوبارہ کمر پر سوار ہو گئے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی۔ پھر دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں انہیں گھر چھوڑ آؤں؟ (فرمایا: نہیں) اسی اثنا میں ایک روشنی چلنے لگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: آپ اپنی والدہ کے پاس چلے جائیں، (وہ چلے، تو روشنی بھی ساتھ چلی) جب تک حسنین کریمین رضی اللہ عنہما (اپنی والدہ کے پاس گھر میں) داخل نہیں ہوئے، تب تک روشنی ان کے ساتھ رہی۔“

(مسند الإمام أحمد : 10659، النّفقة على العيال لابن أبي الدّنيا : 220، المُعجم

الکبیر للطّبراني : 2659، المستدرك للحاکم : 4782، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے، اسی طرح اگر بچہ نماز کے دوران کندھے پر چڑھ جائے، تو نماز میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

أَيَأْخُذُ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ وَهُوَ يُصَلِّي قَالَ : نَعَمْ .

''کیا کوئی شخص نماز میں اپنے بچے کو اٹھا سکتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(التّمهيد لابن عبد البرّ : 94/20)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ ثَبَتَ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ مَنْسُوخٍ مَا جَازَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُولَ : إِنِّي لَا أُحِبُّ فِعْلَ مِثْلِ ذٰلِكَ .

''جب ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہے، تو کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں ایسا کرنا پسند نہیں کرتا۔''

(التّمهيد : 94/20)

یہ حدیث صحیح اور غیر منسوخ ہے، لہٰذا قابل عمل ہے۔

سوال: خطبہ مختصر ہو یا طویل؟

جواب: خطبہ مختصر کرنا مستحب ہے، تا کہ سامعین اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔

❁ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ، وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا.

”نماز لمبی پڑھانا اور خطبہ مختصر دینا آدمی کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے۔ نماز لمبی پڑھایا کریں اور خطبہ مختصر دیا کریں، بعض بیان سحر طاری کر دیتے ہیں۔“

(صحیح مسلم : 869)

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ وَيَقْرَأُ آيَاتٍ وَّيَذْكُرُ اللّٰهَ وَكَانَتْ خُطْبَتُهُ قَصْدًا وَّصَلَاتُهُ قَصْدًا.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہو کر آیات تلاوت کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ آپ کا خطبہ اور نماز درمیانہ ہوا کرتا تھا۔“

(صحیح مسلم : 866، المُنتقی لابن الجارود : 296)

سوال: مانگ نکالنا کیسا ہے؟

جواب: سر کے بالوں کو سیدھا لٹکانا بھی جائز ہے اور مانگ نکالنا بھی، البتہ مانگ نکالنا مستحب اور افضل ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ،

وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُوسَهُمْ، فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ، ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ.

''نبی کریم ﷺ کو (رب تعالیٰ کی طرف سے) جن اُمور میں کوئی حکم نہیں دیا جاتا تھا، ان میں اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے، اہل کتاب اپنے بالوں کو (پیشانی پر) لٹکاتے تھے، جبکہ مشرکین سر میں مانگ نکالتے تھے، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے پیشانی پر بال لٹکانا شروع کر دیا، بعد میں مانگ نکالنا شروع کر دی۔''

(صحيح البخاري : 5917، صحيح مسلم : 2336)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

الْحَاصِلُ أَنَّ الصَّحِيحَ الْمُخْتَارَ جَوَازُ السَّدْلِ وَالْفَرْقِ وَأَنَّ الْفَرْقَ أَفْضَلُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح اور مختار مؤقف یہی ہے کہ بالوں کو پیشانی پر لٹکانی بھی جائز ہے اور مانگ نکالنا بھی، البتہ مانگ نکالنا افضل ہے، واللہ اعلم!''

(شرح مسلم : 90/15، المَجموع : 295/1)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

صَارَ الْفَرْقُ شِعَارَ الْمُسْلِمِينَ، وَكَانَ مِنَ الشُّرُوطِ عَلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ أَنْ لَّا يَفْرِقُوا شُعُورَهُمْ.

''مانگ نکالنا مسلمانوں کا شعار بن چکا ہے، لہٰذا اہل ذمہ پر یہ شرط بھی لگائی جائے گی کہ وہ بالوں کی مانگ نہیں نکالیں گے۔''

(اقتضاء الصّراط المُستقيم :466/1)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنَّ السِّرَّ فِي ذٰلِكَ أَنَّ أَهْلَ الْأَوْثَانِ أَبْعَدُ عَنِ الْإِيمَانِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلِأَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَمَسَّكُونَ بِشَرِيعَةٍ فِي الْجُمْلَةِ فَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَتَهُمْ لِيَتَأَلَّفَهُمْ وَلَوْ أَدَّتْ مُوَافَقَتُهُمْ إِلٰى مُخَالَفَةِ أَهْلِ الْأَوْثَانِ فَلَمَّا أَسْلَمَ أَهْلُ الْأَوْثَانِ الَّذِينَ مَعَهُ وَالَّذِينَ حَوْلَهُ وَاسْتَمَرَّ أَهْلُ الْكِتَابِ عَلٰى كُفْرِهِمْ تَمَحَّضَتِ الْمُخَالَفَةُ لِأَهْلِ الْكِتَابِ .

''اس مخالفت میں راز یہ تھا کہ اہل کتاب کی بہ نسبت مشرکین ایمان سے زیادہ دور تھے، نیز اہل کتاب بنیادی طور پر کسی شریعت کے پیرو تھے، اس لیے نبی کریم ﷺ اہل کتاب کی ہی موافقت کو پسند کرتے تھے، تا کہ ان کی تالیف قلبی ہو، خواہ ان کی موافقت سے مشرکوں کی مخالفت لازم آئے، پھر جب آپ ﷺ کے پاس اور ارد گرد کے مشرکین مسلمان ہو گئے اور اہل کتاب اپنے کفر پر مصر رہے، تو یہ مخالفت اہل کتاب کے لیے خاص ہو گئی۔''

(فتح الباري : 362/10)

✿✿✿✿✿✿✿

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا خطبہ دیتے ہوئے ہاتھ کے اشارے کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: خطبہ دیتے ہوئے ہاتھ یا انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ جا سکتا ہے، اشاروں سے بات جلدی سمجھ آتی ہے، یہ حرکت اتنی زیادہ نہ ہو کہ سامعین کی گفتگو پر توجہ ہی نہ رہے۔ بعض خطبا کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ جذبات میں آتے ہیں، تو اپنا ہوش کھو دیتے ہیں اور زور زور سے اشارے کرتے ہیں، کئی تو زور زور سے ہاتھ منبر یا سامنے پڑی کسی شے پر مارتے ہیں، یہ ادب کے مناسب نہیں۔

❁ سیدنا عمارہ بن رؤیبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

رَأَى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ، فَقَالَ : قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ، لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيدُ عَلٰى أَنْ يَقُولَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ .

”آپ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان رحمہ اللہ کو منبر پر (اشارہ کرتے ہوئے مبالغہ کے ساتھ) دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: اللہ ان ہاتھوں کو برباد کر دے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُنگشت شہادت سے زائد اشارہ نہیں کرتے تھے۔“

(صحیح مسلم : 874)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ، سماک بن حرب رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لَهُ : كَيْفَ كَانَ يَخْطُبُ النُّعْمَانُ؟ قَالَ : كَانَ يَلْمَعُ بِيَدِهِ قَالَ : وَكَانَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ إِذَا خَطَبَ ضَمَّ يَدَهُ عَلَى فِيهِ .

''میں نے سماک بن حرب رحمہ اللہ سے پوچھا: سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کیسے خطبہ دیتے تھے؟ فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ دوران خطبہ ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ نیز سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ جب خطبہ ارشاد فرماتے، تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5208، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: خطبہ جمعہ میں سامعین کس طرف چہرہ کریں گے؟

جواب: خطبہ جمعہ کے دوران سامعین کو چاہیے کہ وہ مکمل توجہ خطیب کی طرف رکھیں، اپنا چہرہ ادھر اُدھر پھیرنے کے بجائے خطیب کی طرف دیکھیں، بعض لوگ سارے خطبہ میں نیچے سر جھکا کر بیٹھے رہتے ہیں، نتیجتاً ان پر اُونگھ اور نیند طاری ہو جاتی ہے، لہٰذا خطبہ کے دوران خطیب کی طرف دیکھنا چاہیے، تاکہ پوری توجہ خطبہ میں رہے۔

❁ مستمر بن ریان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسًا عِنْدَ الْبَابِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَدِ اسْتَقْبَلَ الْمِنْبَرَ .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن (دوران خطبہ) پہلے دروازے کے پاس بیٹھے دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے منبر کی طرف رُخ کیا ہوا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5233، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

”مسنون یہ ہے کہ جمعہ کے دن (دوران خطبہ) امام کی طرف رُخ کیا جائے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5229، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

سُنَّةٌ مَسْنُونَةٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا أَعْلَمُهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِي ذٰلِكَ وَإِنْ كُنْتُ لَا أَعْلَمَ فِيهَا حَدِيثًا مُسْنَدًا .

”(دوران خطبہ امام کی طرف منہ کرنا) اہل علم کے نزدیک مسنون مستحب عمل ہے، میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس بارے میں اختلاف کیا ہو، اگرچہ اس باب میں مجھے کسی مرفوع (صحیح) حدیث کا علم نہیں۔“

(الاستذکار : 50/2)

سوال: نماز عید کا وقت کیا ہے؟

جواب: نماز عید کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے، البتہ اول وقت میں ہی ادا کرنی چاہیے۔ بلا وجہ تاخیر درست نہیں۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا .

”ہم اس (عید کے) دن سب سے پہلے نماز (عید) ادا کریں گے، پھر واپس

جا کر قربانی ذبح کریں گے، جس نے ایسا کیا، اس نے ہماری سنت کو پالیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 951، صحيح مسلم : 1961)

اس حدیث کے عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز عید جلدی ادا کرنی چاہیے، بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

❁ یزید بن خمیر رحبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ، صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ فِي يَوْمِ عِيدِ فِطْرٍ، أَوْ أَضْحٰى، فَأَنْكَرَ إِبْطَاءَ الْإِمَامِ، فَقَالَ : إِنَّا كُنَّا قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ، وَذٰلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ .

’’صحابی رسول ﷺ سیدنا عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے نکلے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے امام کی تاخیر پر نکیر فرمائی اور فرمایا: اس وقت تو ہم نماز عید پڑھ کر فارغ ہو چکے ہوتے تھے۔ نماز عید اس وقت پڑھی جاتی تھی، جب (طلوع آفتاب کے بعد) چاشت کا وقت ہوتا ہے۔‘‘

(سنن أبي داود : 1135، سنن ابن ماجه : 1317، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱۰۹۲) نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَغْدُو كَمَا هُوَ إِلَى الْمُصَلّٰى .

’’سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز فجر مسجد نبوی میں ادا فرماتے، پھر اسی حالت میں

عیدگاہ کی طرف چلے جاتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5610، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یزید بن ابی عبید اسلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ خَرَجَ فَخَرَجْتُ مَعَهٗ حَتّٰى أَتَيْنَا الْمُصَلّٰى فَجَلَسَ وَجَلَسْتُ حَتّٰى جَاءَ الْإِمَامُ .

”میں نے سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی میں نماز فجر ادا کی، پھر آپ رضی اللہ عنہ (نماز عید کے لیے) نکلے، میں نے آپ کے ساتھ ہولیا، یہاں تک کہ ہم عیدگاہ پہنچ گئے، آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، میں بھی بیٹھ گیا، تا آنکہ امام (نماز عید پڑھانے کے لیے) آ گیا۔“

(أحكام العيدين للفِريابي، ص 104، 233، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَنْصَرِفُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ مِنَ الصُّبْحِ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ فِي يَوْمِ عِيدٍ، حَتّٰى يَأْتِيَ الْمُصَلّٰى عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَيَجْلِسُ عِنْدَ الْمِصْرَاعَيْنِ .

”آپ رحمہ اللہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے ہمراہ عید کے دن نماز فجر سے سلام پھیرنے کے بعد (عید پڑھنے کے لیے) نکل پڑتے، یہاں تک کہ کثیر بن صلت رحمہ اللہ کے گھر کے قریب عیدگاہ میں پہنچ جاتے اور دروازے کے کواڑ کے قریب بیٹھ جاتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :5611، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ صفات اور عقائد میں کیسے تھے؟

جواب: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ عقائد اور صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ ومنہج پر تھے۔ آپ رحمہ اللہ صفات کا اثبات کرتے تھے اور اس کا انکار اور تاویل کرنے والوں پر شدید رد کرتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی کتاب غنیۃ الطالبین اس پر روشن دلیل ہے۔

✿ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لِلشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَلَامٌ حَسَنٌ فِي التَّوْحِيدِ، وَالصِّفَاتِ، وَالْقَدَرِ، وَفِي عُلُومِ الْمَعْرِفَةِ مُوَافِقٌ لِّلسُّنَّةِ،......... وَكَانَ مُتَمَسِّكًا فِي مَسَائِلِ الصِّفَاتِ، وَالْقَدَرِ، وَنَحْوِهِمَا بِالسُّنَّةِ، بَالِغًا فِي الرَّدِّ عَلٰى مَنْ خَالَفَهَا، قَالَ فِي كِتَابِهِ [الْغُنْيَةِ] الْمَشْهُورِ : وَهُوَ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ، مُحْتَوٍ عَلَى الْمُلْكِ مُحِيطٌ عِلْمُهٗ بِالْاَشْيَاءِ : ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾(فاطر : ١٠) ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾(السجدة : ٥)، وَلَا يَجُوزُ وَصْفُهٗ بِأَنَّهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ، بَلْ يُقَالُ : إِنَّهٗ فِي السَّمَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، كَمَا قَالَ : ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥) وَذَكَرَ آيَاتٍ

وَّاَحَادِيثَ، إِلٰى أَنْ قَالَ : وَيَنْبَغِي إِطْلَاقُ صِفَةِ الِاسْتِوَاءِ مِنْ غَيْرِ تَاْوِيلٍ، وَأَنَّهُ اسْتِوَاءُ الذَّاتِ عَلَى الْعَرْشِ، قَالَ : وَكَوْنُهٗ عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُورٌ فِي كُلِّ كِتَابٍ أُنْزِلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أُرْسِلَ، بِلَا كَيْفٍ، وَذَكَرَ كَلَامًا طَوِيلًا، وَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا فِي سَائِرِ الصِّفَاتِ ....

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے توحید، صفاتِ باری تعالیٰ، قضاء وقدر اور علومِ معرفت کے بارے میں سنت کے موافق گفتگو فرمائی ہے۔ آپ رحمہ اللہ صفات ِباری تعالیٰ اور تقدیر وغیرہ کے مسائل میں سنت کو لازم پکڑتے تھے اور مخالفینِ سنت کا سختی سے ردّ فرماتے تھے۔......آپ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ وہ تمام کائنات پر حاوی ہے اور اس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ (فاطر 35 : 10)، نیز فرمایا:﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ (السجدة 32 : 5)۔ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ رکھنا حرام ہے، عقیدہ یہ رکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰهٰ 20: 5)۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اور بھی کئی آیات

واحادیث ذکر کی ہیں۔ پھر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی صفتِ استواء کو بغیر تاویل کے تسلیم کیا جائے گا۔ یہ عرش پر ذاتِ باری تعالیٰ کا استواء ہے۔ شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا ہر مرسل نبی پر نازل شدہ کتاب میں درج ہے۔ اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ پھر شیخ نے لمبی بحث کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے باقی صفات کے بارے میں بھی کتاب و سنت کے مطابق بات کی ہے......۔''

(ذيل طَبَقات الحنابلة : 2/199-200)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

وَقَعَ فِي [الْغُنْيَةِ] لِلْقُطْبِ الرَّبَّانِيِّ السَّيِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِيِّ أَنَّهٗ لَمَّا ذَكَرَ الْفِرَقَ الضَّالَّةَ، قَالَ : وَأَمَّا الْحَنَفِيَّةُ، فَفِرْقَةٌ مِّنَ الْمُرْجِئَةِ، وَهُمْ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ نُعْمَانَ بْنِ ثَابِتٍ .

''قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں گمراہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ احناف جو کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے اصحاب ہیں، وہ (گمراہ فرقے) مرجیہ کا ایک گروہ ہیں۔''

(شرح مُسند أبي حنيفة : 454، مِرقاة المَفاتيح : 4/1501، ح : 2199)

سوال: پانی سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟

جواب: پانی سے استنجاء کرنا مشروع و مستحب ہے، ڈھیلے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں، البتہ پانی سے استنجاء کرنا مختار ہے، پتھر استعمال کر کے پانی سے استنجاء کرنا بھی درست اور صحیح ہے، اس سے دونوں سنتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، أَجِيءُ أَنَا وَغُلَامٌ، مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ، يَعْنِي يَسْتَنْجِي بِهِ.

”نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے، تو میں اور ایک غلام بھی ساتھ جاتے، ہمارے پاس پانی کا برتن ہوتا تھا، جس سے آپ ﷺ استنجاء کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري: 151، صحيح مسلم: 271)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ؛ قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ. قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ.

”دس خصائل فطرت ہیں: (۱) مونچھیں کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) انگلیوں کے جوڑ دھونا، (۷) بغلوں کے بال نوچنا، (۸) زیر ناف بال مونڈنا، (۹) پانی سے استنجا کرنا۔ دسویں چیز راوی (مصعب) بھول گئے ہیں، کہتے ہیں: شاید وہ کلی ہو۔“

(صحيح مسلم: 261)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ، يَخْتَارُونَ الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ، وَإِنْ كَانَ الْاِسْتِنْجَاءُ بِالْحِجَارَةِ يُجْزِئُ عِنْدَهُمْ، فَإِنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ، وَرَأَوْهُ أَفْضَلَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

''اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے، وہ پانی سے استنجاء کرنے کو پسند کرتے ہیں، اگرچہ ان کے نزدیک ڈھیلے استعمال کرنا بھی جائز ہے، مگر وہ پانی سے استنجا کرنا مستحب اور افضل سمجھتے ہیں۔ امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 19)

تنبیہ:

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

سُئِلَ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ فَقَالَ : إِذًا لَا تَزَالُ يَدَيَّ فِي نَتَنٍ .

''آپ رضی اللہ عنہ سے پانی سے استنجا کی بابت پوچھا گیا، تو فرمایا: تب تو میرے ہاتھ گندگی میں ہی رہیں گے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 1635، الأوسط لابن المُنذر : 300)

سند ضعیف ہے۔

① اعمش کا عنعنہ ہے۔

② ابراہیم بن یزید نخعی کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ غَاسِلَ اسْتِهٖ .

''اپنی شرمگاہ کو دھونے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔''

(الأوسط لابن المُنذر :301)

باطل روایت ہے۔ سہیل بن ذکوان ابوسندی مکی متروک وکذاب ہے۔

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

مَرَّ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ بِرَجُلٍ يَبُولُ فَغَسَلَ أَثَرَ الْبَوْلِ، فَقَالَ سَعْدٌ : لِمَ تَزِيدُونَ فِي دِينِكُمْ مَا لَيْسَ مِنْهُ؟ .

''سیدنا سعد بن مالک (ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا، جو پیشاب کے بعد پانی بہا رہا تھا، تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ دین میں اس شے کا اضافہ کیوں کرتے ہو، جو اس کا حصہ ہے ہی نہیں۔''

(الأوسط لابن المُنذر : 303)

سند ضعیف ہے۔ عامر شعبی کا سیدنا سعد بن مالک ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوسکا، ایک دوسری روایت میں شعبی نے سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے ''رجل'' کے واسطہ کے ساتھ روایت کی ہے، جو انقطاع پر ایک قرینہ ہے، مزید یہ کہ عامر شعبی ارسال کرتے ہیں، کسی نے ان کا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں کیا۔

سوال: کیا راہِ حق میں جان قربان کرنے والے کے سبھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟

جواب: یقیناً شہادت بہت بڑا منصب ہے۔ جو دلیر مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے رتبہ شہادت پر فائز ہوجائے، وہ یقیناً معافی کے لائق

ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

مگر حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہے، کسی کا مال غصب کرنا، کسی کا حق مارنا، کسی کو قتل کرنا، کسی کی عزت لوٹنا یا وہ تمام گناہ جن کا تعلق انسانوں کے حقوق سے ہے، ان کا ارتکاب بہت بڑا جرم ہے، ایسے گناہ شہید کو بھی نہیں بخشے جائیں گے، باقی جو حقوق اللہ سے متعلق گناہ ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے گا، اسے بخش دے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يُكَفِّرُ الذُّنُوبَ كُلَّهَا غَيْرَ الْأَمَانَةِ، يُؤْتٰى بِالشَّهِيدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَيُقَالُ : أَدِّ أَمَانَتَكَ، فَيَقُولُ : مِنْ أَيْنَ أُؤَدِّيهَا فَقَدْ ذَهَبَتِ الدُّنْيَا، قَالَ : فَقَالَ : اذْهَبُوا بِهٖ إِلَى الْهَاوِيَةِ، حَتّٰى إِذَا انْتُهِيَ بِهٖ إِلٰى قَرَارِ الْهَاوِيَةِ، مُثِّلَتْ لَهٗ أَمَانَتُهٗ كَهَيْئَةِ يَوْمَ ذَهَبَتْ، فَيَحْمِلُهَا، فَيَضَعُهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَيَصْعَدُ فِي النَّارِ، حَتّٰى إِذَا رَأَى أَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ مِنْهَا هَوَتْ، وَهَوٰى فِي إِثْرِهَا أَبَدَ الْآبِدِينَ، ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ : ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾(النّساء : ٥٨)

”راہ خدا میں جان قربان کرنے سے سارے کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، سوائے امانت کے۔ (روز قیامت) شہید کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ امانت ادا کرو، وہ کہے گا: میں کہاں سے امانت کی ادئیگی کروں، دنیا تو ختم ہو چکی ہے؟! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسے ہاویہ (جہنم کی ایک وادی) کی

طرف لے جاؤ، حتیٰ کہ جب اسے ہاویہ (جہنم) کے پیندے میں لے جایا جائے گا، تو اس کے سامنے امانت اسی شکل میں موجود ہوگی، جس شکل میں اس نے (دنیا میں) امانت پر قبضہ کیا تھا۔ وہ امانت کو اٹھا کر کندھوں پر لادلے گا اور جہنم سے اوپر چڑھتا جائے گا، حتی کہ جب اسے لگے گا کہ وہ بس باہر نکلنے ہی والا ہے، تو امانت گر جائے گی، اس کے پیچھے وہ بھی (جہنم میں) گر جائے گا۔ یہ معاملہ ابدالاباد تک ہوتا رہے گا۔ پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾ (النّساء : ٥٨) ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کردو۔''

(المَطالب العالية لابن حجَر : 3574، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا اسلحہ پر پابندی لگائی جاسکتی ہے؟

جواب: اسلحہ حفاظت کے لیے ہوتا ہے، جس کی شرعاً اجازت ہے، مگر جب لوگ اس کا غلط استعمال کریں اور عوام الناس میں اسلحہ سے خوف وہراس پھیلے یا کرائم میں اضافہ ہوتا نظر آئے، تو حاکم وقت کو چاہیے کہ اسلحہ رکھنے پر پابندی لگا دے، لوگوں کی جان بچانے اور قتل وغارت سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ اقدام نہایت ضروری ہے۔

رہا ان لوگوں کا معاملہ جو اسلحہ صرف اپنے مال وجان کی حفاظت کے لیے رکھتے ہیں، تو ریاست کو چاہیے کہ انہیں حفاظت دیں، پھر جب لوگوں کے پاس اسلحہ ہی نہیں ہوگا، تو دوسروں کی جان ومال کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا۔

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنَزَلْتُ، فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُودُهُ، فَقَالَ الْحَجَّاجُ : لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ : وَكَيْفَ؟ قَالَ : حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَّمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ .

”میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے تلوے میں نیزے کی نوک چبھی اور آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں رکاب کے ساتھ چمٹ گیا، چنانچہ میں نیچے اترا اور اسے پاؤں سے نکالا، یہ منیٰ کا واقعہ ہے۔ حجاج (بن یوسف) کو خبر ہوئی، تو وہ عیادت کے لیے آیا، حجاج نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کس نے آپ کو زخمی کیا (تو ہم اسے کڑی سزا دیں گے)۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو نے مجھے زخمی کیا۔ حجاج نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا: تو نے ایسے دن میں اسلحہ ساتھ رکھنا شروع کیا کہ جس دن اسلحہ ساتھ نہیں رکھا جاتا تھا اور تو نے اسلحہ حرم میں داخل کیا، جبکہ حرم میں اسلحہ نہیں لایا جاتا تھا۔“

(صحيح البخاري : 966)

ثابت ہوا کہ جب اسلحہ دوسروں کے لیے خطرہ بن جائے، تو اس پر پابندی لگائی جانی چاہیے، ورنہ جو بھی نقصان ہوگا، اس کا ذمہ دار اسلحہ کی اجازت دینے والا حکمران بھی ہوگا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

سوال: نماز عید کے لیے نکلتے وقت تکبیرات پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کے لیے نکلتے وقت تکبیرات پڑھنا مستحب ہے۔ صحابہ و تابعین کے عمل سے ثابت ہے۔ نماز عید کے لیے نکلتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرات پڑھنی چاہییں۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْدُو إِلَى الْعِيدِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمُصَلّٰى، وَيُكَبِّرُ حَتّٰى يَأْتِيَ الْإِمَامُ.

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (نماز فجر کے بعد) مسجد سے ہی نماز عید کے لیے چلے جاتے، (راستے میں) عید گاہ پہنچنے تک بآواز بلند تکبیرات پڑھتے رہتے، پھر جب تک امام تشریف نہ لاتا، (وہاں بیٹھ کر) تکبیرات پڑھتے رہتے۔“

(أحكام العيدين للفِريابي: 46، السّنن الكبرىٰ للبيهقي: 394/3، الرقم: 6129، المَطالب العالية لابن حَجَر: 755، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے، اسے مرفوع بیان کرنا خطا ہے۔

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيدَيْنِ إِذَا خَرَجَ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى.

”آپ رحمہ اللہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن جب نماز عید کے لیے نکلتے، تو (بآواز بلند) تکبیرات پڑھتے تھے۔“

(أحكام العيدين للفِريابي: 49، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُكَبِّرُونَ مِنْ حِينِ يَخْرُجُونَ مِنْ بُيُوتِهِمْ حَتّٰى

يَأْتُوا الْمُصَلّٰى، حَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ سَكَتُوا، فَإِذَا كَبَّرَ كَبَّرُوا.

''لوگ (صحابہ وتابعین) جب (نمازِ عید پڑھنے کے لیے) گھروں سے نکلتے، تو عید گاہ پہنچنے تک تکبیرات پڑھتے تھے، یہاں تک کہ امام تشریف لے آئے، جب امام آ جائے، تو خاموش ہو جاتے تھے، پھر جب امام تکبیرات پڑھنا شروع کرے، تو لوگ بھی پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5629، أحكام العيدين للفِريابي : 59، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نمازِ عید سے پہلے کوئی نماز مشروع ہے؟

جواب: عیدین سے پہلے خاص نوافل نہیں، نبی کریم ﷺ نے نمازِ عید سے پہلے یا بعد کوئی نوافل مشروع نہیں کیے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا.

''نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے، دو رکعات (نمازِ عید) ادا کی، نہ ان سے پہلے کوئی نماز ادا کی اور نہ بعد میں۔''

(صحيح البخاري : 989، صحيح مسلم : 884، المُنتقٰى لابن الجارود :261)

ثابت ہوا کہ نمازِ عید سے پہلے یا بعد کوئی خاص نوافل مشروع نہیں۔

البتہ چونکہ یہ نوافل کے لیے ممنوع وقت نہیں، لہٰذا اس وقت اگر کوئی مطلق نفل نماز پڑھنا چاہتا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے

نمازعید سے پہلے نوافل پڑھنا ثابت ہیں۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا .

”آپ رضی اللہ عنہ نمازعید سے پہلے اور بعد چار چار رکعت نوافل ادا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5757، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَالْحَسَنَ يُصَلِّيَانِ قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ يَعْنِي يَوْمَ الْعِيدِ .

”میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کو دیکھا، آپ دونوں عید کے دن امام کے آنے تک نوافل ادا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5760، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سلیمان بن طرخان تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَالْحَسَنَ بْنَ أَبِي الْحَسَنِ، وَجَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، وَسَعِيدَ بْنَ أَبِي الْحَسَنِ يُصَلُّونَ قَبْلَ الْإِمَامِ فِي الْعِيدِ .

”میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حسن بن ابی الحسن بصری، جابر بن زید ازدی اور سعید بن ابی الحسن رحمہم اللہ کو دیکھا، وہ سبھی عید کے دن امام کے آنے سے پہلے نوافل پڑھتے تھے۔“

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 425/3، الرقم : 6230، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن فیروز داناج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا بَرْزَةَ، يَفْعَلُهُ .

”میں نے سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے (یعنی عید کے دن امام کے آنے تک نوافل ادا کرتے رہے)۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5763، وسندهٗ صحيحٌ)

اسی طرح کئی تابعین کا بھی اسی پر عمل ہے۔

بعض صحابہ کا عمل اس کے برعکس ہے، وہ نماز عید سے پہلے اور بعد میں نوافل نہیں پڑھتے تھے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَكُنْ يُصَلِّي يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر کے دن نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔“

(موطأ الإمام مالك : 181/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز عید کے بعد چار رکعت ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: بعض سلف سے نماز عید کے بعد چار رکعت ادا کرنا ثابت ہے۔

❁ اسود بن ہلال کوفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ، فَلَمَّا صَلَّى الْإِمَامُ، قَامَ فَصَلَّى بَعْدَهَا أَرْبَعًا .

”میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ (نماز عید کے لیے) نکلا، جب امام نے نماز عید پڑھا دی، تو اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر چار

رکعت نفل ادا کیے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5753، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا .

”آپ رضی اللہ عنہ نماز عید سے پہلے اور بعد چار چار رکعت نوافل ادا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5757، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عاصم احول رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الْحَسَنَ، وَابْنَ سِيرِينَ يُصَلِّيَانِ بَعْدَ الْعِيدِ وَيُطِيلَانِ الْقِيَامَ .

”میں نے حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ کو نماز عید کے بعد نوافل پڑھتے دیکھا، جن میں آپ رحمہما اللہ لمبا قیام کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5756، وسندهٗ صحيحٌ)

اس باب میں سلف سے مزید آثار بھی آئے ہیں۔

تنبیہ:

نماز عید کے بعد گھر لوٹنے پر دو رکعت کے بارے میں منقول روایات ضعیف ہیں، ان پر تبصرہ ملاحظہ ہو:

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا، فَإِذَا رَجَعَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے، گھر واپس آ کر دو رکعتیں

ادا فرماتے۔“

(مسند الإمام أحمد : 3/28، 40، سنن ابن ماجه : 1293)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل ”ضعیف“ ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيْفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِيْنَ .

”جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(المَجموع : 1/155، تهذيب الأسماء واللُّغَات : 4/50)

❀ حافظ ابوالفتح ابن سید الناس یعمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُ لِسُوْءِ حِفْظِهٖ .

”خرابی حافظہ کے سبب اکثر محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے۔“

(فيض القدير للمَناوي : 5/527)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِيْنَ .

”جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : 1/134)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(فتح الباري : 10/10، 324)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيْفٌ، ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَابْنُ مَعِينٍ وَّأَبُو حَاتِمٍ

وَّعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُمْ.

''ضعیف ہے، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابوحاتم رازی، امام علی بن مدینی اور امام ابن خزیمہ رحمہم اللہ وغیرہم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(إتّحاف الخيرة المهرة : 458/5)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی ”کتاب التوحید“ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: امام الائمہ ابو بکر ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) سلف صالحین کے عقیدے پر کاربند تھے، اسی کے داعی تھے، اس کی مخالفت کرنے والوں پر سیف مسلول تھے، آپ رحمہ اللہ کی کتاب التوحید اس کی روشن دلیل ہے، ”کتاب التوحید“ اہل سنت کے عقیدے پر ایک مدلل اور جامع کتاب ہے، یہ اہل سنت کی نمائندہ کتاب ہے، اس میں گمراہوں کی خوب خبر لی گئی ہے، ان کے شبہات اور اعتراضات کا فور کیے۔

اسی لیے ہر دور کے اہل بدعت وضلالت کو یہ کتاب ایک آنکھ نہیں بھاتی، آئے دن اس کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں اور امام الائمہ رحمہ اللہ پر طبع آزمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

❀ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) نے لکھا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ ...... فِي الْكِتَابِ الَّذِي سَمَّاهُ بِالتَّوْحِيدِ، وَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ كِتَابُ الشِّرْكِ ...... لِأَنَّهُ كَانَ رَجُلًا مُضْطَرِبَ الْكَلَامِ، قَلِيلَ الْفَهْمِ، نَاقِصَ الْعَقْلِ.

”جان لیجئے کہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ (رحمہ اللہ) نے ”کتاب التوحید“ نامی

کتاب تصنیف کی، جو حقیقت میں کتاب الشرک ہے۔...... کیونکہ ابن خزیمہ (رحمہ اللہ) ایسا شخص تھا، جس کی کلام میں اضطراب ہے، کم فہم اور ناقص العقل ہے۔''

(تفسیر الرّازي : 582/27)

علامہ رازی اہل سنت کے عقیدہ پر نہیں تھے، اس لیے کتاب التوحید کو کتاب الشرک قرار دے رہے ہیں اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے متعلق بری بات کر رہے ہیں، یہ علامہ رازی کی طرف سے زیادتی ہے۔

ہر دور میں اہل سنت امام الائمہ رحمہ اللہ کی مدح وستائش کرتے آئے ہیں، آپ رحمہ اللہ کو کسی غیر سنی کی حمایت کی ضرورت نہیں۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

لِابْنِ خُزَيْمَةَ عَظَمَةٌ فِي النُّفُوسِ، وَجَلَالَةٌ فِي الْقُلُوبِ، لِعِلْمِهٖ، وَدِينِهٖ، وَاتِّبَاعِهِ السُّنَّةَ.

''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے علم، دینداری اور اتباعِ سنت کی بنا پر (مؤمنوں کے) نفوس میں ان کی عظمت اور دلوں میں جلالتِ شان موجود ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 374/14)

سوال: اصول حدیث کی کتاب ''المحدث الفاصل'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اصول حدیث میں لکھی جانے والی پہلی کتاب «اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاوِي وَالْوَاعِي» ہے، یہ حافظ ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد، رامہرمزی رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) کی تصنیف لطیف ہے، مجموعی طور پر یہ اچھی کتاب ہے، مگر اس میں اصول الحدیث کی تمام بحوث درج نہیں کی گئیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَحسنَهُ مِنْ كِتَابٍ!.

”یہ کیا ہی عمدہ کتاب ہے!“

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 73/16)

سوال: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ”کتاب الزہد“ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) کی کتاب الزہد نہایت عمدہ کتاب ہے، یہ ضخیم کتاب تھی، جس میں کئی احادیث اور آثار موجود تھے، مگر اس کا بڑا حصہ ضائع ہوگیا، کتاب کا باقی حصہ مطبوع ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

كِتَابُ الزُّهْدِ لِأَحْمَدَ فَالْتَقَطَ مِنْهُ مَا فِيهِ مِنَ الرِّجَالِ مِمَّا لَيْسَ فِي الْمُسْنَدِ فَإِنَّهُ كِتَابٌ كَبِيرٌ يَكُونُ فِي قَدْرِ ثُلُثِ الْمُسْنَدِ مَعَ كِبَرِ الْمُسْنَدِ وَفِيهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ مِمَّا لَيْسَ فِي الْمُسْنَدِ شَيْءٌ كَثِيرٌ.

”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب الزہد کا ایک حصہ مفقود ہوگیا، جس میں کئی شخصیات کے (زہد وتقویٰ کے) بارے میں روایات تھیں، جو مسند احمد میں موجود نہیں ہیں، یہ ایک بڑی کتاب تھی، جس کی ضخامت مسند احمد کے ایک تہائی کے برابر تھی، حالانکہ مسند احمد بہت بڑی کتاب ہے، اس میں بہت ساری ایسی احادیث اور آثار تھے، جو مسند احمد میں نہیں ہیں۔“

(تعجيل المَنفعة :243/1)

سوال: سلفی کسے کہتے ہیں؟

جواب: سلفی، سلف کی طرف نسبت ہے، سلف سے مراد صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین ہیں، ان کے عقیدہ ومنہج اور علم وعمل کو اوڑھنا بچھونا بنانے والا متاخرین کی اصطلاح میں سلفی کہلاتا ہے۔

❀ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ النِّسْبَةُ إِلَى السَّلَفِ وَانْتِحَالِ مَذْهَبِهِمْ عَلٰى مَا سَمِعْتُ .

''سلفی کی نسبت سلف اور ان کا مذہب اختیار کرنے کی طرف ہے، میں نے ایسا ہی سنا ہے۔''

(الأنساب : 168/7)

سوال: کیا معراج خواب میں ہوئی؟

جواب: اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو رات کے ایک حصے میں براق کے ذریعے مکہ سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی گئی۔ اس سفر کو اسراء کہتے ہیں۔ پھر مسجد اقصیٰ سے سات آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ اس سفر کو معراج کہتے ہیں۔ یہ دونوں سفر حالت بیداری میں ہوئے۔ اس پر قرآن کریم اور متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ یہ کہنا کہ معراج خواب کا واقعہ ہے، بالکل بے دلیل بات ہے، بلکہ نصوص صحیحہ اور اجماع کی مخالفت ہے، اس لیے بعض اہل علم نے ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

❀ حافظ عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ (۶۰۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : إِنَّهُ مَنَامٌ وَأَنَّهُ لَمْ يُسْرَ بِجَسَدِهِ فَقَدْ كَفَرَ .

''جس نے یہ کہا کہ معراج خواب کا واقعہ ہے اور نبی کریم ﷺ کو جسم سمیت

معراج نہیں کرائی گئی، تو وہ کافر ہے۔''

(الاقتصاد في الاعتقاد، ص 156)

سوال: امام ابوبکر بن ابی داود رحمہ اللہ (۳۱۶ھ) کے منظوم رسالہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ رسالہ امام ابوبکر بن ابی داود رحمہ اللہ سے ثابت ہے۔ اس منظوم مجموعہ کو امام آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) نے ''الشریعہ'' میں باسند صحیح نقل کیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْقَصِيدَةُ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ نَاظِمِهَا رَوَاهَا الْآجُرِّيُّ .

''یہ قصیدہ ناظم (نظم کہنے والے) سے متواتر منقول ہے، جسے امام آجری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔''

(العُلُوّ، ص 209)

اس رسالہ میں اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقائد نقل ہوئے ہیں۔

سوال: عقیدہ اہل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل حدیث اہل حق ہیں۔ اہل حدیث گمراہی کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ اسی لیے جو بھی گمراہ ہو جاتا ہے، وہ نہ صرف اہل حدیث کہلوانا چھوڑ دیتا ہے، بلکہ اہل حدیث سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ تب ہی تو ہر ظالم اور گمراہ فرقے کی کوشش ہوتی ہے کہ دنیا میں اہل حدیث کہنے، کہلوانے والا کوئی نہ ہو۔ ان کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا، ان شاء اللہ! دراصل یہ بُری خواہش کرنے والے وہ لوگ ہیں جو سلف صالحین، ائمہ دین اور محدثین کے منہج وعقیدے کے مخالف اور دشمن ہیں۔ وہ ان کے عقیدہ وعمل کو مٹانے کے درپے ہیں،

نیز یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ سلف صالحین کا دین نا قابل اتباع ہے۔

حالانکہ دنیا میں محدثین کرام ہی وہ لوگ تھے، جو اہل حق تھے۔ یہی گروہ قرآن وسنت کو کما حقہ سمجھتا اور اس پر عمل کرتا تھا۔ اسی لیے یہ طائفہ منصورہ اہل حدیث کہلایا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے بھی اپنے آپ کو اہل حدیث ہی کہتے ہیں۔

اہل حدیث کا وہی عقیدہ و منہج ہے، جو محدثین کرام کا عقیدہ و منہج تھا۔ ہم سر مو بھی اس سے منحرف نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے نزدیک محدثین کرام سے محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ اہل حدیث، قرآن وحدیث، اجماعِ امت اور اجتہادِ شرعی کو حق مانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک قرآن وسنت کا وہی علم وفہم معتبر ہے، جو محدثین کا اتفاقی علم وفہم ہے۔ دنیا میں محدثین سے ثابت ایک بھی اجماع ایسا نہیں، جس کے اہل حدیث منکر ہوں۔ ہم دینی مسائل میں اسلافِ امت اور محدثین کرام کے اجتہادات کو مقدم رکھتے ہیں۔

❁ قوام السنہ، امام اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ كُلَّ فَرِيقٍ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ إِنَّمَا يَدَّعِي أَنَّ الَّذِي يَعْتَقِدُهُ هُوَ مَا كَانَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّهُمْ كُلَّهُمْ مُّدَّعُونَ شَرِيعَةَ الْإِسْلَامِ، مُلْتَزِمُونَ فِي الظَّاهِرِ شَعَائِرَهَا، يَرَوْنَ أَنَّ مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ (هُوَ الْحَقُّ)، غَيْرَ أَنَّ الطُّرُقَ تَفَرَّقَتْ بِهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَأَحْدَثُوا فِي الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، فَزَعَمَ كُلُّ فَرِيقٍ أَنَّهُ هُوَ الْمُتَمَسِّكُ بِشَرِيعَةِ الْإِسْلَامِ، وَأَنَّ الْحَقَّ الَّذِي قَامَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ هُوَ الَّذِي يَعْتَقِدُهُ

وَيَنْتَحِلُهٗ، غَيْرَ أَنَّ اللّٰهَ أَبٰى أَنْ يَّكُونَ الْحَقَّ وَالْعَقِيدَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَّا مَعَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْآثَارِ، لِأَنَّهُمْ أَخَذُوا دِينَهُمْ وَعَقَائِدَهُمْ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَقَرْنًا عَنْ قَرْنٍ، إِلٰى أَنِ انْتَهَوْا إِلَى التَّابِعِينَ، وَأَخَذَهُ التَّابِعُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخَذَهٗ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا طَرِيقَ إِلٰى مَعْرِفَةِ مَا دَعَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ مِنَ الدِّينِ الْمُسْتَقِيمِ، وَالصِّرَاطِ الْقَوِيمِ، إِلَّا هٰذَا الطَّرِيقَ الَّذِي سَلَكَهٗ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ، وَأَمَّا سَائِرُ الْفِرَقِ فَطَلَبُوا الدِّينَ لَا بِطَرِيقِهٖ لِأَنَّهُمْ رَجَعُوا إِلٰى مَعْقُولِهِمْ، وَخَوَاطِرِهِمْ، وَآرَائِهِمْ، فَطَلَبُوا الدِّينَ مِنْ قِبَلِهٖ، فَإِذَا سَمِعُوا شَيْئًا مِّنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَرَضُوهُ عَلٰى مِعْيَارِ عُقُولِهِمْ، فَإِنِ اسْتَقَامَ قَبِلُوهُ، وَإِنْ لَّمْ يَسْتَقِمْ فِي مِيزَانِ عُقُولِهِمْ رَدُّوهُ، فَإِنِ اضْطُرُّوا إِلٰى قُبُولِهٖ حَرَّفُوهُ بِالتَّأْوِيلَاتِ الْبَعِيدَةِ، وَالْمَعَانِي الْمُسْتَكْرَهَةِ، فَحَادُوا عَنِ الْحَقِّ وَزَاغُوا عَنْهُ، وَنَبَذُوا الدِّينَ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ، وَجَعَلُوا السُّنَّةَ تَحْتَ أَقْدَامِهِمْ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُونَ، وَأَمَّا أَهْلُ الْحَقِّ فَجَعَلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ

إِمَامَهُمْ، وَطَلَبُوا الدِّينَ مِنْ قِبَلِهِمَا، وَمَا وَقَعَ لَهُمْ مِّنْ مَّعْقُولِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ، عَرَضُوهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنْ وَّجَدُوهُ مُوَافِقًا لَّهُمَا قَبِلُوهُ، وَشَكَرُوا اللّٰهَ حَيْثُ أَرَاهُمْ ذٰلِكَ وَوَفَّقَهُمْ إِلَيْهِ، وَإِنْ وَّجَدُوهُ مُخَالِفًا لَّهُمْا تَرَكُوا مَا وَقَعَ لَهُمْ، وَأَقْبَلُوا عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَرَجَعُوا بِالتُّهْمَةِ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ، فَإِنَّ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ لَا يَهْدِيَانِ إِلَّا إِلَى الْحَقِّ، وَرَأْيُ الْإِنْسَانِ قَدْ يَرَى الْحَقَّ، وَقَدْ يَرَى الْبَاطِلَ .

''ہر گمراہ فرقہ یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا عقیدہ وہ ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ کاربند تھے، کیونکہ تمام فرقے شریعت اسلام ہی کے دعویدار ہیں اور ظاہری طور پر اسلام ہی کے شعائر پر عمل کرتے ہیں، نیز ان کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ کی تعلیمات ہی برحق ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی راہیں (صراطِ مستقیم سے) جدا ہو گئیں اور انہوں نے دین میں وہ وہ چیزیں ایجاد کر لیں، جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اجازت نہیں دی۔ ہر فریق نے یہ دعویٰ کیا کہ وہی شریعتِ اسلام پر کاربند ہے اور وہ حق جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، اسی کے پاس ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے حق اور صحیح عقیدے کی دولت سے صرف اہل حدیث کو مالا مال کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل حدیث اپنا دین اور اپنے عقائد طبقہ در طبقہ سلف صالحین سے لیتے رہے ہیں، یہاں تک کہ ان کا سلسلہ تابعین عظام تک پہنچ گیا۔ تابعین نے دین وعقائد رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ

کرام سے لیے اور صحابہ کرام نے رسولِ اکرم ﷺ سے یہ سب کچھ سیکھا۔ آپ ﷺ نے جس مضبوط دین اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دی تھی، اس کی معرفت صرف اسی طریقے سے ممکن ہے، جسے اہل حدیث نے اپنایا ہے۔ باقی تمام فرقوں نے دین کو اس اصل طریقے سے نہیں، بلکہ اپنی عقل و شعور اور رائے سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ جب وہ کتاب و سنت کی کسی نص کو سنتے ہیں تو اسے اپنی عقلی کسوٹی پر پیش کرتے ہیں، اگر وہ اس معیار پر درست معلوم ہو تو اسے قبول کر لیتے ہیں، ورنہ رد کر دیتے ہیں۔ اگر وہ کسی وجہ سے اسے قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں، تو بعید از کار تاویلات اور غلط معانی کے ذریعے اس میں تحریف پر اُتر آتے ہیں۔ یوں یہ باقی فرقے حق سے دور ہو چکے ہیں، انہوں نے دین کو پس پشت ڈال دیا ہے اور سنتِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بے وقعت کر دیا ہے۔ ان کے برعکس اہل حق نے کتاب و سنت کو اپنا پیشوا اور دین کا ماخذ بنایا ہے۔ ان کی عقل اور رائے جو اختراع کرتی ہے، وہ اسے کتاب و سنت پر پیش کرتے ہیں، اگر اسے کتاب و سنت کے موافق پائیں، تو اسے قبول کر کے اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے انہیں درست رائے قائم کرنے کی توفیق بخشی اور اگر وہ اپنی رائے کو کتاب و سنت کے مخالف پائیں تو اسے چھوڑ کر کتاب و سنت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنے آپ کو قصوروار ٹھہراتے ہیں، کیونکہ کتاب و سنت تو حق ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، جبکہ انسانی عقل کبھی حق کو پاتی ہے اور کبھی باطل کو۔''

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة : 2/237-238)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِأَنْ تَكُونَ هِيَ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ؛ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ مَتْبُوعٌ يَتَعَصَّبُونَ لَهُ إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ أَعْلَمُ النَّاسِ بِأَقْوَالِهِ وَأَحْوَالِهِ وَأَعْظَمُهُمْ تَمْيِيزًا بَيْنَ صَحِيحِهَا وَسَقِيمِهَا وَأَئِمَّتُهُمْ فُقَهَاءُ فِيهَا وَأَهْلُ مَعْرِفَةٍ بِمَعَانِيهَا وَاتِّبَاعًا لَهَا تَصْدِيقًا وَعَمَلًا وَحُبًّا وَمُوَالَاةً لِّمَنْ وَالَاهَا وَمُعَادَاةً لِّمَنْ عَادَاهَا .

''فرقہ ناجیہ ہونے کے سب سے زیادہ مستحق اہل حدیث اور اہل سنت (محدثین) ہیں، جو صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کے اقوال واحوال کو اہل حدیث ہی سب سے بہتر جاننے والے ہیں، صحیح اور ضعیف احادیث میں سب سے بہتر تمیز یہی گروہ کر سکتا ہے، اس گروہ کے ائمہ دین اسلام کی فقاہت رکھنے والے ہیں اور نصوص کے معانی کی معرفت رکھنے والے ہیں، یہ نصوص شرعیہ کا اتباع کرتے ہیں، اس کی تصدیق کرتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں اور یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں، جو احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں، جو احادیث رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوی: 347/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

كَمَا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الْقُرُونِ أَكْمَلُ مِنْ قَرْنِ الصَّحَابَةِ، فَلَيْسَ فِي الطَّوَائِفِ بَعْدَهُمْ أَكْمَلُ مِنْ أَتْبَاعِهِمْ، فَكُلُّ مَنْ كَانَ لِلْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ أَتْبَعُ كَانَ أَكْمَلَ، وَكَانَتْ تِلْكَ الطَّائِفَةُ أَوْلٰى بِالْاِجْتِمَاعِ وَالْهُدٰى وَالْاِعْتِصَامِ بِحَبْلِ اللّٰهِ، وَأَبْعَدَ عَنِ التَّفَرُّقِ وَالْاِخْتِلَافِ وَالْفِتْنَةِ، وَكُلُّ مَنْ بَعُدَ عَنْ ذٰلِكَ كَانَ أَبْعَدَ عَنِ الرَّحْمَةِ وَأَدْخَلَ فِي الْفِتْنَةِ .

''جیسے زمانوں میں کوئی زمانہ ایسا نہیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے اکمل ہو، اسی لیے ان کے بعد والے گروہوں میں کوئی ایسا گروہ نہیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متبعین سے زیادہ کامل ہو۔ پس جو گروہ جتنا زیادہ حدیث، سنت اور آثار صحابہ کا متبع ہوگا، وہ اتنا زیادہ اکمل ہوگا، یہ گروہ (اہل سنت والجماعت) اجتماعیت، ہدایت اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا زیادہ حق رکھتا ہے اور تفرقے، اختلاف اور فتنے سے زیادہ دور ہے۔ (اس کے برعکس) جو ان کے بعد والے لوگ ہیں، جو رحمت سے زیادہ دور ہیں اور فتنوں میں زیادہ داخل ہونے والے ہیں۔''

(مِنهاج السُّنة : 368/6)

❀ مزید فرماتے ہیں:

أَمَّا مُعَارَضَةُ الْقُرْآنِ بِمَعْقُولٍ أَوْ قِيَاسٍ فَهٰذَا لَمْ يَكُنْ يَسْتَحِلُّهُ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ وَإِنَّمَا ابْتُدِعَ ذٰلِكَ لَمَّا ظَهَرَتِ الْجَهْمِيَّةُ

وَالْمُعْتَزِلَةُ وَنَحْوُهُمْ مِمَّنْ بَنَوْا أُصُولَ دِينِهِمْ عَلٰى مَا سَمَّوْهُ مَعْقُولًا وَرَدُّوا الْقُرْآنَ إِلَيْهِ وَقَالُوا : إِذْ تَعَارَضَ الْعَقْلُ وَالشَّرْعُ إِمَّا أَنْ يُفَوِّضَ أَو يُتَأَوَّلَ فَهٰؤُلَاءِ مِنْ أَعْظَمِ الْمُجَادِلِينَ فِي آيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ .

’’قرآن کریم سے معارضہ عقل اور قیاس کے ذریعہ کرنے کو سلف میں سے کسی نے جائز نہیں کہا، یہ بدعت اس وقت شروع ہوئی، جو جہمیہ، معتزلہ اور ان جیسے (گمراہ) فرقے وجود میں آئے، جنہوں نے اپنے دین کی بنیاد نام نہاد عقل کو قرار دیا، وہ قرآنی نصوص کو عقل کی طرف لوٹاتے ہیں، کہتے ہیں: جب عقل اور شرع باہم متعارض ہو جائیں، تو یا تو عقل کو ترجیح حاصل ہو گی یا شرعی نص کی تاویل کی جائے گی۔ یہ لوگ سب سے بڑھ کر آیات قرآنیہ میں بغیر دلیل کے مجادلہ کرنے والے ہیں۔‘‘

(الاستقامة : 23/1)

❀ مزید فرماتے ہیں:

نَحْنُ لَا نَعْنِي بِأَهْلِ الْحَدِيثِ الْمُقْتَصِرِينَ عَلٰى سَمَاعِهٖ، أَوْ كِتَابَتِهٖ، أَوْ رِوَايَتِهٖ، بَلْ نَعْنِي بِهِمْ كَلَّ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِحِفْظِهٖ، وَمَعْرِفَتِهٖ، وَفَهْمِهٖ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا، وَاتِّبَاعِهٖ بَاطِنًا وَّظَاهِرًا، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ الْقُرْآنِ، وَأَدْنٰى خَصْلَةٍ فِي هٰؤُلَاءِ مَحَبَّةُ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ، وَالْبَحْثُ عَنْهُمَا وَعَنْ مَّعَانِيهِمَا، وَالْعَمَلُ بِمَا

عَلِمُوهُ مِنْ مُوجِبِهِمَا.

''اہل حدیث سے ہماری مراد صرف وہ لوگ نہیں، جو حدیث سننے، لکھنے یا روایت کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، بلکہ ہمارے نزدیک ہر وہ شخص اہل حدیث ہے، جو حدیث کو یاد کرتا ہو، اس کی معرفت رکھتا ہو، ظاہری و باطنی طور پر حدیث کو سمجھتا اور اس پر عمل کرتا ہو۔ اسی طرح قرآنِ کریم کو یاد کرنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے بھی اہل حدیث ہیں۔ اہل حدیث کی کم سے کم خوبی یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث سے محبت رکھتے ہیں، ان کی نصوص اور معانی کی جستجو میں رہتے ہیں اور ان کی جو تعلیمات معلوم ہو جائیں، ان پر عمل کرتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی: 4/95)

سوال: علم غیب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، اس صفت میں کوئی بڑی سے بڑی ہستی بھی باری تعالیٰ کی سہیم و شریک نہیں، انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کو جن غیبی اُمور پر مطلع کیا گیا، وہ بذریعہ وحی ہے، ذاتی طور پر کسی کے پاس علم غیب نہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے علم غیب کا دعویٰ کرے، تو وہ کافر و مشرک ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

❁ علامہ عمر بن اسحاق غزنوی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْعِلْمُ الْمَفْقُودُ فِيهِمْ فَنَحْوُ الْعِلْمِ الَّذِي أَخْفَى اللّٰهُ عَنْ خَلْقِهِ، كَعِلْمِ الْغَيْبِ الَّذِي اسْتَأْثَرَهُ بِعِلْمِهِ وَكَعِلْمِ الْقَضَاءِ وَالْقَدَرِ، وَقِيَامِ السَّاعَةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾(النّمل : ٦٥) وَقَالَ : ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأعراف : ١٨٧) فَادِّعَاءُ هٰذَا الْعِلْمِ وَطَلْبُهُ كُفْرٌ أَيْضًا، لِأَنَّهُ دَعْوَى الْمُشَارَكَةِ مَعَ اللّٰهِ فِيمَا اسْتَأْثَرَهُ بِهِ .

''علم مفقود، جیسے وہ علم، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چھپا رکھا ہے، مثلاً علم غیب، کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا ہے، اسی طرح قضاء وقدر کا علم اور قیامت کا علم، فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾(النّمل : ٦٥)''(نبی!) کہہ دیجیے کہ زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأعراف : ١٨٧)''وہی اسے (قیامت کو) اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔'' لہٰذا اس علم (غیب) کا دعویٰ کرنا اور اسے طلب کرنا کفر ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس علم میں شریک ہونے کا دعویٰ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا ہے۔''

(شرح عقيدة الطّحاوي، ص 182)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمَهْدِيُّ مِنِّي، أَجْلَى الْجَبْهَةِ، أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَّظُلْمًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ .

''مہدی میری اہل بیت سے ہوں گے، جن کے پیشانی پر بال کم ہوں گے،

ناک قدرے لمبا ہوگا، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، وہ سات سال حکومت کریں گے۔''

(سنن أبي داود : 4285، المستدرك للحاكم : 8670)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عمران بن داود قطان کثیر الوہم ہیں اور بکثرت ثقات کی مخالفت کرتے ہیں۔

② قتادہ بن دعامہ کا عنعنہ ہے۔

جس روایت میں سماع کی صراحت ہوئی ہے، وہ ثابت نہیں، اس کی سند میں یعقوب بن اسحاق مخرمی ضعیف ہے۔

❁ بحشل کی تاریخ واسط (ص ۱۳۵) کی سند باطل ہے۔

① عطاء بن عجلان متروک ہے۔

② اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

③ اسماعیل بن عیاش کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(صحیح ابن حبان : 6826)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن علی بن عباس مروزی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② مطر بن طہمان وراق سیء الحفظ ہے۔

سوال: فوت شدہ کے لیے دعا کا کیا حکم ہے؟

جواب: فوت شدہ کے لیے دعا کرنا مشروع و مستحب ہے۔ اس پر قرآن کریم،

احادیث متواترہ اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾(الحشر : ١٠)

”اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کی حالت میں ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں کوئی خلش نہ ڈال۔“

اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کی مدح وتعریف کی ہے، جو اپنے فوت شدہ مؤمن بھائیوں کے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں، اگر دعا اور استغفار میت کے لیے مفید نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اس عمل پر مدح نہ فرماتا۔

❀ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ : اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهٗ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ .

”نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے، تو اس کی قبر پر کھڑے ہو جاتے اور (صحابہ سے) فرماتے: اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کریں اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کریں، کیونکہ اس سے ابھی سوال وجواب ہونے والے ہیں۔“

(سنن أبي داود : 3221، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی باری جس رات ان کے پاس ہوتی،تو آپ ﷺ ہمیشہ اخیر شب میں بقیع غرقد جاتے اور فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَاَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا، مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ.

''یہاں کے اہل ایمان باشندو! آپ پر سلامتی ہو،آپ اپنے اعمال کا (پورا پورا) بدلہ عنقریب پالو گے اور ہم بھی ان شاءاللہ آپ سے آن ملیں گے،اللہ! بقیع غرقد والوں کو معاف فرما۔''

(صحیح مسلم : 974)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زیارت قبور کے لئے یہ دعا سکھلائی:

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ.

''یہاں کے اہل ایمان ومسلمان باشندو! آپ پر سلامتی ہو، اللہ ان پر رحم فرمائے، جو ہم سے پہلے یہاں آچکے اور ان پر بھی جو ہم سے بعد آئیں گے، ہم بھی عنقریب آپ کے پاس آرہے ہیں۔''

(صحیح مسلم : 974)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان گئے اور یہ دُعا پڑھی:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ .

”اہل ایمان! آپ پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ عنقریب آپ سے آن ملیں گے۔“

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے کہ قبرستان جائیں، تو یوں کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ .

”مومنو اور مسلمانو! آپ پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ عنقریب آپ سے آن ملیں گے، میں اللہ سے آپ کی اور اپنی عافیت کا سوالی ہوں۔“

(صحيح مسلم : 975)

❁ بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان آ کر یہ دعا پڑھتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ لَنَا وَلَكُمْ .

”مومنو اور مسلمانو! آپ پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ عنقریب آپ سے آن ملیں گے، آپ ہم سے پہلے جا چکے، ہم آپ کے بعد پہنچیں گے، میں اپنے لئے اور آپ کے لئے عافیت طلب کرتا ہوں۔“

(سنن النّسائي : 2040؛ سنن ابن ماجه : 1547، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْجَنَازَةِ فَأَخْلِصُوا لَهَا الدُّعَاءَ .

”جنازہ ادا کریں، تو میت کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کریں۔“

(سنن أبي داود : 3199، سنن ابن ماجه : 1497؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۰۷۷) نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا:

السُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَنْ يُكَبِّرَ ثُمَّ يَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثُمَّ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ وَلَا يَقْرَأُ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى ثُمَّ يُسَلِّمَ فِي نَفْسِهٖ عَنْ يَمِينِهٖ .

”نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ آدمی تکبیر کہے، پھر سورت فاتحہ پڑھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرے، پہلی تکبیر کے علاوہ قرأت نہ کرے، پھر اپنے دل میں دائیں طرف سلام پھیر دے۔“

(المُنتقٰی لابن الجارود : 540، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الصَّدَقَةَ عَنِ الْمَيِّتِ تَنْفَعُ الْمَيِّتَ وَيَصِلُهٗ ثَوَابُهَا وَهُوَ كَذٰلِكَ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ وَكَذَا أَجْمَعُوا عَلٰى وُصُولِ الدُّعَاءِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا اسے نفع دیتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ میت کو (زندوں کی) دعا پہنچتی ہے۔“

(شرح مسلم : 90/7، المَجموع : 323/5)

سوال: تقلید کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دین میں تقلید ناجائز ہے۔ تقلید شریعت سازی کا دوسرا نام ہے، دین میں اتباع ہے، تقلید نہیں۔ تقلید کسی کے لئے جائز نہیں، عقائد ہوں یا فروع ہر دو میں تقلید ممنوع اور ناجائز ہے۔ کتاب و سنت میں کئی نصوص تقلید کی مذمت کرتی ہیں، ائمہ اسلام نے بالاتفاق اس کی مذمت کی ہے۔

❁ علامہ عمر بن اسحاق غزنوی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ) فرماتے ہیں:

ذَمَّ اللّٰهُ تَعَالَى التَّقْلِيدَ، فَقَالَ حِكَايَةً عَنِ الْكُفَّارِ : ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ﴾(الزُّخْرُف : ۲۲) وَقَالَ : ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا﴾(لقمان : ۲۱)، وَكُلُّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى وُجُوبِ النَّظْرِ وَالتَّفَكُّرِ وَذَمِّ التَّقْلِيدِ .

”اللہ تعالیٰ نے تقلید کی مذمت کی ہے۔ اللہ نے کفار سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ﴾ (الزُّخْرُف : ۲۲) ”ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم ان کی پیروی میں ہدایت پاتے ہیں۔“ نیز فرمایا: ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

آبَاءَ نَا﴾ (لقمان : ٢١) ''بلکہ ہم اسی کا اتباع کریں گے، جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا۔'' یہ تمام آیات دلالت کرتی ہیں کہ غور وفکر کرنا واجب ہے اور تقلید مذموم ہے۔''

(شرح عقيدة الطّحاوي، ص 120)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اہل سنت کون ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت سے مراد وہ طائفہ منصورہ ہے، جن کے عقائد واعمال سلف اُمت صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور محدثین سے منقول و ماثور رہوں۔ جو قرآن وسنت تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔ اہل سنت کا دوسرا نام اہل حدیث ہے۔ ان کے مقابلہ اہل رائے اور اہل کلام آئے، انہوں نے اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ کر تلبیس سے کام لیا، جبکہ ان کے عقائد واعمال سلف اُمت سے متصادم ہیں۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُنَا وَاخْتِيَارُنَا اتِّبَاعُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَتَرْكُ النَّظَرِ فِي مَوْضِعِ بِدَعِهِمْ، وَالتَّمَسُّكُ بِمَذْهَبِ أَهْلِ الْأَثَرِ.

”ہمارا مذہب اور ہمارا اختیار کردہ مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، تابعین اور بعد والے متبعین کا اتباع کیا جائے، بعد والے اہل بدعت کی طرف نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ مسلک محدثین کی پیروی کی جائے گی۔“

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي : 323)

❁ علامہ ابونصر سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ هُمَ الثَّابِتُونَ عَلَى اعْتِقَادِ مَا نَقَلَهُ إِلَيْهِمُ السَّلَفُ الصَّالِحُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ أَصْحَابِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيمَا لَمْ يَثْبُتْ فِيهِ نَصٌّ فِي الْكِتَابِ وَلَا عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَئِمَّةٌ، وَقَدْ أُمِرْنَا بِاقْتِدَاءِ آثَارِهِمْ، وَاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ.

''اہل سنت سے مراد وہ جماعت ہے، جو ان عقائد پر ثابت قدم ہے، جنہیں ان کی طرف سلف صالحین نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے یا اگر اس بارے میں کوئی نص یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث نہیں ہے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ تھے، ہمیں ان کے آثار کی اقتدا اور ان کے طریقے کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

(إثبات الحرف والصوت، ص 143)

❁ علامہ صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْحَابَ الْحَدِيثِ الْمُتَمَسِّكِينَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، حَفِظَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَحْيَاءَ هُمْ وَرَحِمَ أَمْوَاتَهُمْ، يَشْهَدُونَ لِلّٰهِ تَعَالٰى بِالْوَحْدَانِيَّةِ، وَلِلرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ، وَيَعْرِفُونَ رَبَّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ بِصِفَاتِهِ الَّتِي نَطَقَ بِهَا

وَحْيِهٖ وَتَنْزِيلِهٖ .

’’جماعت محدثین میں سے جو ابھی حیات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے اور جو فوت ہو چکے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ محدثین کرام اللہ تعالیٰ کے لیے وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے رسالت ونبوت کی گواہی دیتے ہیں اور اپنے رب کے لیے ان صفات کا اثبات کرتے ہیں، جن کا ذکر وحی الٰہی میں ہوا ہے۔‘‘

(عقيدة السّلف أصحاب الحديث، ص 26)

✿ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ الَّذِينَ نَذْكُرُهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ وَمَنْ عَدَاهُمْ فَأَهْلُ الْبِدْعَةِ فَإِنَّهُمُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكُلَّ مَنْ سَلَكَ نَهْجَهُمْ مِنْ خِيَارِ التَّابِعِينَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ثُمَّ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ وَمَنِ اتَّبَعَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ جَيْلًا فَجَيْلًا إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا أَوْ مَنِ اقْتَدٰى بِهِمْ مِنَ الْعَوَّامِ فِي شَرْقِ الْأَرْضِ وَغَرْبِهَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ .

’’جن اہل سنت کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، وہ اہل حق ہیں اور ان کے علاوہ اہل بدعت ہیں، کیونکہ اہل سنت سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور وہ تمام خیار تابعین ہیں، جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کی پیروی کی ہے، پھر محدثین اور ان کا اتباع کرنے والے فقہا مراد ہیں، پھر نسل در نسل ہمارے

زمانہ تک کے لوگ ہیں۔ یا اہل سنت سے مراد مشرق ومغرب میں بسنے والے وہ عام لوگ بھی ہیں، جو سلف اُمت کی پیروی کرتے ہیں۔''

(الفِصل في المِلل والأهواء والنِّحل : 90/2)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ مُتَمَسِّكُونَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ .

''اہل سنت سے مراد وہ لوگ ہیں، جو قرآن کریم اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمسک اختیار کرتے ہیں اور مہاجرین وانصار اور احسان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کے متفقہ عقائد ونظریات پر قائم ہیں۔''

(مَجموع الفتاوی : 375/3)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، الْمُتَمَسِّكُونَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبِمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنِ، وَأَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي قَدِيمِ الدَّهْرِ وَحَدِيثِهِ .

''اہل سنت والجماعت سے مراد وہ جماعت ہے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسک اختیار کرتی ہے اور ان عقائد ونظریات پر قائم ہے، جن پر قرون اولیٰ کے صحابہ، تابعین اور پہلے اور بعد کے ائمہ مسلمین تھے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 317/6)

❀ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ هُمَ الَّذِينَ كَانُوا عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُصْطَفٰى وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ لَمْ يَبْتَدِعُوا بِدْعَةً فِي الدِّينِ وَلَا خَالَفُوا طَرِيقَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ .

''اہل سنت سے مراد وہ لوگ ہیں، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے راستے پر ہیں، انہوں نے دین میں کوئی بدعت جاری نہیں کی، نہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی مخالفت کی۔''

(الإنصاف في حقيقة الأولياء وما لهم من الكرامات والألطاف، ص 103)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث اور اہل سنت والجماعت سے مراد وہ جماعت ہے جو سلف صالحین کے منہج وعقیدہ کی پابند ہو اوران کے اجماع کو شرعی حجت مانتی ہو۔اہل بدعت وتقلید کبھی ائمہ سلف کے عقیدہ ومنہج پر کاربند نہیں ہو سکتے ،نہ ہی وہ ان کے اجماع کو شرعی حجت تسلیم کر سکتے ہیں۔

سوال: بعض درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بلندی پر چڑھتے وقت باآواز بلند اللہ اکبر کہتے تھے،تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، اِرْبِعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهٗ مَعَكُمْ، إِنَّهٗ سَمِيعٌ قَرِيبٌ .

''لوگو! تحمل سے کام لیں، آپ کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، کیونکہ وہ

(اللہ) تمہارے ساتھ ہے اور وہ خوب سننے والا اور قریب ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 2992، صحيح مسلم : 2704)

❀ سنن ترمذی (۳۳۷۴، وسندہ صحیح) کے الفاظ ہیں:

إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَصَمَّ وَلَا غَائِبٍ، هُوَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُوسِ رِحَالِكُمْ.

’’آپ کا رب بہرا یا غائب نہیں ہے، بلکہ وہ آپ اور آپ کی سواریوں کی گردنوں کے مابین ہے۔‘‘

جواب: اس حدیث میں قریب ہونے سے مراد علم اور قدرت کے اعتبار سے قریب ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مَعْنٰى قَوْلِهِ: بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُوسِ رِحَالِكُمْ، إِنَّمَا يَعْنِي عِلْمَهُ وَقُدْرَتَهُ.

’’اس فرمان نبوی کی مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم اور قدرت تمہارے ساتھ ہے۔‘‘

❀ قوام السنہ امام اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

يَعْنِي الْقُرْبَ بِالْعِلْمِ، أَيْ؛ عِلْمُهُ مُحِيطٌ بِجَمِيعِ الْمَخْلُوقَاتِ.

’’حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ علم کے لحاظ سے قریب ہے، مطلب کہ باری تعالیٰ کا علم تمام مخلوقات کو محیط ہے۔‘‘

(التّحرير في شرح مسلم، ص 614)

سوال: کتاب التوحید لابن خزیمہ اور الرد علی المریسی للدارمی میں کون سی کتاب فائق ہے؟

جواب: دونوں کتابیں ہی عمدہ ہیں۔ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) کی کتاب التوحید میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان ہوئے ہیں اور جہمیہ ومعتزلہ سمیت کئی گمراہ فرقوں کا رد کیا گیا ہے۔ جبکہ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) کی کتاب الرد علی بشر المریسی میں بھی جہمیہ وغیرہ کا رد ہے، مگر امام دارمی رحمہ اللہ کی کتاب بعض اعتبارات سے فائق ہے، واللہ اعلم!

✿ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

صَنَّفَ كِتَابًا جَلِيلًا فِي الرَّدِّ عَلٰى بِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ وَأَتْبَاعِهٖ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ بَعْدَ الْمُنَاظَرَةِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ بَعْضِ الْجَهْمِيَّةِ مِنْ أَصْحَابِ الْبِشْرِ وَالثَّلْجِيِّ وَلَمْ يُصَرِّحْ بِاسْمِهٖ فِي مَوْضِعٍ مِنَ الْكِتَابِ، وَقَدْ هَتَكَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي هٰذَا الْكِتَابِ سِتْرَ الْجَهْمِيَّةِ، وَبَيَّنَ فَضَائِحَهِمْ، وَلَا أَعْلَمُ لِلْمُتَقَدِّمِ فِي هٰذَا الشَّأْنِ كِتَابًا أَجْوَدَ مِنْهُ، وَمِنْ كِتَابِهِ الْآخَرِ فِي الرَّدِّ عَلٰى عُمُومِ الْجَهْمِيَّةِ وَكِتَابِ التَّوْحِيدِ لِإِمَامِ الْأَئِمَّةِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ، وَإِنْ كَانَ كِتَابًا جَلِيلًا فِي هٰذَا الْبَابِ وَمُصَنِّفُهٗ مِنْ أَكَابِرِ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَنَّ كِتَابَ الدَّارِمِيِّ أَنْفَعُ مِنْ بَعْضِ شُبَهِ الْجَهْمِيَّةِ، وَالدَّارِمِيُّ أَحْذَقُ فِي مَعْرِفَةِ كَلَامِ الْجَهْمِيَّةِ وَالْعِلْمِ بِمُرَادِهِمْ وَالرَّدِّ عَلَيْهِمْ، وَكِلَاهُمَا إِمَامٌ مُبَرِّزٌ فِي هٰذَا الشَّأْنِ وَفِي غَيْرِهٖ، رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُمَا وَعَنْ سَائِرِ أَئِمَّةِ الدِّينِ .

''امام دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) بشر مریسی اور فرقہ جہمیہ میں سے اس کے متبعین کے رد میں عمدہ کتاب لکھی، اس سے قبل امام دارمی رحمہ اللہ اور بشر اور ثلجی کے شاگردوں میں سے کسی جہمی کے مابین مناظرہ بھی ہوا تھا۔ امام دارمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کی کسی جگہ بھی بشر کا نام ذکر نہیں کیا، مگر آپ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں جہمیہ کا پردہ چاک کر دیا ہے اور ان کی گمراہیاں عیاں کر دی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس عنوان پر پہلے کسی نے آپ رحمہ اللہ سے زیادہ عمدہ کتاب لکھی ہو، بلکہ آپ رحمہ اللہ کی یہ کتاب آپ رحمہ اللہ کی ہی عام جہمیہ کے رد میں لکھی گئی کتاب سے زیادہ مفید ہے، اسی طرح امام الائمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ کی کتاب التوحید سے بھی زیادہ مفید ہے، اگرچہ کتاب التوحید بھی اس عنوان پر عمدہ کتاب ہے اور اس کے مصنف کا شمار اکابر ائمہ مسلمین میں ہوتا ہے، مگر امام دارمی رحمہ اللہ کی کتاب جہمیہ کے بعض شبہات میں زیادہ مفید ہے اور امام دارمی رحمہ اللہ جہمیہ کے کلام کو سمجھنے، ان کی مراد کو جاننے اور ان پر رد کرنے میں زیادہ قابل ہیں، باقی دونوں ائمہ ہی اس مضمون اور دیگر فنون میں ماہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحم کرے اور دونوں سے راضی ہو جائے، نیز دیگر ائمہ دین سے بھی راضی ہو جائے۔''

(رِسالة لطيفة في أحاديث متفرقة ضعيفة، ص 75)

سوال: روایت: ''جو اسلام میں بوڑھا ہو گیا، تو اس کا بڑھاپا روز قیامت اس کے لیے نور بن جائے گا۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اس معنی کی کئی روایات ہیں، مگر ان میں کوئی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

بعض روایات کا احوال ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ، كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جو اسلام میں بوڑھا ہوا، تو اس کے لیے یہ بڑھاپا روزِ قیامت نور ہوگا۔''

(صحيح ابن حبان : 2983)

سند ضعیف ہے۔ ابو عامر سلیم بن عامر مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات :۴/ ۳۳۰'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جو راہِ خدا میں بوڑھا ہوا، تو اس کے لیے یہ بڑھاپا روزِ قیامت نور ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 386/4، سنن التّرمذي : 1635)

سند ضعیف ہے۔ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا، آخر سند تک سماع کی تصریح نہیں۔

تنبیہ:

بقیہ کی بحیر بن سعد سے روایت بھی ضعیف ہوتی ہے۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(سنن النّسائي : 3142)

یہ سند بھی ضعیف ہے، اس میں بھی بقیہ بن ولید ہے، جو تدلیس تسویہ کرتا تھا۔

جس روایت میں بقیہ کی متابعت ہوئی ہے، اس میں خالد بن زید شامی کا شرحبیل بن سمط سے سماع نہیں۔

❁ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(سنن سعید بن منصور : 2419)

سند ضعیف ہے۔فرج بن فضالہ ضعیف وساقط ہے۔

❁ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔

(سنن سعید بن منصور : 2420)

سند ضعیف ہے۔قاسم بن عبدالرحمٰن ابوعبدالرحمٰن شامی کا سیدنا شرحبیل بن سمط سے سماع معلوم نہیں۔

فائدہ:

اس حدیث کی مزید سندیں بھی ہیں،کوئی بھی ضعف سے خالی نہیں۔

سوال: مدرج کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر حدیث کے متن میں کسی راوی کے اپنے الفاظ شامل ہو جائیں اور فاصلہ بھی نہ کیا جائے،تو ان الفاظ کو ''مدرج'' کہتے ہیں۔مدرج کی پہچان اس طرح ہوتی ہے کہ وہی روایت جب دوسری سندوں اور طرق سے بیان کی جائی،تو مدرج کلمہ کی وضاحت ہو جائے،تو جہاں وہ الفاظ بغیر فاصلہ کے بیان ہوئے ہوں گے،انہیں حدیث کا حصہ نہیں سمجھا جائے گا،بلکہ وہ کسی راوی کا قول ہوگا۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ أَلْفَاظٌ تَقَعُ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ مُتَّصِلَةً بِالْمَتْنِ، لَا يَبِينُ لِلسَّامِعِ إِلَّا أَنَّهَا مِنْ صُلْبِ الْحَدِيثِ، وَيَدُلُّ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهَا مِنْ لَفْظِ رَاوٍ بِأَنْ يَّأْتِيَ الْحَدِيثُ مِنْ بَعْضِ الطُّرُقِ بِعِبَارَةٍ

تَفْصِلُ هٰذَا مِنْ هٰذَا .

"مدرج ان الفاظ کو کہتے ہیں، جو کسی راوی کی طرف سے متن میں داخل ہو جائیں، درمیان میں کوئی فاصلہ بھی نہ ہو، سامع یہی خیال کرے کہ یہ الفاظ حدیث کے ہی ہیں۔ جبکہ اس پر کوئی قرینہ دلالت کرے کہ یہ الفاظ کسی راوی کے ہیں (اصل حدیث کے نہیں) مثلاً وہی حدیث بعض دوسرے طرق سے اس طرح روایت ہو کہ ان الفاظ کو اصل حدیث سے فاصلہ کر کے بیان کیا گیا ہو۔"

(المُوقِظة، ص 54)

مدرج کی مثال:

الاسماء والصفات للبیہقی (۱۹۵) میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر : 345/7، سلامة)

✿ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرٰى هٰذِهِ الزِّيَادَةَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ .

"میں (اس روایت میں) کلمہ لا الہ الا اللہ کی زیادت کو زہری کا قول سمجھتا ہوں۔"

(الإيمان :360/1)

نوٹ:

مدرج سند اور متن دونوں میں ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا اجماع اُمت حجت ہے؟

جواب: اجماع اُمت کے حجت ہونے پر اجماع ہے۔ اجماع قرآن وحدیث کی

حفاظت وصیانت کا ذریعہ ہے۔قرآن کریم میں اسے سبیل مؤمنین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اجماع کی مخالفت اور اجماع کی مخالفت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے، یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

صحابہ کرام یا بعد والے علمائے حق جس حکم شرعی پر متفق ہو جائیں، وہ حق ہے، اس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس سے محفوظ فرما لیا ہے کہ وہ ساری کی ساری گمراہی پر جمع ہو جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيرًا﴾

(النّساء : ۱۱۵)

”جس کے لئے ہدایت واضح ہو جائے اور وہ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے اور سبیل مومنین سے ہٹ جائے، تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم رسید کر دیں گے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج سے فرمایا:

أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، وَمِنْ عِنْدِ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِهْرِهٖ، وَعَلَيْهِمْ نُزِّلَ الْقُرْآنُ، فَهُمْ أَعْلَمُ بِتَأْوِيلِهٖ مِنْكُمْ ......

”میں تمہارے پاس نبی کریم ﷺ کے مہاجرین وانصار صحابہ کی طرف سے آیا ہوں اور نبی کریم ﷺ کے چچا زاد اور داماد (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی طرف سے آیا

ہوں۔ان صحابہ پر قرآن کریم کا نزول ہوا، وہ قرآن کریم کے معانی ومفاہیم کو تم سے بہتر جانتے ہیں......۔"

(السّنن الکُبریٰ للنّسائي : 8522، وسندہٗ صحیحٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ (٢٦٥٦) نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

✿ امام اوزاعی رحمہ اللہ (١٥٧ھ) فرماتے ہیں:

اِصْبِرْ نَفْسَكَ عَلَى السُّنَّةِ، وَقِفْ حَيْثُ وَقَفَ الْقَوْمُ، وَقُلْ فِيمَا قَالُوا، وَكُفَّ عَمَّا كَفُّوا عَنْهُ، وَاسْلُكْ سَبِيلَ سَلَفِكَ الصَّالِحِ، فَإِنَّهُ يَسَعُكِ مَا وَسِعَهُمْ ...... لَوْ كَانَ هٰذَا خَيْرًا مَا خُصِصْتُمْ بِهٖ دُونَ أَسْلَافِكُمْ، فَإِنَّهُ لَمْ يُدَّخَرْ عَنْهُمْ خَيْرٌ خُبِّئَ لَكُمْ دُونَهُمْ لِفَضْلٍ عِنْدَكُمْ، وَهُمْ أَصْحَابُ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَالَّذِينَ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَبَعْثَهٗ فِيهِمْ، وَوَصَفَهٗ بِهِمْ فَقَالَ جَلَّ وَعَلَا : ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا، سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾(الفتح : ٢٩)

”سلف صالحین کے عقیدے پر ڈٹ جایئے، جہاں سلف ٹھہرے، وہیں ٹھہر جایئے اور وہی کہیے، جو سلف نے کہا۔ جس سے سلف رُکے رہے، اُس سے آپ بھی رُک جایئے اور ان کے منہج پر گامزن رہیے، آپ کو وہی کافی ہے، جو سلف کو کافی ہو گیا تھا۔......اگر یہ خیر ہوتی، تو تمہارے اسلاف کو چھوڑ کر تمہیں اس کے ساتھ خاص نہ کیا جاتا، کیونکہ ان سے کوئی خیر چھپا کر تمہارے لیے نہیں رکھی گئی، وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے صحابہ ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو صحابہ میں مبعوث کیا ہے اور ان کی صفات یوں بیان فرمائی ہیں: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح : ٢٩) ”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں انتہائی مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع وسجود کرتے دیکھیں گے، وہ فضل الٰہی اور رضا مندی کے طلبگار رہتے ہیں، ان کی ایک خصوصی پہچان ان کے چہروں میں سجدوں کا نشان ہے، ان کی یہ صفت تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی صفت اس کھیتی کے مانند ہے، جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ (پودا) توانا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا

ہو گیا، یہ صورت حال کسانوں کو خوش کرتی ہے، (اللہ کی طرف سے یہ اس لیے ہوا) تا کہ ان (صحابہ کرام) کی وجہ سے کفار کو غیض وغضب میں مبتلا کرے۔''

(الشّريعة للآجري : 294، وسندهٗ حسنٌ)

❁ **امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:**

نَدَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى التَّمَسُّكِ بِهَدْيِهِمْ وَالْجَرْيِ عَلٰى مِنْهَاجِهِمْ وَالسُّلُوكِ لِسَبِيلِهِمْ وَالْاِقْتِدَاءِ بِهِمْ فَقَالَ : ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيرًا﴾(النّساء : ۱۱۵)

اللہ عز وجل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہدایت سے تمسک اختیار کرنے، ان کے منہج پر چلنے، ان کے راستے کا راہی بننے اور ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيرًا﴾(النّساء : ۱۱۵) **''جو سبیل مومنین سے ہٹ جائے، تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔''**

(تقدمة الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم، ص 8)

❁ **امام ہبۃ اللہ لالکائی رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّ أَوْجَبَ مَا عَلَى الْمَرْءِ مَعْرِفَةُ اعْتِقَادِ الدِّينِ، وَمَا كَلَّفَ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ مِنْ فَهْمِ تَوْحِيدِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَتَصْدِيقِ رُسُلِهٖ بِالدَّلَائِلِ وَالْيَقِينِ، وَالتَّوَصُّلِ إِلٰى طُرُقِهَا وَالْاِسْتِدْلَالِ عَلَيْهَا بِالْحُجَجِ

وَالْبَرَاهِينِ، وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ مَقُولٍ، وَأَوْضَحِ حُجَّةٍ وَمَعْقُولٍ ؛ كِتَابُ اللّٰهِ الْحَقُّ الْمُبِينُ، ثُمَّ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَحَابَتِهِ الْأَخْيَارِ الْمُتَّقِينَ، ثُمَّ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ السَّلَفُ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ التَّمَسُّكُ بِمَجْمُوعِهَا وَالْمُقَامُ عَلَيْهَا إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ، ثُمَّ الِاجْتِنَابُ عَنِ الْبِدَعِ وَالِاسْتِمَاعِ إِلَيْهَا مِمَّا أَحْدَثَهَا الْمُضِلُّونَ .

”انسان پر واجب ہے کہ وہ عقائد دینیہ کی معرفت حاصل کرے اور ان چیزوں کا بھی علم حاصل کرے، جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مکلّف ٹھہرایا ہے، مثلاً دلائل ویقین کے ذریعے اور دلائل کے طریقوں کو اختیار کر کے، نیز دلائل وبراہین سے استدلال کر کے توحید باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ کا فہم حاصل کرنا اور رسولوں کی تصدیق کرنا۔ سب سے بڑی دلیل اور واضح حجت قرآن کریم ہے، جو کہ حق ومبین ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا فرامین اور آپ ﷺ کے اخیار اور متقی صحابہ کے آثار۔ اس کے بعد سلف صالحین کے اجماع واتفاقی اقوال وافعال۔ نیز ان تمام دلائل سے تمسک اختیار کرنا، قیامت تک ان پر قائم ودائم رہنا، بدعات سے اجتناب کرنا اور گمراہوں کے خودساختہ عقائد واعمال کی طرف التفات کرنے سے مجتنب رہنا ہے۔“

(شرح أصول اعتقاد أهل السنّة والجماعة :7/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ؛ فَعَلَيْنَا أَنْ نَتَّبِعَهُمْ فِيهِ؛ سَوَاءٌ قِيلَ: إِنَّهُ كَانَ مَنْصُوصًا فِي السُّنَّةِ وَلَمْ يَبْلُغْنَا ذٰلِكَ أَوْ قِيلَ: إِنَّهُ مِمَّا اسْتَنْبَطُوهُ وَاسْتَخْرَجُوهُ بِاجْتِهَادِهِمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

''جن مسائل پر سابقون اولون (صحابہ کرام) اور احسان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والے قائم رہے، ہم پر بھی واجب ہے کہ ہم ان مسائل میں ان کا اتباع کریں، خواہ وہ (حدیث کے) منصوص مسائل ہوں اور ہم تک وہ نصوص نہ پہنچیں ہوں یا ان کا تعلق ان مسائل سے ہو، جو انھوں نے اپنے اجتہاد سے کتاب وسنت کے دلائل سے مستنبط کیے ہوں۔''

(مَجموع الفتاوی: 163/5)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَعْدِلَ عَمَّا جَاءَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا إِلٰى مَا أَحْدَثَهُ بَعْضُ النَّاسِ مِمَّا قَدْ يَتَضَمَّنُ خِلَافَ ذٰلِكَ أَوْ يُوقِعُ النَّاسَ فِي خِلَافِ ذٰلِكَ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَضَعَ لِلنَّاسِ عَقِيدَةً وَلَا عِبَادَةً مِنْ عِنْدِهِ؛ بَلْ عَلَيْهِ أَنْ يَتَّبِعَ وَلَا يَبْتَدِعَ وَيَقْتَدِيَ وَلَا يَبْتَدِيَ.

''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کتاب وسنت اور سلف امت اور ائمہ دین کے اجماع سے روگردانی کرے اور لوگوں کے جاری کردہ نت نئے اُمور کو اختیار

کرے، جو بسا اوقات نصوص و اجماع کے خلاف ہوتے ہیں یا وہ لوگوں کو نصوص و اجماع کے مخالف بنا دیتے ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے لیے اپنی طرف سے عقیدہ یا عبادت گھڑ لے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اتباع کرے، بدعات جاری مت کرے اور (سلف کی) اقتدا کرے، اپنی رائے قائم نہ کرے۔''

(مجموع الفتاوی: 11/490)

❁ مزید فرماتے ہیں:

الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْإِنْسَانِ اعْتِقَادُهُ فِي ذٰلِكَ وَغَيْرِهِ مَا دَلَّ عَلَيْهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ أَثْنَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ وَعَلٰى مَنْ اتَّبَعَهُمْ وَذَمَّ مَنْ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ.

''انسان پر واجب ہے کہ وہ ہر معاملہ میں وہ عقیدہ رکھے، جس پر کتاب و سنت اور اسلاف اُمت کا اجماع دلالت کریں، سلف مؤمنین کی اللہ تعالیٰ نے ثنا کی ہے اور ان کے پیروکاروں کی بھی ثنا کی ہے، نیز ان کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرنے والے کی مذمت کی ہے۔''

(مجموع الفتاوی: 12/235)

سوال: اسلام کے دشمنوں کی ہلاکت و بربادی پر خوش ہونا کیسا ہے؟

جواب: دشمنان اسلام کی موت اور ہلاکت و بربادی پر خوش ہونا جائز ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَعْلَمُ لِي مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ .

”مجھے کوئی مطلع کرے گا کہ ابوجہل کا کیا انجام ہوا؟“

(صحيح البخاري : 4020، صحيح مسلم : 1800، واللّفظ لهٗ)

❀ قوام السنۃ امام اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْفَرْحِ بِهَلَاكِ الْعُدُوِّ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ دشمن کی ہلاکت پر خوش ہونا جائز ہے۔“

(التّحرير في شرح مسلم، ص 418)

سوال: صحیح مسلم (۱۴۵۳) کے مطابق نبی کریم ﷺ نے سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ سیدہ سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا دودھ پلائیں۔

بھلا ایک خاتون، نوجوان مرد کو دودھ کیسے پلا سکتی ہے، کیا یہ شرم وحیاء کے منافی نہیں؟

جواب: بجا کہ ایک خاتون ایک مرد کو دودھ نہیں پلا سکتی، لیکن کسی کا استثنا بھی تو ہوسکتا ہے، یہ ویسا ہی استثنا سمجھ لیجئے، جیسا استثنا عمومی حالات میں ہوتا ہے، ایک خاتون عام مردوں کے سامنے برہنہ نہیں ہوسکتی، لیکن اپنے خاوند کے ساتھ بعد از برہنگی معاملات بھی طے کرتی ہے، اس کو کوئی بھی بے حیائی اور بے شرمی نہیں کہتا، بلکہ اس کو ضروری امر قرار دیا جاتا ہے، جب ان معاملات میں ایک خاتون کے لئے ایک مرد کا استثنا ثابت ہو جانے سے وہ بے حیا نہیں ہو جاتے، تو ایک منہ بولے بیٹے کو بڑی عمر میں دودھ پلا دینے سے ایک ماں بے حیا کیوں کر ہوگئی؟ یا اس میں حیا کے منافی پہلو کون سے آ گئے؟

امت کے ایک خاص ماں بیٹے کا معاملہ تھا، سالم کو منہ بولے بیٹے سے رضاعی بیٹا بنانا

تھا،اس کے لئے مذکورہ فعل سے بہتر کوئی راستہ موجود نہیں تھا،سو یہی راستہ اختیار کرلیا گیا۔

یہ ایک صحابی کے لئے رخصت ہے کہ اس کا پریشان رہنا اللہ کو منظور نہ تھا،وہ تو وہ لوگ تھے،اللہ پر قسم اٹھا لیتے تھے،تو اللہ ان کی قسموں کی لاج رکھ لیا کرتا تھا،ایک صحابی کی گواہی کو دو کے برابر قرار دے دیا جاتا تھا،ان کو اگر قربانی کا مطلوب جانور نہیں ملتا تھا،تو ان کو کھیرے جانور کی قربانی کی اجازت دے دی جاتی تھی،بعینہ یہ رخصت بھی دے دی گئی تھی۔

اب یہاں کوئی اعتراض اٹھا سکتا ہے کہ سالم نے اس عورت کو چھوا بھی ہوگا،جبکہ چھونا حرام ہے،اس اعتراض کا جواب مگر صدیوں پہلے دیا جا چکا ہے۔

❀ حافظ نووی (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِي : لَعَلَّهَا حَلَبَتْهُ ثُمَّ شَرِبَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمَسَّ ثَدْيَهَا وَلَا الْتَقَتْ بَشَرَتَاهُمَا وَهٰذَا الَّذِي قَالَهُ الْقَاضِي حَسَنٌ وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ عُفِيَ عَنْ مَسِّهِ لِلْحَاجَةِ كَمَا خُصَّ بِالرَّضَاعَةِ مَعَ الْكِبَرِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:ممکن ہے کہ سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا نے سالم کو دودھ نکال کر دے دیا ہو اور انہوں نے پی لیا ہو،سینے کو نہ چھوا ہو،دونوں کے جسم آپس میں نہ ملے ہوں،قاضی رحمہ اللہ کی یہ بہت خوب صورت توجیہ ہے۔یہاں ایک دوسری صورت بھی ممکن ہے،وہ یوں کہ جب ایک شخص کو خاص طور پر دودھ پینے کی اجازت دی جا سکتی ہے،اسے چھونے میں بھی عام قاعدے سے استثنا مل سکتا ہے۔“

(شرح صحیح مسلم : 31/10)

اس بارے میں دوسری رائے بھی ملاحظہ ہو؛

✿ قوام السنۃ امام اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ لِسَهْلَةَ : «اَرْضِعِيهِ» لَمْ يُرِدْ : ضَعِي ثَدْيَكِ فِي فِيهِ، وَلٰكِنْ أَرَادَ : اُحْلُبِي لَهٗ مِنْ لَبَنِكِ شَيْئًا، ثُمَّ ادْفَعِيهِ إِلَيْهِ لِيَشْرَبَهٗ، وَلَا يَحِلُّ لِسَالِمٍ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى ثَدْيِهَا وَقْتَ الرَّضَاعِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا سے فرمانا کہ ''سالم کو دودھ پلائیے'' سے یہ مراد نہیں کہ اس کے منہ میں اپنا پستان ڈال دیجیے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اپنا کچھ دودھ نکال کر سالم کو دے دیجیے، تاکہ وہ پی لیں۔ (کیونکہ) سیدنا سالم رضی اللہ عنہ کے لیے رضاعت کے وقت سیدہ سہلہ رضی اللہ عنہا کے پستان کی طرف دیکھنا حلال نہیں تھا۔''

(التّحرير في شرح مسلم، ص 287)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دعا کرتے ہوئے ایک ہی دعا بار بار کی جاسکتی ہے؟

جواب: دعا میں الفاظ کا تکرار جائز ہے، اس سے دعا میں اخلاص پیدا ہوتا ہے، عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے اور دعا کی قبولیت کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ: «اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ»، فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ، مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، حَتّٰى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ.

”جب بدر کا دن تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا، ان کی تعداد ایک ہزار تھی، اپنے صحابہ کو دیکھا، تو ان کی تعداد تین سو انیس تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہوئے، ہاتھ بلند کیے اور اپنے رب سے عاجزی وانکساری

کے ساتھ دعا کرنے لگے: «اَللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ» ''اللہ! جو تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا، اسے پورا فرما، اللہ! جو تو نے (نصرت و مدد کا) وعدہ کیا تھا، اسے لے آ، اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کر دیا، تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' نبی کریم ﷺ قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر بار بار رب تعالیٰ سے یہی دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک آپ کے کندھوں سے نیچے گر گئی۔''

(صحیح مسلم: 1763)

سوال: علامہ فخر رازی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علامہ رازی (۶۰۶ھ) کی کئی کتابیں ہیں، مگر ان میں اہل سنت سے انحراف پایا جاتا ہے، علامہ رازی میں کلامیہ اور فلاسفہ کی کئی ایک گمراہیاں در آئی تھیں، انہوں نے اپنی تفسیر کو اشاعرہ کے عقائد سے بھر دیا ہے۔

✿ علامہ ابن حیان رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) نقل کرتے ہیں:

فِيهِ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا التَّفْسِيرَ.

''تفسیر رازی میں سب کچھ ہے، مگر تفسیر نہیں ہے۔''

(البحر المُحيط: 547/1)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

صَاحِبُ التَّصَانِيفِ، رَأْسٌ فِي الذَّكَاءِ وَالْعَقْلِيَّاتِ، لٰكِنَّهٗ عُرًى

مِنَ الْآثَارِ، وَلَهٗ تَشْكِيكَاتٌ عَلٰى مَسَائِلَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّينِ تُورِثُ حَيْرَةً، نَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يُثْبِتَ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِنَا، وَلَهٗ كِتَابُ السِّرِّ الْمَكْتُومِ فِي مُخَاطَبَةِ النُّجُومِ، سِحْرٌ صَرِيحٌ، فَلَعَلَّهٗ تَابَ مِنْ تَأْلِيفِهٖ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

''علامہ رازی صاحب التصانیف ہیں، ذہانت اور عقلیات میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، مگر احادیث و آثار کے علم سے ناواقف ہیں۔ انہوں نے دین کے کئی بنیادی عقائد و مسائل میں تشکیکات پیدا کی ہیں، جو انسان کو حیران و ششدر کر دیتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں ایمان کو ثابت اور پیوست کر دے۔ علامہ رازی کی ایک تصنیف بنام ''کتاب السر المکتوم فی مخاطبۃ النجوم'' ہے، جو صریح جادو ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی اس تالیف سے توبہ کر لی ہو، ان شاء اللہ!''

(میزان الاعتدال : 340/3)

✿ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ بَدَتْ مِنْهُ فِي تَوَالِيفِهٖ بَلَايَا وَعِظَائِمُ وَسِحْرٌ وَانْحِرَافَاتٌ عَنِ السُّنَّةِ .

''علامہ رازی سے اپنی تالیفات میں کئی گمراہیاں، جسارتیں، جادو اور اہل سنت سے انحرافات سرزد ہوئے ہیں۔''

(سِیر أعلام النُّبلاء :501/21)

علامہ رازی نے جہمیہ کی تائید میں تَأْسِيسُ التَّقْدِيسِ کتاب لکھی، جس کا رد شیخ

الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) ''نقص تاسیس التقدیس'' کے نام سے کیا، جو «بَيَانُ تَلْبِيسِ الْجَهْمِيَّةِ وَنَقْضِ بِدَعِهِمِ الْكَلَامِيَّةِ» سے نام سے معروف ہے۔

سوال: عبدالوہاب شعرانی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) زائغ، گمراہ اور منحرف تھا۔ صوفی مذہب کا پیروکار تھا۔ اس کی کتابیں گمراہی اور شرکیات سے اَٹی پڑی ہیں، لہٰذا اس کی کتابیں پڑھنے سے اجتناب کیا جائے۔

سوال: درج ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ.

''کتے مسجد میں آتے جاتے وقت پیشاب کر دیتے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر پانی کے چھینٹے نہیں مارتے تھے۔''

(مُسند الإمام أحمد: 71/2، سنن أبي داود: 382، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(شرح السّنة: 292)

جواب: اس حدیث کے مفہوم میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے، سب بہتر معنی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کتے مسجد میں داخل ہو کر پیشاب کر دیتے تھے، پھر وہ پیشاب خشک ہو جاتا، تو اس پر پانی نہیں بہایا جاتا تھا، کیونکہ زمین پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہو جائے، تو دھوپ یا ہوا سے خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے۔

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

بَابٌ فِي طُهُورِ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَتْ .

''اس بات کا بیان کہ جب زمین خشک ہوجائے، تو پاک ہو جاتی ہے۔''

تنبیہ:

❁ فقہ حنفی میں ہے:

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : ذَكَاةُ الْأَرْضِ يَبَسُهَا .

''فرمان نبوی ہے: زمین کی پاکی اس کا خشک ہونا ہے۔''

(الهِداية : 346/4)

یہ حدیث بے سند اور بے اصل ہے، کتب حدیث میں اس پر دسترس نہیں ہوسکی۔

❁ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ اَقِفْ عَلَيْهِ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''مجھے کتب حدیث میں یہ روایت نہیں ملی۔''

(الغاية في شرح الهداية : 41/2)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ الْحَدِيثِ : إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَا يُعْرَفُ لَهٗ إِسْنَادٌ أَصْلًا .

''محدثین کہتے ہیں: ''اس حدیث کی سرے سے سند ہی معلوم نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية :437/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ فِي الْمَرْفُوعِ .

”مرفوع روایت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔“

(التّلخیص الحبیر :83/1)

سوال: اہل حدیث کے اہل حق ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: اہل حدیث ہی اہل حق ہیں، یہ سلف صالحین کے عقائد ونظریات اور علم وعمل کا تسلسل ہے۔ ہر علاقے اور ہر دور میں اہل حدیث کے عقائد ایک جیسے رہے ہیں، کیونکہ یہ دین میں مکمل طور پر سلف اُمت پر اعتماد کرتے ہیں، ان کا علم صحابہ، تابعین، ائمہ دین اور محدثین سے منقول ہے، بلکہ صحابہ وتابعین اور ائمہ محدثین کا علم وعمل ان کی دلیل ہے، اگرچہ بعض اجتہادی مسائل میں ان کے مابین اختلاف ہے، مگر اصول دین میں ان کے یہاں کوئی اختلاف نہیں، یہی ان کے اہل حق ہونے کی دلیل ہے، اہل حدیث ہی حبل اللہ تھامے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، اس بنا پر یہ حزب اللہ ہیں۔

اہل حدیث ہی حقیقت میں اہل سنت والجماعت ہیں، ان کے علاوہ کوئی بھی حقیقی اہل سنت کہلوانے کا حق دار نہیں۔ اہل حدیث کے کئی صفاتی نام ہیں۔

❀ علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَهْلَ الْحَدِيثِ هُمْ عَلَى الْحَقِّ، أَنَّكَ لَوْ طَالَعْتَ جَمِيعَ كُتُبِهِمُ الْمُصَنَّفَةَ مِنْ أَوَّلِهِمْ إِلٰى آخِرِهِمْ، قَدِيمِهِمْ وَحَدِيثِهِمْ مَعَ اخْتِلَافِ بُلْدَانِهِمْ وَزَمَانِهِمْ، وَتَبَاعُدِ مَا بَيْنَهُمْ فِي الدِّيَارِ، وَسُكُونِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُم قُطْرًا مِّنَ الْأَقْطَارِ، وَجَدتَّهُمْ فِي بَيَانِ الِاعْتِقَادِ عَلٰى وَتِيرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّنَمْطٍ وَاحِدٍ، يَجْرُونَ فِيهِ عَلٰى طَرِيقَةٍ لَّا يَحِيدُونَ عَنْهَا، وَلَا يَمِيلُونَ فِيهَا،

قَوْلُهُمْ فِي ذٰلِكَ وَاحِدٌ وَّنَقْلُهُمْ وَاحِدٌ، لَا تَرٰى بَيْنَهُمُ اخْتِلَافًا وَّلَا تَفَرُّقًا فِي شَيْءٍ مَّا وَإِنْ قَلَّ، بَلْ لَّوْ جَمَعْتَ جَمِيعَ مَا جَرٰى عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ، وَنَقَلُوهُ عَنْ سَلَفِهِمْ، وَجَدْتَّهٗ كَأَنَّهٗ جَاءَ مِنْ قَلْبٍ وَّاحِد، وَجَرٰى عَلٰى لِسَانٍ وَّاحِدٍ، وَهَلْ عَلَى الْحَقِّ دَلِيلٌ أَبْيَنُ مِنْ هٰذَا ؟قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء 4 : 82)، وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(آل عمران 3 : 103)، وَأَمَّا إِذَا نَظَرْتَ إِلٰى أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ، رَأَيْتَهُمْ مُتَفَرِّقِينَ مُخْتَلِفِينَ أَوْ شِيَعًا وَّأَحْزَابًا، لَا تَكَادُ تَجِدُ اثْنَيْنِ مِنْهُمْ عَلٰى طَرِيقَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي الِاعْتِقَادِ، يُبَدِّعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، بَلْ يَرْتَقُونَ إِلَى التَّكْفِيرِ، يُكَفِّرُ الِابْنُ أَبَاهُ، وَالرَّجُلُ أَخَاهُ، وَالْجَارُ جَارَهٗ، تَرَاهُمْ أَبَدًا فِي تَنَازُعٍ وَّتَبَاغُضٍ وَّاخْتِلَافٍ، تَنْقَضِيْ أَعْمَارُهُمْ وَلَمَا تَتَّفِقُ كَلِمَاتُهُمْ، ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾(الحشر 59 : 14)، أَوَ مَا سَمِعْتَ أَنَّ الْمُعْتَزِلَةَ مَعَ اجْتِمَاعِهِمْ فِي هٰذَا اللَّقَبِ يُكَفِّرُ الْبَغْدَادِيُّونَ مِنْهُمُ الْبَصَرِيِّينَ، وَالْبَصَرِيُّونَ مِنْهُمُ الْبَغْدَادِيِّينَ، وَيُكَفِّرُ أَصْحَابُ

أَبِي عَلِيٍّ الْجَبَائِيِّ ابْنَهُ أَبَا هَاشِمٍ، وَأَصْحَابُ أَبِي هَاشِمٍ يُكَفِّرُونَ أَبَاهُ أَبَا عَلِيٍّ، وَكَذٰلِكَ سَائِرُ رُؤُوسِهِمْ وَأَرْبَابُ الْمَقَالَاتِ مِنْهُم، إِذَا تَدَبَّرْتَ أَقْوَالَهُمْ رَأَيْتَهُمْ مُّتَفَرِّقِينَ يُكَفِّرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَيَتَبَرَّأُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ، كَذٰلِكَ الْخَوَارِجُ وَالرَّوَافِضُ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَسَائِرُ الْمُبْتَدِعَةِ بِمَثَابَتِهِمْ، وَهَلْ عَلَى الْبَاطِلِ دَلِيلٌ أَظْهَرُ مِنْ هٰذَا ؟ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ﴾ (الأنعام: ١٥٩)، وَكَانَ السَّبَبُ فِي اتِّفَاقِ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهُمْ أَخَذُوا الدِّينَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَطَرِيقِ النَّقْلِ، فَأَوْرَثَهُمُ الِاتِّفَاقَ وَالِائْتِلَافَ، وَأَهْلُ الْبِدْعَةِ أَخَذُوا الدِّينَ مِنَ الْمَعْقُولَاتِ وَالْآرَاءِ، فَأَوْرَثَهُمْ الِافْتِرَاقَ وَالِاخْتِلَافَ، فَإِنَّ النَّقْلَ وَالرِّوَايَةَ مِنَ الثِّقَاتِ وَالْمُتْقِنِينَ قَلَّمَا يَخْتَلِفُ، وَإِنِ اخْتَلَفَ فِي لَفْظٍ أَوْ كَلِمَةٍ، فَذٰلِكَ اخْتِلَافٌ لَّا يَضُرُّ الدِّينَ، وَلَا يَقْدَحُ فِيهِ، وَأَمَّا دَلَائِلُ الْعَقْلِ فَقَلَّمَا تَتَّفِقُ، بَلْ عَقْلُ كُلِّ وَاحِدٍ؛ يَّرٰى صَاحِبُهُ غَيْرَ مَا يَرَى الْآخَرُ، وَهٰذَا بَيِّنٌ .

”اہل حدیث کے اہل حق ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اگر آپ ان کی اول و آخر اور قدیم وجدید تمام کتابوں کا مطالعہ کرلیں، تو باوجود ان

کے علاقوں اور زمانوں کے مختلف ہونے اور ان کے باہمی فاصلوں اور دنیا کے مختلف کونوں میں رہائش پذیر ہونے کے، آپ ان کو ایک ہی طرز اور طریقے پر عقائد کا بیان کرتے پائیں گے، ان کا منہج ایک ہی ہوگا، جس سے وہ کبھی نہیں ہٹیں گے۔ عقائد میں ان کا قول اور دلیل ایک ہی ہوگی، ان کے مابین کوئی معمولی سا اختلاف وانتشار بھی آپ تلاش نہیں کر سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہ اگر آپ ان کی زبانوں سے نکلی ہوئی اور ان کی اپنے سلف سے نقل کردہ تمام باتیں جمع کرلیں، تو آپ کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ ایک ہی دل سے نکل کر ایک ہی زبان پر جاری ہوئی ہیں۔ کیا کسی کے حق ہونے پر اس سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِغَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾(النّساء : ۸۲) ''کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے، اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' نیز فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(آل عمران : ۱۰۳) ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔'' اس کے برعکس جب آپ اہل بدعت کو دیکھیں گے تو ان کو تفرقہ و اختلاف میں مبتلا اور گروہوں میں بٹے ہوئے پائیں گے۔ عقائد کے معاملے میں ان میں سے کسی دو کو بھی آپ کسی ایک منہج پر متفق نہیں پائیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو بدعتی کہتا ہے، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں۔ بیٹا اپنے باپ کو، بھائی اپنے بھائی کو اور پڑوسی

اپنے پڑوسی کو کافر قرار دیتا نظر آتا ہے۔ وہ ہمیشہ جھگڑے اور بغض وعناد میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کی عمریں گزر جاتی ہیں، لیکن کسی ایک بات پر جمع نہیں ہو پاتے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (الحشر : ١٤) ''آپ انہیں متفق سمجھتے ہیں، لیکن ان کے دل جدا جدا ہیں، اس لیے کہ یہ بے شعور قوم ہیں۔'' کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تمام معتزلہ لقب 'اعتزال' میں متحد تھے، اس کے باوجود بغداد کے معتزلہ بصرہ کے معتزلہ کو کافر کہتے ہیں اور بصرہ والے بغداد والوں کو، ابوعلی جبائی کے اصحاب اس کے بیٹے ابو ہاشم کو کافر کہتے ہیں اور ابو ہاشم کے اصحاب اس کے باپ ابوعلی کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہی حال ان کے باقی اکابر اور اہل قلم کا ہے۔ جب آپ گمراہ لوگوں کے اقوال پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ متفرق ہیں، ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوارج، روافض اور تمام اہل بدعت کی صورتِ حال ایسی ہی ہے۔ کیا ان کے باطل ہونے پر اس سے بھی بڑی کوئی دلیل ہو گی؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ﴾ (الأنعام : ١٥٩) ''بلاشبہ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے سپرد ہے۔'' اہل حدیث کے متفق ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنا دین کتاب وسنت سے نقل در نقل کے ذریعے اخذ کیا ہے۔ قرآن وسنت نے

ان میں اتفاق واتحاد پیدا کر دیا، جبکہ اہل بدعت نے اپنا دین عقل اور رائے سے اخذ کیا اور عقل ورائے نے ان میں تفرقہ واختلاف پیدا کیا۔ کیونکہ ثقہ و بااعتماد راویوں کی نقل و روایت میں کم ہی اختلاف ہوتا ہے اور جو اختلاف ہوتا ہے، وہ بھی لفظی ہوتا ہے، جو کہ دین میں مضر اور قابل قدغن نہیں ہوتا۔ اس کے بالمقابل عقلی دلائل کم ہی متفق ہوتے ہیں، بلکہ ہر شخص کی عقل وہ سوچتی ہے جو دوسرے نہیں سوچتے۔ یہ بالکل واضح بات ہے۔''

(الانتصار لأصحاب الحديث، ص 45، الحجّة في بيان المحجّة لأبي القاسم الأصبهاني: 2/239-241)

سوال: مسجد میں اونچی آواز سے باتیں کرنا کیسا ہے؟

جواب: مساجد ذکر الٰہی کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ انہیں اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ مساجد کے آداب ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ مسجد کی تعظیم کرے اور اس کے آداب بجا لائے۔ مسجد میں اونچی آواز میں باتیں کرنا، فضولیات اور لغویات کا ارتکاب کرنا، بے مقصد دنیاوی باتیں کرنا، خرید وفروخت کرنا اور گمشدہ جاندار کا اعلان کرنا وغیرہ مساجد کے آداب کے خلاف ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

❀ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ: مَنْ أَنْتُمَا ـ أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ـ قَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي

مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی نے میری طرف کنکری پھینکی، اچانک کیا دیکھا کہ وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دو شخصوں کو میرے پاس لائیں، میں انہیں لے کر آیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کون ہو، یا کہاں سے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم طائف سے ہیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ یہاں (مدینہ) کے رہائشی ہوتے، تو میں آپ کو سزا دیتا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں بلند کر رہے ہو۔''

(صحيح البخاري : 470)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند فرمایا:

اِجْتَنِبُوا اللَّغْوَ فِي الْمَسْجِدِ .

''مسجد میں لغویات سے اجتناب کریں۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد : 572، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 4214، وسندهٗ صحيح)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى، إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ نَبِيًّا، إِنَّهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ أَذْهَبَ إِلَّا وَأَنْتَ خَلِيفَتِي فِي كُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ بَعْدِي .

''آپ کا میرے ہاں وہی مقام ہے، جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا، مگر آپ نبی نہیں ہیں۔ بلاشبہ میرے جانے کے بعد آپ ہی ہر مؤمن کے

خلیفہ ہیں۔"

(مُسند الإمام أحمد : 331/1، خصائص علي للنّسائي : 24، السّنّة لابن أبي عاصم : 1188)

جواب: یہ ابو بلج یحییٰ بن سلیم کی منکر روایت ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرٰى أَن لَّا يَحْتَجَّ بِمَا انْفَرَدَ مِنَ الرِّوَايَةِ .

"میرے مطابق ابو بلج جس روایت میں منفرد ہو، اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔"

(كتاب المَجروحين : 113/3)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى حَدِيثًا مُنْكَرًا .

"ابو بلج نے یہ (مذکورہ) منکر حدیث بیان کی ہے۔"

(تهذيب التّهذيب لابن حَجَر : 317/6)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "منکر" قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 384/4)

اس حدیث کے بعض الفاظ میں واضح غرابت اور نکارت پائی جاتی ہے۔

سوال: درج ذیل آیات میں "کنز" سے کیا مراد ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ

اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾(التّوبة : ٣٤-٣٥)

''جولوگ سونے اور چاندی کوخزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، تو (اے نبی!) انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔ جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں پر داغ لگایا جائے گا (اور کہا جائے گا:) یہ ہے تمہارا خزانہ، جنہیں تم اپنے لیے سنبھال رکھتے تھے، اب اپنے خزانے کا مزہ چکھو۔''

جواب: اگر کسی کا مال نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے، تو وہ مال ''کنز'' (خزانہ) ہے، جو اس کے لیے روز قیامت وبال جان بن جائے گا۔ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے، تو وہ اس وعید سے بچ جائے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ''کنز'' کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ الْمَالُ الَّذِي لَا تُؤَدّٰى مِنْهُ الزَّكَاةُ.

''یہاں ''کنز'' سے مراد وہ مال ہے، جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔''

(موطأ الإمام مالك :256/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس بارے میں مرفوع احادیث بھی آتی ہیں۔

سوال: کیا سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تھا؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسا کچھ ثابت نہیں کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا ہو، اس بارے میں مروی روایت ضعیف ومنکر ہے۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاطِمَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَخَطَبَهَا عَلِيٌّ، فَزَوَّجَهَا مِنْهُ .

”سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ چھوٹی ہیں، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رشتہ مانگا، تو نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔“

(سنن النّسائي : 3221، زوائد فضائل الصّحابة للقطيعي : 1051، المُستدرك للحاكم : 167/2)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔ حسین بن واقد کی عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ مَا أَنْكَرَهَا .

”عبداللہ بن بریدہ کی وہ روایات، جو ان سے حسین بن واقد بیان کرتا ہے، کس قدر منکر ہیں!“

(العِلَل ومعرفة الرّجال برواية ابنه عبد اللّٰه : 1420)

یہ جرح مفسر ہے، جو نا قابل رد ہے۔

سوال: کیا فتح مکہ کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کندھوں پر اٹھایا؟

جواب: فتح مکہ کے دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کندھوں بیٹھنے لگے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اٹھانے سے قاصر رہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا کہ کعبہ کی دیواروں پر نصب بتوں کو توڑ دیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنْطَلَقْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اجْلِسْ وَصَعِدَ عَلٰى مَنْكِبَيَّ، فَذَهَبْتُ لِأَنْهَضَ بِهٖ، فَرَأَى مِنِّي ضَعْفًا، فَنَزَلَ، وَجَلَسَ لِي نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ : اصْعَدْ عَلٰى مَنْكِبَيَّ قَالَ : فَصَعِدْتُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، قَالَ : فَنَهَضَ بِي، قَالَ : فَإِنَّهٗ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنِّي لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ أُفُقَ السَّمَاءِ، حَتّٰى صَعِدْتُ عَلَى الْبَيْتِ، وَعَلَيْهِ تِمْثَالُ صُفْرٍ أَوْ نُحَاسٍ، فَجَعَلْتُ أُزَاوِلُهٗ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ، حَتّٰى إِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ، قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اقْذِفْ بِهٖ فَقَذَفْتُ بِهٖ، فَتَكَسَّرَ كَمَا تَتَكَسَّرُ الْقَوَارِيرُ، ثُمَّ نَزَلْتُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتّٰى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوتِ، خَشْيَةَ أَنْ يَلْقَانَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ .

”(فتح مکہ کے موقع پر) میں اور نبی کریم ﷺ چلتے ہوئے کعبہ پہنچے، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: نیچے بیٹھیے، آپ ﷺ میرے کندھوں پر بیٹھ گئے، میں اٹھنے لگا، تو نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ میں اٹھانے سے قاصر ہوں، تو آپ ﷺ نیچے اتر گئے اور مجھے سوار کرنے کے لیے بیٹھ گئے اور فرمایا: میرے کندھوں پر بیٹھ جایئے۔ تو میں آپ ﷺ کے کندھوں پر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے مجھے اٹھا لیا، مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اگر چاہوں، تو آسمان کی بلندیوں کو چھو جاؤں، یہاں تک کہ میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا، اس پر پیتل یا تانبے کی مورتیاں تھیں، میں ان مورتیوں کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اکھاڑنے لگا، جب میں انہیں اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ انہیں پھینک دیں، تو میں نے انہیں پھینک دیا، وہ شیشے کی طرح ٹوٹ گئیں، پھر میں نیچے اتر آیا۔ پھر ہم اس خدشہ سے کہ کہیں کوئی راستے میں نہ مل جائے، جلدی جلدی سے لوٹ آئے اور گھروں میں چھپ گئے۔“

(مسند الإمام أحمد: 84/1، زوائد مسند الإمام أحمد: 151/1، تهذيب الآثار للطّبري [مسند علي]، ص 237، المُستدرك للحاكم: 262/2، 367، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي .

”میں جب رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگتا، تو آپ ﷺ مجھے عطا فرما دیتے اور جب چپ رہتا، تو بغیر مانگے ہی عنایت فرما دیتے۔“

(خصائص علي للنّسائي: 119، سنن التّرمذي: 3722، المُستدرك للحاكم: 125/3)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن ہند جملی کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مُصنّف ابن أبي شيبة: 58/12، خصائص علي للنّسائي: 120، المَعرفة والتّاريخ للفَسوي: 540/2، حِلية الأولياء لأبي نعيم: 68/1)

سند ضعیف ہے۔

① ابوالبختری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② اعمش کا عنعنہ ہے۔

❁ اس روایت کی تیسری سند بھی ہے۔

(خصائص علي للنّسائي: 121، زوائد فضائل الصّحابة للقطيعي: 1099)

سند ضعیف ہے۔ ابن جریج کا ابوحرب سے سماع نہیں۔

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِبْنُ جُرَيْجٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي حَرْبٍ.

”ابن جریج نے ابوحرب سے سماع نہیں کیا۔“

(خصائص علي، تحت الرقم: 121)

لہٰذا ابن جریج کا ”حدثنا“ کہنا کسی راوی کا وہم ہے۔

سوال: روزے دار کے پاس کوئی شے کھانا کیسا ہے؟

(جواب): روزے دار کے سامنے کھانا کھایا جا سکتا ہے، ممانعت نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الصَّائِمُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ .

”جب روزے دار کے سامنے کھایا جائے، تو فرشتے اس (روزہ دار) کے لیے دعا کرتے ہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 9618، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): ایام بیض کے روزوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): ایام بیض (چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھنا مشروع و مستحب ہے۔ اس پر صحیح احادیث دلیل ہیں، یہ تین روزے مہینے بھر کے روزوں کے برابر ہیں، اگر ہر مہینہ یہ تین روزے رکھے جائیں، تو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ہر دور کے مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

إِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ .

”آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیں، تو آپ کو ہر نیکی کے بدلے دس گناہ اجر ملے گا اور اس طرح پورا سال روزے رکھنے کے برابر اجر ملے گا۔“

(صحيح البخاري : 1975، صحيح مسلم : 1159)

❁ موسیٰ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ صِيَامِ، ثَلَاثَةِ أَيَّامِ الْبِيضِ فَقَالَ : كَانَ عُمَرُ يَصُومُهُنَّ .

''میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایام بیض کے تین روزوں کے متعلق پوچھا، تو فرمایا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ روزے رکھا کرتے تھے۔''

(مُسند الحارث [بغية الباحث] : 340، وسندهٔ صحيحٌ)

سوال: کیا نفلی روزہ توڑنے پر قضا ہے؟

جواب: نفلی روزہ توڑنے پر قضا دینا مستحب ہے، واجب نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ أَخْبَرَ أَصْحَابَهُ أَنَّهُ صَائِمٌ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِمْ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالُوا : أَوَلَمْ تَكُ صَائِمًا؟ قَالَ : بَلٰى وَلٰكِنِّي مَرَّتْ جَارِيَةٌ لِي فَأَعْجَبَتْنِي فَأَصَبْتُهَا وَكَانَتْ حَسَنَةً هَمَمْتُ بِهَا وَأَنَا قَاضِيهَا يَوْمًا آخَرَ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ میں روزے سے ہوں، بعد میں ان کے پاس آئے، تو سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے، شاگردوں نے پوچھا: آپ تو روزے میں تھے؟ فرمایا: جی ہاں، روزے میں ہی تھا، مگر میرے پاس سے میری لونڈی گزری، وہ مجھے اچھی لگی، وہ خوب صورت بھی تھی، تو میں نے اس سے مقاربت اختیار کر لی، اب اس روزے کی قضا کسی دوسرے دن دوں گا۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 111/2، وسندهٔ صحيحٌ)

❁ انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَعَطِشَ عَطَشًا شَدِيدًا فَأَفْطَرَ، فَسَأَلَ عِدَّةً مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرُوهُ أَنْ يَقْضِيَ يَوْمًا مَكَانَهُ.

”آپ رحمہ اللہ نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا، شدید پیاس لگی، تو روزہ افطار کر دیا، پھر بہت سارے صحابہ سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے اس روزے کی قضا کا حکم دیا۔“

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 9093، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: روزے کی حالت میں غشی آ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں غشی آ جائے، تو روزہ برقرار ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَصُومُ تَطَوُّعًا فَيُغْشٰى عَلَيْهِ فَلَا يُفْطِرُ.

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نفل روزہ کے دوران بے ہوش ہو جاتے، تو روزہ نہیں توڑتے تھے۔“

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 8110، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْإِغْمَاءَ خِلَالَ الصَّوْمِ لَا يُفْسِدُهٗ.

”یہ اثر دلیل ہے کہ دوران روزہ غشی آ جائے، تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔“

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم : 8110)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سخاوت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے دیے مال میں سے زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے، یہ رب تعالیٰ کا عائد کردہ فریضہ ہے، البتہ زکوۃ کے علاوہ صدقات وخیرات اور سخاوت کرنا عزیمت والا کام ہے۔فرض صدقہ کے علاوہ جو مال بھی کسی کو بغیر عوض دیا جائے ، وہ صدقہ ہی ہے،خواہ تحفہ ہو یا خیرات ہو۔نفلی صدقہ اور سخاوت کی فضیلت بیان ہوئی ہے، کتاب وسنت میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ جود وسخا کے پیکر تھے،کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ نہیں کیا، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی راہِ مولا خرچ کرنے کا شوق تھا، جو مال ہوتا، اسے باری تعالیٰ کی رضا میں خرچ کر دیتے۔ان کے دل میں مال ودولت کی حرص نہ تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی کے متلاشی تھے۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَبْصَرَ -يَعْنِي أُحُدًا- قَالَ : مَا أُحِبُّ أَنَّهٗ تَحَوَّلَ لِي ذَهَبًا، يَمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا دِينَارًا أُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ .

”میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ (چل رہا) تھا، جب آپ ﷺ کی نگاہ اُحد پہاڑ

پر پڑی، تو فرمایا: اگر یہ پہاڑ میرے لیے سونے کا بن جائے، تو میں کبھی پسند نہیں کروں گا کہ تین دن گزرنے کے بعد بھی میرے پاس اس میں سے کوئی دینار باقی رہے (بلکہ سارا پہاڑ راہِ خدا خرچ کر دوں گا)، سوائے اس دینار کے، جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے بچا رکھوں۔''

(صحيح البخاري : 2388، صحيح مسلم : 94)

❁ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهٖ، فَقَالَ : ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ.

''میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز عصر ادا کی، آپ ﷺ نے سلام پھیرا، تو جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے، اپنی کسی بیوی کے گھر تشریف لے گئے، لوگ نبی کریم ﷺ کی جلدی کو دیکھ کر پریشان ہو گئے، پھر آپ ﷺ تشریف لائے، تو محسوس کیا کہ لوگوں نے آپ ﷺ کی جلدی کرنے کی وجہ سے تعجب کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے گھر میں پڑی سونے کی ڈلی یاد آ گئی، مجھے اچھا نہیں لگا کہ وہ میرے پاس رہے، لہٰذا میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔''

(صحيح البخاري : 851)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ رَجُلٌ : لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى زَانِيَةٍ؟ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ، فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلٰى سَارِقٍ وَّعَلٰى زَانِيَةٍ وَعَلٰى غَنِيٍّ، فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهٗ : أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ .

”ایک شخص نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا اور صدقہ لے کر باہر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ پر صدقہ کر دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ (رات) ایک چور پر صدقہ کر دیا گیا۔ صدقہ کرنے والا کہنے لگا: اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے، میں ضرور کچھ صدقہ کروں گا۔ تو وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو صدقہ دے آیا، صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ وہ شخص کہنے لگا: اللہ! تعریف صرف تیری ہے، میں زانیہ پر صدقہ کر بیٹھا؟ اب

پھر صدقہ کروں گا۔ وہ صدقہ لے کر نکلا اور کسی مالدار کو دے دیا، صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا۔ تو صدقہ کرنے والا شخص عرض گزار ہوا: اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے، پہلے چور کو صدقہ دے دیا، پھر زانیہ کو اور اب مالدار شخص کو۔ تو اس کے پاس ایک شخص آیا اور اسے کہنے لگا: جو آپ نے چور کو صدقہ دیا ہے، اس سے شاید وہ چوری سے باز آ جائے، زانیہ زنا سے توبہ کر لے اور مالدار شاید عبرت پکڑ لے اور اللہ کے دیے ہوئے مال سے خرچ کرنے لگے۔‘‘

(صحيح البخاري: 1421، صحيح مسلم: 1022)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ، فَقَامَ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَتَصَدَّقَ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.

’’دو آدمی قابل رشک ہیں؛ ایک جسے اللہ نے حفظ قرآن کی توفیق بخشی اور وہ دن رات نماز میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال دیا اور وہ دن رات اسے صدقہ کرتا رہتا ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: 73؛ صحيح مسلم: 267/815)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ ؛ ...... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهٗ.

’’سات شخص ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا،

کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؛ ......(ان میں سے ایک شخص وہ ہے)، جس نے صدقہ کیا اور اسے مخفی رکھا، یہاں تک اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔‘‘

(صحیح البخاري : 660، صحیح مسلم :1031)

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾(البقرة : ٢٦٧) نَزَلَتْ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، كُنَّا أَصْحَابَ نَخْلٍ فَكَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي مِنْ نَخْلِهِ عَلٰى قَدْرِ كَثْرَتِهٖ وَقِلَّتِهٖ، وَكَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَيْنِ فَيُعَلِّقُهٗ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ، فَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا جَاعَ أَتَى الْقِنْوَ فَضَرَبَهٗ بِعَصَاهُ فَيَسْقُطُ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ فَيَأْكُلُ، وَكَانَ نَاسٌ مِّمَّنْ لَا يَرْغَبُ فِي الْخَيْرِ يَأْتِي الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ فِيهِ الشِّيصُ وَالْحَشَفُ وَبِالْقِنْوِ قَدِ انْكَسَرَ فَيُعَلِّقُهٗ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ تَعَالٰى : ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾(البقرة : ٢٦٧) قَالُوا : لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أُهْدِيَ إِلَيْهِ مِثْلُ مَا أَعْطٰى، لَمْ يَأْخُذْهُ إِلَّا عَلٰى إِغْمَاضٍ أَوْ حَيَاءٍ، قَالَ : فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ يَأْتِي أَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهٗ .

''آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾ (البقرۃ:۲۶۷)
''تم ناقص مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو۔'' ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ ہم کھجوروں کے مالک تھے، ہم میں سے کوئی آدمی اپنی کھجوروں کی کم وبیش پیداوار و مقدار کے مطابق زیادہ یا تھوڑا حصہ لے کر آتا۔ بعض لوگ کھجور کے ایک دو گچھے لے کر آتے اور مسجد میں لٹکا دیتے، اہل صفہ کے پاس کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا، تو ان میں سے جب کسی صحابی کو بھوک لگتی، تو وہ گچھے کے پاس آتا اور اسے چھڑی سے جھاڑتا کچی اور پکی کھجوریں گرتیں، وہ انہیں کھا لیتا۔ کچھ لوگ ایسے تھے، جنہیں خیر میں زیادہ رغبت نہ تھی، وہ ایسے گچھے لاتے جس میں خراب اور ردی کھجوریں ہوتیں اور بعض ٹوٹے گچھے لا کر لٹکا دیتے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾ (البقرۃ : ٢٦٧) ''اہل ایمان! جو تم کماؤ یا جو اناج ہم تمہارے لیے زمین سے نکالیں، ان میں سے عمدہ مال (راہ خدا میں) خرچ کرو، گھٹیا مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو، جبکہ تم خود اسے کسی صورت لینے والے نہیں ہو، الا کہ چشم پوشی کرتے ہوئے لے لو، خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف والا ہے۔'' صحابہ نے (ایسے لوگوں سے) کہا: اگر تم میں سے کسی کو ایسا ہی ہدیہ دیا جائے جیسا اس نے دیا ہے، تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا، لے بھی لے، تو منہ موڑ کر۔ اس کے بعد ہم میں سے ہر آدمی عمدہ شے لانے لگا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 10787، سنن التّرمذي : 2987، سنن ابن ماجه : 1822، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۲۲۷) نے مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ **مالک بن عیاض الدار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَخَذَ أَرْبَعَمِائَةِ دِينَارٍ فَجَعَلَهَا فِي صُرَّةٍ، ثُمَّ قَالَ لِلْغُلَامِ : اذْهَبْ بِهَا إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، ثُمَّ تَلَّهَ سَاعَةً فِي الْبَيْتِ حَتّٰى تَنْظُرَ مَا يَصْنَعُ، فَذَهَبَ بِهَا الْغُلَامُ إِلَيْهِ، فَقَالَ : يَقُولُ لَكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ : اجْعَلْ هٰذِهِ فِي بَعْضِ حَوَائِجِكَ، فَقَالَ : وَصَلَهُ اللّٰهُ وَرَحِمَهٗ، ثُمَّ قَالَ : تَعَالَيْ يَا جَارِيَةُ، اذْهَبِي بِهٰذِهِ السَّبْعَةِ إِلٰى فُلَانٍ، وَبِهٰذِهِ الْخَمْسَةِ إِلٰى فُلَانٍ، حَتّٰى أَنْفَدَهَا، فَرَجَعَ الْغُلَامُ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَخْبَرَهٗ، وَوَجَدَهٗ قَدْ أَعَدَّ مِثْلَهَا لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، فَقَالَ : اذْهَبْ بِهَا إِلٰى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، ثُمَّ تَلَّهَ فِي الْبَيْتِ سَاعَةً؛ حَتّٰى تَنْظُرَ إِلٰى مَا يَصْنَعُ، فَذَهَبَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ : يَقُولُ لَكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ : اجْعَلْ هٰذَا فِي حَاجَتِكَ، فَقَالَ : وَصَلَهٗ وَرَحِمَهٗ، تَعَالَيْ يَا جَارِيَةُ، اذْهَبِي إِلٰى فُلَانٍ بِكَذَا، وَإِلٰى بَيْتِ فُلَانٍ بِكَذَا، وَإِلٰى بَيْتِ فُلَانٍ بِكَذَا، فَاطَّلَعَتِ امْرَأَةُ مُعَاذٍ، فَقَالَتْ :

وَنَحْنُ وَاللّٰهِ مَسَاكِينُ، فَأَعْطِنَا، فَلَمْ يَبْقَ فِي الْخِرْقَةِ إِلَّا دِينَارَانِ، فَدَحَا بِهِمَا، فَرَجَعَ الْغُلَامُ إِلٰى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ؛ فَسُرَّ بِذٰلِكَ عُمَرُ، وَقَالَ : إِنَّهُمْ إِخْوَةٌ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا: یہ تھیلی لے جائیں اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دے دیجئے، پھر وہاں کچھ دیر ٹھہرنا اور دیکھنا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ (ان دینار کا) کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام وہ تھیلی لے کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور عرض کیا: امیر المومنین (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) آپ سے فرما رہے ہیں کہ ان دیناروں سے اپنی ضرورت پوری کر لیجئے۔ تو سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو اپنی رحمت سے ملا دے اور ان پر رحم فرمائے، پھر فرمایا: ارے بچی ادھر آیئے، یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ، یہ پانچ فلاں کو دے آؤ۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سارے کے سارے دینار تقسیم کر دیے۔ غلام واپس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کو سارے معاملے کی خبر دی اور دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی (چار سو دینار پر مشتمل) تھیلی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے بھی تیار کر رکھی ہے۔ فرمایا: یہ تھیلی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف لے جایئے اور وہاں کچھ دیر ٹھہریے، بھلا دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں۔ تو غلام وہ تھیلی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا اور عرض کیا: امیر المومنین فرما رہے ہیں کہ یہ چند دینار ہیں، ان سے اپنی حاجت پوری کر لیجئے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو اپنی رحمت سے ملا

دے اور ان پر رحم فرمائے، پھر فرمایا: بچی اِدھر آؤ، یہ دینار فلاں کو دے آؤ، یہ فلاں گھر دے آؤ اور یہ فلاں گھر......۔ اتنے میں معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی کی نظر پڑ گئی، کہنے لگیں: اللہ کی قسم! ہم بھی مساکین ہیں، ہمیں بھی کچھ دے دیجئے، تھیلی میں صرف دو دینار باقی رہ گئے تھے، تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ دو دینار بیوی کو دے دیے۔ غلام واپس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارے معاملے کی خبر دے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: یہ سب بھائی ہیں، جو ایک دوسرے سے (مالی امداد لیتے) ہیں۔''

(الزّهد لابن المبارك : 511، الزّهد لأحمد بن حنبل : 1562، المُعجم الكبير للطّبراني : 33/20، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ ابْنِ جُرَيْجٍ الْمَكِّيِّ، فَجَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَهٗ، فَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ لِخَازِنِهٖ : أَعْطِهِ دِينَارًا، فَقَالَ : مَا عِنْدِي إِلَّا دِينَارٌ إِنْ أَعْطَيْتُهٗ لَجُعْتَ وَعِيَالُكَ، قَالَ : فَغَضِبَ وَقَالَ : أَعْطِهِ، قَالَ الْمَكِّيُّ : فَنَحْنُ عِنْدَ ابْنِ جُرَيْجٍ إِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ بِكِتَابٍ وَصُرَّةٍ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْهِ بَعْضُ إِخْوَانِهٖ، وَفِي الْكِتَابِ : إِنِّي قَدْ بَعَثْتُ خَمْسِينَ دِينَارًا، قَالَ : فَحَلَّ ابْنُ جُرَيْجٍ الصُّرَّةَ فَعَدَّهَا فَإِذَا هِيَ أَحَدٌ وَخَمْسُونَ دِينَارًا، قَالَ : فَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ لِخَازِنِهٖ : قَدْ أَعْطَيْتَ وَاحِدًا فَرَدَّهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَزَادَكَ خَمْسِينَ دِينَارًا .

''ہم امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج مکی رحمہ اللہ کے پاس تھے، تو ایک سوالی آیا، اس نے آپ رحمہ اللہ سے سوال کیا، تو ابن جریج رحمہ اللہ نے اپنے خزانچی سے کہا: اسے ایک دینار دے دیں۔ تو خزانچی نے کہا: میرے پاس صرف ایک دینار ہی ہے، اگر یہ اسے دے دوں تو آپ اور آپ کے اہل و عیال بھوکے رہیں گے۔ ابن جریج رحمہ اللہ غصے ہو گئے اور فرمایا: اسے دینار دے دیں۔ (مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:) ہم ابھی ابن جریج رحمہ اللہ کے پاس ہی تھے کہ ایک شخص آیا، جس کے پاس ایک خط اور ایک تھیلی تھی، جو آپ رحمہ اللہ کی طرف آپ کے کسی بھائی نے بھیجی تھی، اس خط میں لکھا تھا: ''میں نے (آپ کے لیے) پچاس دینار بھیجے ہیں۔'' ابن جریج رحمہ اللہ نے تھیلی کو کھولا اور دینار شمار کیے، تو وہ اکاون دینار تھے، تو ابن جریج رحمہ اللہ اپنے خزانچی سے فرمانے لگے: آپ نے (سائل کو) ایک دینار دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی آپ کو لوٹا دیا اور پچاس دینار مزید بھی عطا کر دیے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم: 2035، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَلشِّرْكُ فِيكُمْ أَخْفٰى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ .

''یقیناً شرک آپ میں چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ ہو کر آتا ہے۔''

(الأدب المُفرد للبُخاري: 716)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

② رجل من اہل بصرہ مبہم ہے۔

❁ یہی روایت مجاہد رحمہ اللہ سے مرسل بھی ہے۔

(الزّهد لهَناد: 849)

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

① مجاہد کی مرسل ہے۔

② لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

❁ یہی روایت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔

(مُسند الإمام أحمد: 196/32)

سند ضعیف ہے۔ ابوعلی کاہلی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/۵۶۲'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف آئی ہے۔

(الزّهد لوكيع: 304)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

② سلیمان تیمی کا عنعنہ ہے۔

③ کردوس بن عباس غطفانی کی توثیق نہیں۔

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

فِي قَوْلِهٖ : ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا﴾(البقرة : ٢٢) قَالَ : الْأَنْدَادُ هُوَ الشِّرْكُ، أَخْفٰى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ عَلٰى صَفَاةٍ سَوْدَاءَ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ، وَهُوَ أَنْ يَقُولَ : وَاللّٰهِ، وَحَيَاتِكَ يَا فُلَانَةُ، وَحَيَاتِي، وَيَقُولُ : لَوْلَا كَلْبُهٗ هٰذَا لَأَتَانَا اللُّصُوصُ، وَلَوْلَا الْبَطُّ فِي الدَّارِ لَأَتَى اللُّصُوصُ، وَقَوْلُ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ : مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ، وَقَوْلُ الرَّجُلِ : لَوْلَا اللّٰهُ وَفُلَانٌ، لَا تَجْعَلْ فِيهَا فُلَانًا؛ فَإِنَّ هٰذَا كُلَّهٗ بِهٖ شِرْكٌ.

''آپ رضی اللہ عنہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا﴾(البَقَرة : ٢٢) ''تم اللہ کے ساتھ شریک مت بناؤ۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: انداد سے مراد شرک ہے۔ شرک چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے، جو رات کے اندھیرے میں سیاہ چٹان پر چلتی ہے۔ وہ اس طرح کہ آدمی کہتا ہے: اللہ کی قسم اور اے فلاں عورت! تیری زندگی کی قسم، یا میری زندگی کی قسم۔ اسی طرح آدمی کہتا ہے: اگر یہ کتا نہ ہوتا، تو چور ہمارے گھر گھس آتا، اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی، تو چور آجاتا۔ اسی طرح کسی کا اپنے دوست کو کہنا: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں، اسی طرح کسی کا یہ کہنا: اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتے۔ ان سب باتوں میں فلاں کو داخل مت کیجئے، کیونکہ یہ سب شرک ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 229، وسندهٗ حسنٌ)

یہاں شرک سے مراد شرک اصغر ہے، کیونکہ اس میں کام کو خالق کی بجائے سبب کی

طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ایسے کلمات سے بھی اجتناب ضروری ہے، مگر ان کی ادائیگی انسان مشرک یا کافر نہیں بنتا۔

سوال: قرض اٹھا کر حج کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس شخص کے پاس اتنی مالیت نہ ہو کہ جس سے بآسانی حج کے اخراجات ادا ہو سکیں، تو اس پر حج فرض نہیں، البتہ اگر وہ قرض اٹھا کر حج کرنا چاہتا ہے، تو یہ جائز ہے، اس کا حج ادا ہو جائے گا، لیکن اگر اسے زندگی بھر اتنی خطیر رقم ادا کرنے کی اُمید نہ ہو، تو بہتر یہی ہے کہ وہ قرض نہ اٹھائے، اگر کوئی اُمید ہے، تو قرض اٹھا کر حج کر سکتا ہے، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس کے قرض کو حج کی برکت سے اتار دے گا۔

❀ محمد بن سوقہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ لِابْنِ الْمُنْكَدِرِ أَتَحُجُّ وَعَلَيْكَ دَيْنٌ؟ فَقَالَ : الْحَجُّ أَقْضٰى لِلدَّيْنِ .

”تابعی محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ مقروض ہونے کے باوجود حج کر رہے ہیں؟ فرمایا: قرض کی ادائیگی کے لیے حج بہترین عمل ہے۔“

(مسند الحُمَيْدي : 515، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے؟

جواب: محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے، کراہت یا ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

لَا يَرٰى بَأْسًا لِلْمُحْرِمِ ...... أَنْ يَنْظُرَ فِي الْمِرْآةِ .

”آپ رضی اللہ عنہ محرم کے لیے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12845، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ فِيهَا يُمِيطُ عَنْهُ الْأَذٰى .

”محرم کے لیے جائز ہے کہ وہ آئینہ دیکھ کر چہرے سے گرد وغبار دور کر لے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12840، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: احرام باندھتے وقت غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: احرام باندھتے وقت غسل مستحب ہے، واجب نہیں، اگر کوئی وضو پر اکتفا کرے، تو یہ بھی جائز ہے۔

❁ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِإِهْلَالِهٖ وَاغْتَسَلَ .

”انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لیے کپڑے اتار کر غسل فرمایا۔“

(سنن التّرمذي : 830، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۵۹۵) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْاِغْتِسَالَ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، وَبِهٖ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ .

”اہل علم کا ایک گروہ احرام کے وقت غسل کو مستحب سمجھتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ نَزَعَ قَمِيصَهُ عَامَ الْفِتْنَةِ، ثُمَّ لَبَّى وَلَمْ يَغْتَسِلْ .

”آپ رضی اللہ عنہ نے فتنہ (؟) والے سال (احرام باندھتے وقت) قمیص اتاری، پھر تلبیہ پکارا اور غسل نہیں کیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 15603، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ فِي حَجٍّ وَّلَا عُمْرَةٍ حَتّٰى يَغْتَسِلَ بِذِي طُوًى .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج اور عمرہ کے لیے جاتے، تو تب تک مکہ داخل نہیں ہوتے تھے، جب تک ذی طویٰ مقام پر غسل نہ فرما لیتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :15611، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ عَوَّامُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الْإِحْرَامَ بِغَيْرِ غُسْلٍ جَائِزٌ، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْغُسْلَ لِلْإِحْرَامِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ .

”اکثر اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ غسل کے بغیر احرام باندھنا جائز ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ احرام کے لیے غسل فرض و واجب نہیں۔“

(الإشراف : 184/3، المَجموع للنّووي : 212/7، واللّفظ لهٗ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ الْغُسْلُ عِنْدَ إِرَادَةِ الْإِحْرَامِ

بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ أَوْ بِهِمَا، سَوَاءٌ كَانَ إِحْرَامُهُ مِنَ الْمِيقَاتِ الشَّرْعِيِّ أَوْ غَيْرِهِ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ حج یا عمرہ یا دونوں کا اکٹھا احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، چاہے احرام میقات شرعی سے باندھا جائے یا (اس سے پہلے) کسی اور جگہ سے۔''

(المَجموع : 212/3)

سوال: عورت کے احرام کا لباس کیا ہے؟

جواب: عورت عام کپڑوں میں ہی احرام کی نیت کرلے گی، وہ مردوں کی طرح اَن سلی چادریں نہیں پہنے گی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

الْمُحْرِمَةُ تَلْبَسُ مِنَ الثِّيَابِ مَا شَاءَ تْ إِلَّا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ أَوْ زَعْفَرَانٌ وَلَا تَتَبَرْقَعُ، وَلَا تَلَثَّمُ وَتُسْدِلُ الثَّوْبَ عَلٰى وَجْهِهَا إِنْ شَاءَ تْ .

''محرم عورت ہر طرح کے کپڑے پہن سکتی ہے، مگر ورس اور زعفران لگے کپڑے نہیں پہن سکتی، نہ برقعہ پہنے، نہ نقاب اوڑھے، البتہ (غیر محرم کو دیکھ کر) جب چاہے، چہرے پر کپڑا ڈال لے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 9050، وسندهٗ صحیحٌ)

عورت حالت احرام میں اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ ڈھانپے گی، البتہ برقعہ اور نقاب نہیں کرے گی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ قطعاً نہیں فرمایا کہ محرم عورت چہرہ نہیں

ڈھانپے گی، صرف چہرہ ڈھانپنے کی دوصورتوں سے منع فرمایا ہے، جو کہ نقاب اور برقعہ ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے مردوں کو ستر ڈھانپنے سے منع نہیں فرمایا، صرف سلے ہوئے کپڑوں کے ساتھ ستر ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے، جیسے شلوار یا پتلون وغیرہ ہیں۔

لہٰذا عورت حالت احرام میں برقعہ اور نقاب نہیں پہنے گی، لیکن اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو ڈھانپے گی۔ اب کیسے ڈھانپے گی؟ اس میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، بہتر ہے کہ غشوہ پہن لے، جو سر سے چہرے کی طرف نیچے کو لٹکا ہوتا ہے، یا بڑی چادر سے چہرہ ڈھانپ لے، واللہ اعلم!

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تُدْنِي عَلَيْهَا مِنْ جَلَابِيبِهَا وَلَا تَضْرِبُ بِهٖ قُلْتُ : وَمَا لَا تَضْرِبُ بِهٖ؟ فَأَشَارَ لِي : كَمَا تَجَلْبَبُ الْمَرْأَةُ، ثُمَّ أَشَارَ إِلٰى مَا عَلٰى خَدِّهَا مِنَ الْجِلْبَابِ، فَقَالَ : لَا تُغَطِّيهِ فَتَضْرِبُ بِهٖ عَلٰى وَجْهِهَا، فَذٰلِكَ الَّذِي لَا يَبْقٰى عَلَيْهَا، وَلٰكِنْ تَسْدُلُهَا عَلٰى وَجْهِهَا كَمَا هُوَ مَسْدُولًا وَلَا تَقْلِبُهٗ وَلَا تَضْرِبُ بِهٖ وَلَا تَعْطِفُهٗ .

”(محرم) عورت اوڑھنی لے گی، مگر نقاب نہیں کرے گی۔ (راوی عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں نے پوچھا: نقاب کی کیا صورت ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جیسے عورت (حالت احرام کے علاوہ) اوڑھنی لیتی ہے۔ پھر رخسار کے اوپر والے حصہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اس حصہ کو نقاب کر کے نہیں ڈھانپے گی، یہ حصہ نہیں باندھا جائے گا، البتہ چہرے پر (باندھے بغیر) ویسے ہی کپڑا لٹکا لے گی، (چہرے پر) کپڑا گھما کر نہیں ڈالے گی (جیسے نقاب میں کیا

جاتا ہے)۔“

(مُسند الشّافعي : 855، وسندهٗ حسنٌ)

یاد رہے کہ ہمارے ہاں جو مروجہ برقعہ استعمال کیا جاتا ہے، اصل میں برقعہ نہیں ہے، بلکہ برقعہ وہ غلاف ہوتا ہے، جس سے عورت سر تا پاؤں پورے بدن کو ڈھانپ لیتی ہے، اس میں صرف آنکھیں کھلی ہوتی ہیں، چہرہ، سر اور بدن سب ڈھانپے ہوتے ہیں، جسے ہم ٹوپی والا برقعہ کہتے ہیں۔ حدیث میں محرم عورت کو اسی برقعہ سے روکا گیا ہے۔

اب جو برقعہ پہنا جاتا ہے، اصل میں یہ برقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ جلباب کی ایک صورت ہے، لہٰذا محرم عورت اگر موجودہ برقعہ کے ساتھ غشوہ استعمال کر لے، تو درست ہے۔

سوال: حالت احرام میں انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟

جواب: حالت احرام میں مردوں اور عورتوں کے لیے انگوٹھی پہننا جائز ہے، البتہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالْخَاتَمِ لِلْمُحْرِمِ .

”محرم کے لیے انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 14222، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسماعیل بن عبدالملک بن ابی صفیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلٰى سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ خَاتَمًا وَهُوَ مُحْرِمٌ، وَعَلٰى عَطَاءٍ .

”میں نے سعید بن جبیر اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ کو حالت احرام میں انگوٹھی پہنے دیکھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 14225، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا محرم دھوپ سے بچنے کے لیے چھتری استعمال کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کر سکتا ہے۔

سوال: کیا حالت احرام میں مرد چہرے پر ماسک لگا سکتا ہے؟

جواب: عذر کی بنا پر محرم ماسک لگا سکتا ہے۔

❁ فرافصہ بن عمیر حنفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِالْعَرْجِ يُغَطِّي وَجْهَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

''آپ رحمہ اللہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عرج مقام پر دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے حالت احرام میں چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔''

(موطأ الإمام مالك : 327/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا فَوْقَ الذَّقَنِ مِنَ الرَّأْسِ فَلَا يُخَمِّرْهُ الْمُحْرِمُ.

''محرم ٹھوڑی سے اوپر والا حصہ نہ ڈھانپے۔''

(موطأ الإمام مالك : 327/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: حالت احرام میں اشعار پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: حالت احرام میں ایسے اشعار پڑھے جا سکتے ہیں، جو شرعی تقاضوں کے خلاف نہ ہوں، البتہ بہتر یہی ہے کہ مکمل توجہ تلبیہ اور دیگر اذکار پر رکھے۔

سوال: حالت احرام میں ناخن تراشنا کیسا ہے؟

جواب: حالت احرام میں ناخن تراشنا جائز نہیں۔

سوال: اگر محرم کا ناخن ٹوٹ جائے، تو کیا کرے؟

جواب: اگر ناخن خود بخود ٹوٹ جائے اور اس کا کنارہ تکلیف دے، تو زائد حصے کو اتار کر پھینک دے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

فِي الْمُحْرِمِ يَنْكَسِرُ ظُفُرُهٗ، قَالَ : إِذَا ذَاكَ فَارْمِ بِهٖ عَنْكَ .

"آپ رضی اللہ عنہ ایسے محرم کے بارے میں فرماتے ہیں، جس کا ناخن ٹوٹ جائے: اگر وہ ناخن آپ کو تکلیف دیتا ہے، تو اسے اتار کر پھینک دیں۔"

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12754، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ محمد بن عبداللہ بن ابی مریم خزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اِنْكَسَرَ ظُفُرِي وَأَنَا مُحْرِمٌ، فَآذَانِي فَقَطَعْتُهٗ، فَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ : هَلْ آذَاكَ؟ فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : فَاقْطَعْهُ يَا ابْنَ أَخِي، ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ١٨٥)

"حالت احرام میں میرا ناخن ٹوٹ گیا، جس سے مجھے تکلیف ہونے لگی، تو میں نے اسے اتار پھینکا، پھر اس بارے میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا، تو فرمایا: کیا وہ ناخن آپ کو تکلیف دیتا تھا؟ عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: بھتیجا! اسے اتار کر پھینک دیں۔ ﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ١٨٥) "اللہ تعالیٰ تم سے آسانی کا ارادہ کرتا ہے، تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔"

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12757، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جانور ذبح کرتے ہوئے درج ذیل دعا پڑھنا ثابت ہے؟

«وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ......»

جواب: ذبح کے وقت یہ دعا پڑھنا ثابت نہیں۔

❀ حنش بن معتمر سے مروی ہے:

شَهِدْتُ عَلِيًّا صَلَّى يَوْمَ الْأَضْحٰى، ثُمَّ أَتٰى بِكَبْشَيْنِ فِي الْحَيَّانِ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَذْبَحَهُمَا قَالَ : وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ، وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، مِنْكَ وَلَكَ أَحْسِبُهٗ قَالَ : اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ، ثُمَّ قَالَ : يَا قَنْبَرُ تَصَدَّقْ بِهَا إِلَّا قِطْعَتَيْنِ تَشْوِيهُمَا لِي مِنْهُ .

”میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی، پھر دو مینڈھے لے کر آئے، جب انہیں ذبح کرنے کا ارادہ

کیا، تو یہ دعا پڑھی : «وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ، وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، مِنْكَ وَلَكَ» پھر فرمایا:«اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ»
(ذبح کے بعد) حکم دیا: اے قنبر! یہ مینڈھے صدقہ کر دیں، البتہ ان میں دو ٹکڑے مجھے بھون کر دیں۔"

(شُعب الإيمان للبيهقي : 6958)

سند ضعیف ہے۔ حنش بن معتمر ضعیف ہے۔

اس دعا کے بارے میں دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: دوران طواف گفت وشنید کرنا کیسا ہے؟

جواب: دوران طواف گفتگو کی جا سکتی ہے، اجتناب بہتر ہے، اسے چاہیے کہ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهٗ إِلٰى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ ـأَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَـ، فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ، ثُمَّ قَالَ : قُدْهُ بِيَدِهٖ.

”نبی کریم ﷺ طواف کعبہ کے دوران ایک انسان کے پاس سے گزرے، جس نے اپنا ہاتھ کسی دوسرے انسان کے ساتھ تسمے یا دھاگے یا کسی اور شے سے باندھا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے وہ تسمہ کاٹ دیا، نیز فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر چلایئے۔“

(صحيح البخاري : 1620)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَقِلُّوا الْكَلَامَ فِي الطَّوَافِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ فِي صَلَاةٍ .

”دورانِ طواف باتیں کم کریں، کیونکہ آپ نماز میں ہی ہیں۔“

(الأمّ للشّافعي : 2/189، وسندهٗ حسنٌ)

سلف کی ایک جماعت سے دورانِ طواف کلام کرنا ثابت ہے، واللہ اعلم!

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ النُّطْقَ فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقْ إِلَّا بِخَيْرٍ .

”بیت اللہ کا طواف (ایک قسم کی) نماز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے بولنا جائز رکھا ہے، چنانچہ جو بولے، وہ اچھی بات ہی کرے۔“

(سنن التّرمذي : 960، المُنتقٰی لابن الجارود : 461، السّنن الكبرٰی للبيهقي : 85/5)

اس حدیث کو امام ابن الجارود، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۷۳۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ

(۳۸۳۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۶۰/۱، ۴۶۱) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سند ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہیں، جریر بن عبدالحمید، موسیٰ بن اعین اور فضیل بن عیاض نے ان سے بعد از اختلاط سنا ہے، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے قبل از اختلاط سماع کیا ہے، لیکن اس سند میں سفیان ثوری نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا سند ضعیف ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ الْكَلَامَ فَمَنْ يَّتَكَلَّمْ فَلَا يَتَكَلَّمْ إِلَّا بِخَيْرٍ.

''بیت اللہ کا طواف (ایک قسم کی) نماز ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے بولنا جائز رکھا ہے، چنانچہ جو بولے، وہ اچھی بات ہی کرے۔''

(المُستدرك للحاكم : 267/2، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس روایت کا مرفوع ہونا خطا ہے۔ اس کا موقوف ہونا ہی راجح ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفَعَهٗ عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ فِي رِوَايَةِ جَمَاعَةٍ عَنْهُ، وَرُوِيَ عَنْهُ مَوْقُوفًا وَالْمَوْقُوفُ أَصَحُّ.

''اس روایت کو عطاء بن سائب نے مرفوع بیان کیا ہے، ان سے ایک

جماعت نے مرفوع نقل کیا ہے، جبکہ عطاء سے یہی روایت موقوف بھی آتی ہے، اس کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے۔''

(مَعرِفة السّنن والآثار : 231/7)

سوال: کیا عورتیں رَمل کریں گی؟

جواب: عورتوں پر رَمل نہیں۔ رَمل کا مطلب ہے کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا کر چلنا۔ اسی طرح عورتیں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں گی نہیں۔ یہ دونوں عمل مردوں کے لیے خاص ہیں۔ اس پر اجماع ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ سَعْيٌ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .

''عورتوں کے لیے طواف اور صفا و مروہ کے درمیان تیز چلنا مشروع نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12952، سنن الدّارقطني : 2768، حلية الأولياء لأبي نعيم : 36/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمَلٌ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .

''عورتوں کے لیے طواف کے دوران رَمل کرنا اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا مشروع نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12954، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنْ لَّا رَمَلَ عَلَى النِّسَاءِ حَوْلَ الْبَيْتِ،

وَلَا سَعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ، إِنَّمَا تَمْشِي الْمَرْأَةُ حَيْثُ يَرْمُلُ الرِّجَالُ، وَحَيْثُ يَسْعَى الرِّجَالُ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت عورتوں کے لیے رَمل کرنا مشروع نہیں، نہ صفا ومروہ کی سعی میں دوڑنا مشروع ہے۔ جہاں مرد رمل کرتے ہیں اور سعی میں دوڑتے ہیں، وہاں عورتوں (بغیر دوڑے) چلیں گیں۔''

(الإشراف : 274/3، الإجماع : 169)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ الرَّمَلَ لَا يُشْرَعُ لِلنِّسَاءِ كَمَا لَا يُشْرَعُ لَهُنَّ شِدَّةَ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ رَمل عورتوں کے لیے مشروع نہیں، جیسا کہ صفا ومروہ کی سعی میں دوڑنا عورتوں کے لیے مشروع نہیں ہے۔''

(شرح مسلم : 9/7)

سوال: جو شخص غروب آفتاب کے وقت طواف کعبہ سے فارغ ہوا، کیا وہ طواف کعبہ کی دو رکعت پڑھے گا؟

جواب: طواف کی دو رکعتیں سببی نماز ہیں، یہ ممنوعہ اوقات میں بھی ادا کی جا سکتی ہیں۔ جس وقت بھی طواف کے چکر مکمل ہوں، اسی وقت پڑھ لے، خواہ کوئی بھی وقت ہو، اگر ممنوعہ وقت کے بعد ادا کرنا چاہتا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔ دونوں طریقوں پر آثار صحابہ ثابت ہیں۔

سوال: بعض لوگ مدینہ کے احترام میں جوتے اُتار لیتے ہیں اور ننگے پاؤں چلتے

ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ غیر شرعی اقدام ہے اور مدینہ کی غیر شرعی تعظیم ہے، قرآن وحدیث اور اسلاف اُمت کے عمل میں اس کی کوئی دلیل نہیں، اگر یہ جائز ہوتا، تو اسلاف اُمت ضرور ایسا کرتے، وہ سب سے بڑھ کر مدینہ کا احترام سمجھنے والے تھے۔

(سوال): کیا مستحاضہ طواف کر سکتی ہے؟

(جواب): مستحاضہ جب نماز پڑھ سکتی ہے، تو طواف کعبہ بالاولیٰ کر سکتی ہے۔

(سوال): امام بیہقی رحمہ اللہ کی تصانیف کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) کا شمار حفاظ حدیث اور مصنفین میں ہوتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے کثیر التصانیف ہیں، حدیث وفقہ میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں اپنی سند سے روایات ذکر کر کے اپنی ذمہ داری ادا کر دی ہے، آپ رحمہ اللہ نے بخاری ومسلم کی تقریبا ساری احادیث کو اپنی سندوں سے ذکر کر دیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر تصانیف کی ہیں۔ آپ کی تصانیف انتہائی مفید اور بابرکت ہیں، آپ رحمہ اللہ نے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے مناقب پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

تَصَانِيفُ الْبَيْهَقِيِّ عَظِيْمَةُ الْقَدْرِ، غَزِيْرَةُ الْفَوَائِدِ، قَلَّ مَنْ جَوَّدَ تَوَالِيفَهُ مِثْلَ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرٍ، فَيَنْبَغِي لِلْعَالِمِ أَنْ يَّعْتَنِيَ بِهٰؤُلَاءِ سِيمَا سُنَنُهُ الْكَبِيْرُ.

''امام بیہقی رحمہ اللہ کی تصانیف عظیم القدر ہیں اور علمی فوائد سے لبریز ہیں۔ بہت

کم لوگ ہیں، جنہوں نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرح اپنی تصانیف میں عمدگی کا مظاہرہ کیا ہو۔ لہٰذا عالم کو چاہیے کہ وہ ان تصانیف کو مطالعہ میں رکھے، خاص طور پر السنن الکبریٰ کو۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 168/18)

سوال: ابو عثمان صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) کی کتاب ''عقیدۃ السلف'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابو عثمان صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) اہل سنت والجماعت کے زبردست امام تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''عقیدۃ السلف'' آپ رحمہ اللہ سے ثابت کتاب ہے۔ اس میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ذکر ہوا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَبُو عُثْمَانَ الصَّابُونِي هٰذَا مِنْ كِبَارِ الْأَئِمَّةِ، كَانَ فَقِيهًا، مُحَدِّثًا حَافِظًا، صُوفِيًّا، وَاعِظًا، شَيْخَ نِيسَابُورَ فِي وَقْتِهٖ، تُوُفِّيَ سَنَةَ بِضْعٍ وَّأَرْبَعِينَ وَأَرْبَعِمِائَةٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَلَهٗ تَصَانِيفُ حَسَنَةٌ .

''ابو عثمان صابونی رحمہ اللہ کا شمار کبار ائمہ میں ہوتا ہے، آپ رحمہ اللہ فقیہ، محدث، حافظ، صوفی (زاہد)، واعظ اور اپنے وقت میں نیشاپور کے شیخ تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی وفات چار سو چالیس کے بعد ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کی عمدہ تصانیف ہیں۔''

(العَرش : 449/2)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ مِنْ أَئِمَّةِ الْأَثَرِ، لَهٗ مُصَنَّفٌ فِي السُّنَةِ وَاعْتِقَادِ السَّلَفِ،

مَا رَآهُ مُنْصِفٌ إِلَّا وَاعْتَرَفَ لَهُ .

''آپ رحمہ اللہ کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے، عقیدہ سلف میں آپ رحمہ اللہ کی ایک عالی شان تصنیف ہے، جو بھی منصف مزاج اس کتاب کا مطالعہ کرے گا، وہ آپ رحمہ اللہ کی قابلیت کا معترف ہو جائے گا۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 18/43)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ : مَا يُبْكِيكِ؟ قُلْتُ : سَبَّتْنِي فَاطِمَةُ فَدَعَا فَاطِمَةَ فَقَالَ : يَا فَاطِمَةُ سَبَبْتِ عَائِشَةَ؟ قَالَتْ : نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : يَا فَاطِمَةُ، أَلَيْسَ تُحِبِّينَ مَنْ أُحِبُّ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، وَتُبْغِضِينَ مَنْ أُبْغِضُ؟ قَالَتْ : بَلٰى، قَالَ : فَإِنِّي أُحِبُّ عَائِشَةَ فَأَحِبِّيهَا، قَالَتْ فَاطِمَةُ : لَا أَقُولُ لِعَائِشَةَ شَيْئًا يُؤْذِيهَا أَبَدًا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں رو رہی تھی، فرمایا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ عرض کیا: مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے برا بھلا کہا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا: فاطمہ! کیا آپ نے عائشہ کو برا بھلا کہا ہے؟ کہنے لگیں: جی ہاں، اللہ کے رسول! فرمایا: فاطمہ! کیا آپ اس سے محبت کرتی ہیں، جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ کہا: جی ہاں، فرمایا: کیا اس سے

نفرت کرتی ہیں، جس سے میں بغض رکھتا ہوں، کہا: جی ہاں۔فرمایا: تو پھر میں عائشہ سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت کریں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں عائشہ کو کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہوں گی، جو انہیں تکلیف دے۔''

(مسند أبي يعلٰى : 4955)

جواب: سند ضعیف ہے۔ مجالد بن سعید ضعیف ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

أَيْ بُنَيَّةُ أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟ فَقَالَتْ : بَلٰى، قَالَ فَأَحِبِّي هٰذِهٖ .

''بیٹی! کیا آپ اس سے محبت نہیں کرتی، جس سے میں محبت کرتا ہوں، کہنے لگیں: کیوں نہیں، فرمایا: پھر عائشہ سے محبت کیا کریں۔''

(صحيح البخاري :2581، صحيح مسلم : 2442، واللّفظ لهٗ)

سوال: کیا شہید کو غسل دیا جائے گا؟

جواب: شہید کے لیے غسل اور کفن ضروری نہیں، بلکہ غسل و کفن نہ دینا مستحب ہے۔ البتہ اگر غسل و کفن دے دیا جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

غُسِّلَ عُمَرُ وَكُفِّنَ وَحُنِّطَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو غسل و کفن دیا گیا اور خوشبو لگائی گئی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :32821، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی فرماتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غُسِّلَ وَكُفِّنَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ، وَكَانَ شَهِيدًا .

"سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کو غسل و کفن دیا گیا اور نماز جنازہ پڑھی گئی۔"

(تاريخ المدينة لابن شبة : 140/3، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: ایک شخص دشمن کی قید میں ہے، معلوم نہیں کب آزاد ہو، کیا اس کی منکوحہ آگے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: جب تک اس کے متعلق زندہ ہونے کا علم ہے، تب تک آگے نکاح نہیں کر سکتی، البتہ جب اس کے زندہ ہونے کا علم نہ رہے اور واپسی کی کوئی اُمید نظر نہ آئے، تو اس کا حکم مفقود الخبر کا ہوگا۔ ایسی خاتون چار سال تک انتظار کرے گی، اگر شوہر نہ آئے یا اس کی خبر معلوم نہ ہو، تو وہ اسے فوت شدہ تصور کر کے عدت وفات شوہر گزارے گی، اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ زَوْجَةَ الْأَسِيرِ لَا تَنْكِحُ حَتّٰى يُعْلَمَ بِيَقِينٍ وَفَاتُهٗ، مَا دَامَ عَلَى الْإِسْلَامِ .

"اہل علم کا اجماع ہے کہ (دشمن کی) قید میں محصور قیدی کی بیوی (آگے) نکاح نہیں کرے گی، جب تک اس کے شوہر کی یقینی طور پر وفات کا علم نہ ہو جائے، نیز جب تک شوہر اسلام پر قائم رہے۔"

(الإجماع : 374)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ زَوْجَةَ الْأَسِيرِ لَا تَنْكِحُ حَتّٰى تَعْلَمَ يَقِينَ وَفَاتِهِ .

''فقہا کا اجماع ہے کہ قیدی کی بیوی تب تک نکاح نہیں کرسکتی، جب تک اسے اپنے شوہر کی وفات کا یقینی علم نہ ہو جائے۔''

(المُغني : 130/8)

❁ امام اوزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ عَنِ الْأَسِيرِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ مَتٰى تَزَوَّجُ امْرَأَتُهُ؟ فَقَالَ : لَا تُزَوَّجُ مَا عَلِمَتْ أَنَّهُ حَيٌّ .

''میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص دشمن کی قید میں ہے، تو اس کی بیوی کب نکاح کرے گی؟ فرمایا: وہ تب تک نکاح نہیں کرسکتی، جب تک اسے شوہر کے زندہ ہونے کا علم ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 32828، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اگر حاملہ کسی کو قتل کردے، تو کیا اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا؟

جواب: قتل کا قصاص قتل ہے۔ اگر حاملہ کسی کو قتل کردے، تو اسے وضع حمل تک قتل نہیں کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے۔

اس لیے حاملہ کے پیٹ میں پلنے والے بچے کی زندگی کی بقا ضروری ہے۔ اس بنا پر حاملہ سے ان حدود کو مؤخر کر دیا جائے گا، جو اس کے بچے کی موت یا نقصان کا سبب بنیں۔

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ تِ الْغَامِدِيَّةُ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي، وَإِنَّهُ رَدَّهَا، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ، قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لِمَ تَرُدُّنِي؟ لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزًا، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَحُبْلٰى، قَالَ : إِمَّا لَا فَاذْهَبِي حَتّٰى تَلِدِي، فَلَمَّا وَلَدَتْ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي خِرْقَةٍ، قَالَتْ : هٰذَا قَدْ وَلَدْتُهُ، قَالَ : اذْهَبِي فَأَرْضِعِيهِ حَتّٰى تَفْطِمِيهِ، فَلَمَّا فَطَمَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ، فَقَالَتْ : هٰذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهُ، وَقَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ، فَدَفَعَ الصَّبِيَّ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا إِلٰى صَدْرِهَا، وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا .

’’غامدیہ عورت آئی، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں زنا کر بیٹھی ہوں، مجھے (حد لگا کر) پاک کر دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے واپس بھیج دیا، اگلے روز (وہ پھر آئی اور) اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے مجھے کیوں واپس بھیجا تھا؟ شاید آپ مجھے اسی طرح واپس بھیج رہے ہیں، جیسے آپ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو واپس بھیجا تھا، اللہ کی قسم! میں حاملہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسی بات ہے، تو پھر واپس جائیں اور وضع حمل کے بعد آنا۔ پھر جب اس نے بچہ جنم دے دیا، تو بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے آئی اور عرض کیا: میں نے یہ بچہ جنم دے دیا ہے، فرمایا: جائیے اور دودھ چھڑانے تک اس کی پرورش کیجئے۔ جب اس نے بچے کا دودھ چھڑا لیا، تو اسے لے کر آئی،

بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، عرض کیا: اللہ کے نبی! اسے میں نے دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ کھانا کھانے کے قابل ہو چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچہ کسی مسلمان کے سپرد کیا اور عورت کے متعلق حکم دیا، اس کے لیے سینے تک گڑھا کھودنے کا حکم دیا، صحابہ کو حکم دیا (کہ اسے رجم کر دیں)، تو انہوں اسے رجم کر دیا۔"

(صحیح مسلم: 1695)

✿ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هُمْ مُتَّفِقُونَ أَنَّهَا لَا تُجْلَدُ مَا دَامَتْ حَامِلًا كَمَا قَالُوا فِي الرَّجْمِ إِبْقَاءً عَلَى الْجَنِينِ .

"فقہا کا اتفاق ہے کہ جب تک (کنواری) زانیہ حاملہ ہے، اسے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، جیسا کہ فقہا نے (شادی شدہ زانیہ کو) رجم کرنے کے متعلق فرمایا ہے، تاکہ پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔"

(إکمال المُعلم: 520/5)

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُقَدْ مِنْهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا ...... هٰذَا إِجْمَاعٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَسُنَّةٌ مَسْنُونَةٌ .

"حاملہ سے (قتل کا) قصاص وضع حمل کے بعد لیا جائے گا۔......اس پر اہل علم کا اجماع ہے اور یہ رائج اسلامی طریقہ ہے۔"

(الاستذکار: 79/8)

فائدہ:

❀ سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا ابوعبیدہ بن جراح، سیدنا عبادہ بن صامت اور سیدنا شداد بن اَوس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ إِذَا قَتَلَتْ عَمْدًا لَا تُقْتَلُ حَتّٰى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا إِنْ كَانَتْ حَامِلًا، وَحَتّٰى يُكْفَلَ وَلَدُهَا، وَإِنْ زَنَتْ لَمْ تُرْجَمْ حَتّٰى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا، وَحَتّٰى يُكْفَلَ وَلَدُهَا.

”اگر عورت قتل عمد کا ارتکاب کرے، تو اسے تب تک (قصاص میں) قتل نہیں کیا جائے گا، جب تک وہ بچہ جنم نہ دے دے اور جب تک اس کی کفالت نہ کر دے، اسی طرح اگر عورت زنا کا ارتکاب کرے، تو اسے تب تک رجم نہیں کیا جائے گا، جب تک وہ وضع حمل نہ کر دے اور اپنے بچے کی پرورش نہ کر دے۔“

(سنن ابن ماجہ : 2694)

سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن لہیعہ ضعیف و مدلس اور مختلط ہے۔

② عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ضعیف ہے۔

سوال: ابن رشد قرطبی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابن رشد قرطبی (۵۹۵ھ) فلاسفہ کے مذہب پر تھے۔ صفات باری تعالیٰ، معاد اور جنت و جہنم کی تاویل کے قائل تھے۔ ان کے عقائد اہل سنت والجماعت والے نہیں تھے۔ فقہی مسائل میں ان کی مشہور کتاب «بِدَايَةُ

الْمُجْتَهِدِ» ہے۔

سوال: کیا خواب سے شرعی حکم ثابت ہوتا ہے؟

جواب: صرف انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب وحی ہیں۔ اُمتی کے خواب شرعی حجت نہیں بن سکتے، البتہ اگر کوئی خواب ثابت شرعی حکم کے موافق ہو، تو اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایسا خواب مؤمن کے لیے بشارت ہوتا ہے۔

❀ ابو جمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ الْمُتْعَةِ، فَأَمَرَنِي بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ، قَالَ: وَكَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوهَا، فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ، وَمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے مجھے حج تمتع کا حکم دیا۔ ہدی کے بارے سوال کیا، تو فرمایا: ہدی میں اونٹ، گائے، بکری یا جانور میں حصہ دیا جا سکتا ہے۔ یوں لگا کہ جیسے لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا ہو۔ میں سویا تو مجھے خواب میں ایک شخص یہ آواز لگاتا سنائی دیا: ”حج مبرور اور مقبول حج تمتع۔“ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر خواب بیان کیا، تو انہوں نے فرمایا: اللہ اکبر! سنتِ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔“

(صحيح البخاري : 1688)

❀ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ اسْتِئْنَاسٌ بِالرُّؤْيَا فِيمَا يَقُومُ عَلَيْهِ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ، لِمَا دَلَّ الشَّرْعُ عَلَيْهِ مِنْ عِظَمِ قَدْرِهَا، وَأَنَّهَا جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ، وَهٰذَا الِاسْتِئْنَاسُ وَالتَّرْجِيحُ لَا يُنَافِي الْأُصُولَ، وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ : «اَللّٰهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ» يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ تَأَيَّدَ بِالرُّؤْيَا وَاسْتَبْشَرَ بِهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جن مسائل میں دلیل شرعی قائم ہو، ان میں خواب سے مانوس ہونا جائز ہے، کیونکہ (نیک) خواب کی قدر و منزلت پر بھی شرعی دلائل موجود ہیں، نیز (نیک) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ یہ مانوسیت اور ترجیح اُصول شریعت کے منافی نہیں ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان: ''اللہ اکبر! ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت!'' بھی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خواب سے تائید لی ہے اور اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 74/2)

فائدہ:

❀ ابو جمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُجْلِسُنِي عَلٰى سَرِيرِهٖ فَقَالَ : أَقِمْ عِنْدِي حَتّٰى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي فَأَقَمْتُ مَعَهٗ شَهْرَيْنِ .

”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھاتے تھے، ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ میرے پاس کچھ وقت رکھیں، میں آپ کو اپنے مال سے ایک حصہ دوں گا، تو میں دو مہینے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رکا رہا۔“

(صحيح البخاري: 53)

چونکہ ابو جمرہ رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے موافق خواب دیکھا تھا، اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر انہیں کچھ مال دینے کا ارادہ فرمایا، جیسا کہ بخاری (۱۵۶۷) میں ہے۔ مال دینے کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو جمرہ رحمہ اللہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ترجمان تھے۔

❁ ابو جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ .

”میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کرتا تھا۔“

(صحيح البخاري: 87)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ دِيكًا صَرَخَ قَرِيبًا مِّنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَهْ، كَلَّا، إِنَّهٗ يَدْعُو إِلَى الصَّلَاةِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک مرغ نے آواز نکالی، تو ایک شخص کہنے لگا: اللہ اس پر لعنت کرے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رک جائیے، ایسا مت کہیں،

یہ تو نماز کے لیے بلاتا ہے۔“

(مسند البزّار [كشف الأستار]: 2041)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عباد بن منصور ناجی ضعیف ومختلط اور مدلس ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَكَلَّمَ فِيهِ غَيْرُ وَاحِدٍ .

”کئی ایک محدثین نے اس پر کلام (جرح) کی ہے۔“

(اتّحاف المَهرة: 619/7)

❀ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ كَثِيرُونَ .

”اسے بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(الزّواجر عن اقتراف الكَبائِر: 94/2)

② عباد بن منصور نے عکرمہ سے بعض احادیث کا سماع نہیں کیا۔

❀ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبَّادٌ رَوٰى عَنْ عِكْرِمَةَ أَحَادِيثَ، وَلَا نَعْلَمُهُ سَمِعَ مِنْهُ .

”عباد نے عکرمہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں، جو ہمارے علم کے مطابق عباد نے عکرمہ سے نہیں سنیں۔“

(مسند البزّار [كشف الأستار]، تحت الرقم: 2041)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مُؤْمِنِي الْجِنِّ لَهُمْ ثَوَابٌ، وَعَلَيْهِمْ عِقَابٌ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ثَوَابِهِمْ، وَعَنْ مُؤْمِنِيهِمْ، فَقَالَ : عَلَى الْأَعْرَافِ، وَلَيْسُوا فِي الْجَنَّةِ مَعَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ : وَمَا الْأَعْرَافُ؟ قَالَ : حَائِطُ الْجَنَّةِ تَجْرِي فِيهِ الْأَنْهَارُ، وَتَنْبُتُ فِيهِ الْأَشْجَارُ وَالثِّمَارُ .

”مؤمن جنات کے لیے بھی ثواب وعقاب ہوگا، ہم نے جنات کے ثواب اور مؤمن جنات کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: وہ ”اعراف“ پر ہوں گے، اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جنت میں نہیں ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ ”اعراف“ کیا ہے؟ فرمایا: جنت کا باغ ہے، جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جس میں درخت اُگتے اور پھل لگتے ہیں۔“

(البَعث والنُّشور للبيهقي : 108)

جواب: روایت ضعیف و منکر ہے۔

① ولید بن موسیٰ قرشی ضعیف اور صاحب مناکیر ہے۔

② حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ جِدًّا .

”یہ حدیث سخت منکر ہے۔“

(سِيَر أعلام النُبلاء : 8/17)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض کہتے ہیں کہ دعا غیر مؤثر شے ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت دعا کو مؤثر سمجھتے ہیں۔ دعا افضل عبادت ہے، بلکہ کئی عبادات اس کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی عبادت فائدہ سے خالی نہیں، دعا کو ترک کرنا تکبر کی ایک قسم ہے۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ، وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ، إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا إِحْدٰى ثَلَاثٍ؛ إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهٗ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، قَالُوا : إِذًا نُكْثِرُ، قَالَ : اللّٰهُ أَكْثَرُ .

”جب بھی کوئی مسلمان دعا کرے، جس میں گناہ اور قطع رحمی کی بات نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تینوں میں ایک چیز لازمی عطا فرما دیتا ہے؛ ① اس کی دعا کو فوراً قبول فرما لیتا ہے۔ ② ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے۔ ③ اس سے دعا کی مثل تکلیف دور کر دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: تب تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہت زیادہ ہے۔“

(مُسند الإمام أحمد : 18/3، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۴۹۳/۱) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن محفوظ'' کہا ہے۔

(مُعجم ابن عساكر : 196)

انبیائے کرام علیہم السلام کا رب تعالیٰ سے دعائیں کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو دعائیں سکھانا اس بات پر دلیل ہے کہ دعا مؤثر شے ہے۔اس پر کئی دلائل ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

(البقرة : ١٨٦)

''جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں، تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو مجھ سے مانگیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تا کہ وہ ہدایت پالیں۔''

❀ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾(المؤمن : ٦٠)

''تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنوں گا، جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عن قریب جہنم میں داخل ہوں گے۔''

❀ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(المؤمن : ٦٥)

”اللہ کو پکارو، اس کے لئے دین کو خالص کر کے۔“

❁ الٰہی فرمان ہے:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾(النّمل : ٦٢)

”تو کون ہے، جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارے اور اس کی تکلیف کو دور کر دے؟“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

(النّساء : ٣٢)

”تم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو بخوبی جانتا ہے۔“

❁ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے:

﴿إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾(إبراهيم : ٣٩)

”بے شک میرا رب ہی دعاؤں کو سننے (قبول کرنے) والا ہے۔“

❁ سیدنا جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ، أَنْبَتَهَا لَكَ .

”میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب آپ کو تکلیف پہنچتی ہے، تو آپ اس کو پکارتے ہیں، پھر وہ آپ سے تکلیف دور کر دیتا ہے، جب آپ پر قحط نازل ہوتا

ہے، تو آپ اسے پکارتے ہیں، وہ آپ کی قحط سالی دور کر دیتا ہے۔''

(سنن أبي داود : 4084، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ يَدَيْهِ أَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا حَتّٰى يَضَعَ فِيهِمَا خَيْرًا .

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیا اور بزرگی والا ہے، جب بندہ (دعا کے لیے) دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے، تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹا دے، یہاں تک کہ ان ہاتھوں میں خیر ڈال دیتا ہے۔''

(أمالي المَحاملي، برواية ابن يحيى البيع : 433، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۸۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۳۰) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى أَزْوَاجِهٖ يَبْتَغِي عِنْدَهُنَّ طَعَامًا، فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ؛ فَإِنَّهٗ لَا يَمْلِكُهَا إِلَّا أَنْتَ، فَأُهْدِيَتْ إِلَيْهِ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَقَالَ : هٰذِهٖ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمان آیا، آپ نے ازواج مطہرات کے یہاں پیغام بھیجا کہ کھانا ہے، مگر کسی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ملا، تو رسول

اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں تجھ سے تیری فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ فضل اور رحمت کا مالک تیرے سوا کوئی نہیں۔ اتنے میں آپ ﷺ کو ایک بھنی ہوئی بکری ہدیہ کی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ہوا اللہ تعالیٰ کا فضل، اب ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں۔''

(المُعجَم الكبير للطّبراني : 10/178، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ مصعب بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَعُودُهٗ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ : أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لِي يَا ابْنَ عُمَرَ؟ قَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ، وَكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (بصرہ کے گورنر) ابن عامر کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے، اس نے عرض کیا: ابن عمر! آپ میرے لیے دعا فرما دیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔'' جبکہ آپ بصرہ کے گورنر رہے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 224)

بعض اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دعا کو غیر مؤثر سمجھتے تھے، اس لیے ابن عامر کے حق میں دعا نہیں کی۔

جبکہ یہ استدلال درست نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا اس لیے نہیں کہا کہ وہ دعا کو غیر مؤثر سمجھتے تھے، بلکہ وہ انہیں غلطیوں کا احساس دلانا چاہتے تھے اور توبہ و استغفار کی ترغیب دینا چاہتے تھے۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ : أَنَّكَ لَسْتَ بِسَالِمٍ مِنَ الْغُلُولِ فَقَدْ كُنْتَ وَالِيًا عَلَى الْبَصْرَةِ وَتَعَلَّقَتْ بِكَ تَبِعَاتٌ مِنْ حُقُوقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحُقُوقِ الْعِبَادِ وَلَا يُقْبَلُ الدُّعَاءُ لِمَنْ هٰذِهِ صِفَتُهُ كَمَا لَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ إِلَّا مِنْ مُتَصَوِّنٍ وَالظَّاهِرُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَصَدَ زَجْرَ ابْنِ عَامِرٍ وَحَثَّهُ عَلَى التَّوْبَةِ وَتَحْرِيضَهُ عَلَى الْإِقْلَاعِ عَنِ الْمُخَالَفَاتِ وَلَمْ يُرِدِ الْقَطْعَ حَقِيقَةً بِأَنَّ الدُّعَاءَ لِلْفُسَّاقِ لَا يَنْفَعُ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَفُ وَالْخَلَفُ يَدْعُو لِلْكُفَّارِ وَأَصْحَابِ الْمَعَاصِي بِالْهِدَايَةِ وَالتَّوْبَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”اس قول کا معنی یہ ہے کہ (اے ابن عامر!) آپ غلول (کرپشن) سے محفوظ نہیں رہے، کیونکہ آپ بصرہ کے گورنر تھے اور آپ کے ذمہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے کئی حقوق ہیں، ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی، جس طرح نماز قبول نہیں ہوتی اور صدقہ بھی اسی کا قبول ہوتا ہے، جو غلول (کرپشن) سے محفوظ رہتا ہے۔ واللہ اعلم اس روایت کا ظاہر یہی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما ابن عامر کو ڈانٹنا چاہتے ہیں، نیز اسے توبہ پر اُبھار رہے ہیں اور قانون شکنی سے باز آنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قطعاً یہ مراد نہیں تھی کہ فساق وفجار کے حق میں دعا فائدہ مند نہیں، کیونکہ نبی کریم اور سلف وخلف ہمیشہ سے کفار اور گناہ گاروں کے لیے ہدایت اور توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔واللہ اعلم!''

(شرح النّووي : 3/103-104)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ قَوْمٌ مِنَ الْمُتَفَلْسِفَةِ وَغَالِيَةِ الْمُتَصَوِّفَةِ إِلَى أَنَّ الدُّعَاءَ لَا فَائِدَةَ فِيهِ! قَالُوا : لِأَنَّ الْمَشِيئَةَ الْإِلَهِيَّةَ إِنِ اقْتَضَتْ وُجُودَ الْمَطْلُوبِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الدُّعَاءِ، وَإِنْ لَمْ تَقْتَضِهِ فَلَا فَائِدَةَ فِي الدُّعَاءِ! وَقَدْ يَخُصُّ بَعْضُهُمْ بِذٰلِكَ خَوَاصَّ الْعَارِفِينَ! وَيَجْعَلُ الدُّعَاءَ عِلَّةً فِي مَقَامِ الْخَوَاصِّ! وَهٰذَا مِنْ غَلَطَاتِ بَعْضِ الشُّيُوخِ، فَكَمَا أَنَّهٗ مَعْلُومُ الْفَسَادِ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ، فَهُوَ مَعْلُومُ الْفَسَادِ بِالضُّرُورَةِ الْعَقْلِيَّةِ، فَإِنَّ مَنْفَعَةَ الدُّعَاءِ أَمْرٌ أَنْشَئَتْ عَلَيْهِ تَجَارِبُ الْأُمَمِ، حَتّٰى إِنَّ الْفَلَاسِفَةَ تَقُولُ : ضَجِيجُ الْأَصْوَاتِ فِي هَيَاكِلِ الْعِبَادَاتِ، بِفُنُونِ اللُّغَاتِ، يُحَلِّلُ مَا عَقَدَتْهُ الْأَفْلَاكُ الْمُؤَثِّرَاتُ! هٰذَا وَهُمْ مُشْرِكُونَ . وَجَوَابُ الشُّبْهَةِ يَمْنَعُ الْمُقَدِّمَتَيْنِ؛ فَإِنَّ قَوْلَهُمْ عَنِ الْمَشِيئَةِ

الْإِلَهِيَّةِ إِمَّا أَنْ تَقْتَضِيَهُ أَوْ لَا ثَمَّ قِسْمٌ ثَالِثٌ، وَهُوَ أَنْ تَقْتَضِيَهُ بِشَرْطٍ لَا تَقْتَضِيهِ مَعَ عَدَمِهِ، وَقَدْ يَكُونُ الدُّعَاءُ مِنْ شَرْطِهِ، كَمَا تُوجِبُ الثَّوَابَ مَعَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ، وَلَا تُوجِبُهُ مَعَ عَدَمِهِ، وَكَمَا تُوجِبُ الشِّبَعَ وَالرِّيَّ عِنْدَ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَلَا تُوجِبُهُ مَعَ عَدَمِهِمَا، وَحُصُولَ الْوَلَدِ بِالْوَطْءِ، وَالزَّرْعَ بِالْبَذْرِ، فَإِذَا قُدِّرَ وُقُوعُ الْمَدْعُوِّ بِهِ بِالدُّعَاءِ لَمْ يَصِحَّ أَنْ يُقَالَ لَا فَائِدَةَ فِي الدُّعَاءِ، كَمَا لَا يُقَالُ : لَا فَائِدَةَ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْبَذْرِ وَسَائِرِ الْأَسْبَابِ، فَقَوْلُ هٰؤُلَاءِ كَمَا أَنَّهُ مُخَالِفٌ لِلشَّرْعِ، فَهُوَ مُخَالِفٌ لِلْحِسِّ وَالْفِطْرَةِ .

''فلاسفہ اور غالی صوفیا میں سے ایک جماعت کا مذہب ہے کہ دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہتے ہیں: اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیئت میں مطلوبہ کام ہونا ہے، تو اس کے لیے دعا کی ضرورت ہی نہیں اور اگر مطلوبہ کام مشیئت میں نہیں، تو دعا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں! ان حضرات میں سے بعض نے تو دعا کو ''عارفین'' کا خاصہ قرار دیا ہے اور دعا کو مقامِ خواص کی علت قرار دیا ہے۔ جبکہ (دعا کے متعلق) یہ بات بعض صوفیا کی غلط باتوں میں سے ہے، یہ دعویٰ دینِ اسلام کے بنیادی مسائل کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل فاسد ہے، بلکہ عقلی دلائل کی رو سے بھی اس کا فاسد ہونا واضح ہے، کیونکہ دعا کا فائدہ مند ہونا ایسا اَمر ہے، جس پر ہر اُمت کے تجربات شاہد ہیں، یہاں تک کہ فلاسفہ بھی کہتے

ہیں: ”مختلف زبانوں میں گڑگڑا کر عبادات کرنے سے وہ گرہیں بھی کھل جاتی ہیں، جو مؤثر ستاروں نے لگائی ہوتی ہیں۔“ یہ اہل شرک ہیں، پھر بھی یہ بات کررہے ہیں۔ (فلاسفہ وغیرہ کے) شبہہ کا جواب دونوں مقدمات کو ختم کر دیتا ہے، کیونکہ وہ مشیئت الٰہی کے متعلق کہتے ہیں کہ یا تو وہ مطلوب کا تقاضا کرے گی یا نہیں کرے گی، جبکہ یہاں تیسری قسم بھی ہے، وہ یہ کہ مشیئت الٰہی کسی شرط کے ساتھ مطلوب (طلب کی گئی شے) کا تقاضا کرے گی کہ اگر وہ شرط مفقود ہو، تو وہ مطلوب بھی حاصل نہ ہوگا، کبھی دعا مشیئت الٰہی کی شرط ہوتی ہے۔ جیسے ثواب کے لیے عمل صالح شرط ہے، کہ عمل صالح نہ ہوں، تو ثواب نہیں ملے گا، اسی طرح کھانے پینے سے آدمی سیر ہو جاتا ہے اور پیاس ختم ہو جاتی ہے، جبکہ کھانے پینے کے بغیر بھوک اور پیاس ختم نہ ہوگی، اسی طرح بچے کے حصول کے لیے (مرد اور عورت کا) جماع کرنا شرط ہے، کاشتکاری کے لیے بیج بونا شرط ہے۔ لہٰذا جو چیز مانگی جارہی ہے، اگر وہ دعا کرنے کے ساتھ ہی مشروط ہو، تو یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ دعا میں کوئی فائدہ نہیں، بالکل اسی طرح جیسے یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ کھانے پینے، (زمین میں) بیج ڈالنے اور دیگر اسباب اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا ان (فلاسفہ وصوفیا) کی بات شریعت کے بھی مخالف ہے اور عقل اور فطرت کے بھی۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 460)

❁ علامہ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قُلْتَ : فَمَا فَائِدَةُ الدُّعَاءِ وَالْقَضَاءُ لَا مَرَدَّ لَهٗ، فَاعْلَمْ أَنَّ مِنَ

الْقَضَاءِ رَدَّ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ فَالدُّعَاءُ سَبَبٌ لِرَدِّ الْبَلَاءِ وَاسْتِجْلَابِ الرَّحْمَةِ كَمَا أَنَّ التُّرْسَ سَبَبٌ لِرَدِّ السَّهْمِ وَالْمَاءَ سَبَبٌ لِخُرُوجِ النَّبَاتِ مِنَ الْأَرْضِ .

''اگر آپ کہیں کہ دعا کا کیا فائدہ، جبکہ تقدیر کو تو کوئی شے رد نہیں کر سکتی؟، تو جان لیجئے کہ دعا کے ساتھ مصائب کو دور کرنا بھی تقدیر میں سے ہے، لہٰذا دعا بلاؤں کو دور کرنے اور رحمت کے حصول کا سبب ہے، جیسے ڈھال (مخالف کے) تیر کو روکنے کا سبب ہے اور پانی زمین سے نبات اُگانے کا سبب ہے۔''

(إحياء علوم الدِّين :1/328-329)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ» هٰذِهِ الصِّفَةُ الْمُقْتَضِيَةُ لِلْحِصْرِ مِنْ جِهَةِ تَعْرِيفِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ وَمِنْ جِهَةِ تَعْرِيفِ الْمُسْنَدِ وَمِنْ جِهَةِ ضَمِيرِ الْفَصْلِ تَقْتَضِي أَنَّ الدُّعَاءَ هُوَ أَعْلٰى أَنْوَاعِ الْعِبَادَةِ وَأَرْفَعُهَا وَأَشْرَفُهَا ...... وَالْآيَةُ الْكَرِيمَةُ قَدْ دَلَّتْ عَلٰى أَنَّ الدُّعَاءَ مِنَ الْعِبَادَةِ فَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَمَرَ عِبَادَهُ أَنْ يَّدْعُوهُ ثُمَّ قَالَ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ فَأَفَادَ ذٰلِكَ أَنَّ الدُّعَاءَ عِبَادَةٌ وَّأَنَّ تَرْكَ دُعَاءِ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ اسْتِكْبَارٌ وَّلَا أَقْبَحَ مِنْ هٰذَا الْاِسْتِكْبَارِ وَكَيْفَ يَسْتَكْبِرُ الْعَبْدُ عَنْ دُعَاءِ مَنْ هُوَ خَالِقٌ لَّهُ وَرَازِقُهُ وَمُوْجِدُهُ مِنَ الْعَدَمِ وَخَالِقُ الْعَالَمِ كُلِّهِ وَرَازِقُهُ

وَمُحْيِيهِ وَمُمِيتُهُ وَمُثِيبُهُ وَمُعَاقِبُهُ فَلَا شَكَّ أَنَّ هٰذَا الْاِسْتِكْبَارَ طَرْفٌ مِّنَ الْجُنُونِ وَشُعْبَةٌ مِنْ كُفْرَانِ النِّعَمِ.

”حدیث: ”دعا عبادت ہے۔“ اس صفت میں حصر پائی جاتی ہے، کیونکہ مسند الیہ اور مسند دونوں معرفہ ہیں، اسی طرح ضمیر فصل بھی ساتھ لائی گئی ہے، تو اس کا تقاضا ہے کہ دعا عبادت کی اعلیٰ قسم ہو، ارفع ترین عبادت ہو اور اشرف ترین ہو، آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعا عبادت ہے، کیوں کہ اللہ کریم اپنے بندوں کو حکم دیتے ہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ (غافر : ٦٠) ”جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا عبادت ہے اور دعا ترک کر دینا تکبر کی ایک قسم ہے، اس تکبر سے برا کوئی تکبر نہیں، انسان اس سے دعا کرنے میں تکبر کیسے کر سکتا ہے، جو اس کا خالق ہو، رازق ہو اور اس کو عدم سے وجود میں لانے والا ہو، تمام عالم کا خالق رازق اسے زندہ کرنے والا مارنے والا، عذاب و ثواب دینے والا ہو، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تکبر جنون کی ایک قسم ہے اور کفران نعمت کا ایک شعبہ ہے۔“

(تُحفة الذّاكرين، ص 33)

❁ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرنے کی ترغیب دیتے تھے:

أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ.

”اللہ! میں سخت مصائب، بدبختی، بری تقدیر اور یہ کہ دشمن مجھ پر خوش ہو، سے

تیری پناہ میں آتا ہوں۔‘‘

(صحيح البخاري : 6616، صحيح مسلم : 2707)

جن اُمور کا فیصلہ تقدیر میں پہلے سے ہی ہو چکا ہے، ان سے پناہ مانگنے کا کیا فائدہ؟

ان اُمور سے پناہ مانگنا بھی تقدیر میں لکھا ہے، دراصل تقدیر اللہ تعالیٰ کا علم سابق ہے، اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہی معلوم ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ یہ کرے گا، تو اس نے اپنے پاس تقدیر میں لکھ دیا۔ جو شخص مصائب، بدبختی اور بری تقدیر سے پناہ مانگتا ہے، تو یہ پناہ مانگنا اور دعا کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے، پھر ان دعاؤں میں سے جو دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کرنی ہے اور جو دعا مؤخر کرنی ہے، وہ سب کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔

سوال: کیا دجال انسان ہوگا؟

جواب: دجال کا خروج حق ہے، قرب قیامت اس کا خروج ہوگا، اس وقت وہ کسی جزیرہ میں قید ہے، یہ کہنا کہ دجال فتنوں اور برائیوں سے کنایہ ہے، سراسر باطل اور بے حقیقت بات ہے۔ احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ دجال کا وجود ہے، اس کے ماتھے پر ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا، جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا، اس کی دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی۔ ہر نبی نے اپنی اُمت کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے، آخری نبی محمد کریم ﷺ نے بھی فتنہ دجال سے خبردار کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے دجال کو دیکھا ہے، اسی لیے آپ ﷺ ہر نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

جو شخص کلی طور پر دجال کا انکار کرے، وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے متواتر احادیث اور اجماع اُمت کا انکار کیا ہے اور جو کہے کہ دجال فتنوں سے کنایہ ہے، اس کا کوئی وجود نہیں ہے، وہ سخت گمراہ ہے۔ دجال کے ثبوت پر دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث

موجود ہیں۔

❁ مؤرخ مطہر بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ (۳۵۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ مُتَوَاتِرَةٌ بِخُرُوجِهِ بِلَا شَكٍّ .

"دجال کے خروج کے بارے میں صحیح احادیث بلاشبہ متواتر ہیں۔"

(البدء والتّاريخ : 186/2)

دجال انسان ہے۔ اسلاف اُمت میں دجال کے انسان ہونے کا کسی نے انکار نہیں کیا، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔اس پر کئی دلائل ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں فرمایا:

أَعْوَرُ هِجَانٌ أَزْهَرُ، كَأَنَّ رَأْسَهُ أَصَلَةٌ، أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ، فَإِنْ هَلَكَ الْهُلَّكُ، فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ .

"وہ کانا ہوگا، اس کا رنگ (سرخ و) سفید ہوگا اور کھلتا ہوا ہوگا، اس کا سر سانپ کی طرح محسوس ہوگا، اس کی سب سے زیادہ مشابہت عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ ہے، اگر ہلاک ہونے والے (دجال کی پیروی کر کے) ہلاک ہونے لگیں، تو (یاد رکھنا کہ) آپ کا رب کانا نہیں ہے۔"

(مسند الإمام أحمد :240/1، صحيح ابن حبان : 6796، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَجُلٌ جَسِيمٌ أَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ .

"دجال بھاری بھرکم آدمی ہے، اس کا رنگ سرخ، بال گھونگھریالے اور آنکھ کانی ہے۔"

(صحيح البخاري : 7128)

❁ ایک جگہ ہے:

أَحْمَرَ، جَعْدَ الرَّأْسِ.

”سرخ رنگت، گھونگھریالے بال۔“

(صحيح مسلم : 169)

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جہاں ”جعد“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد متناسب جسم ہے۔ دجال کے لیے جہاں ”جعد“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد گھونگھریالے بال ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بال سیدھے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی سرخی مائل ہے، جبکہ دجال کا رنگ سرخ ہے۔

مسیح عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح دجال کی نشانیوں میں فرق ہے، ان نشانیوں کو خلط ملط کرنا اور اس بنا پر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روایات کو مشکوک قرار دینا ہرگز درست نہیں، فافہم وتدبر!

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا:

إِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ، عَيْنُهُ طَافِئَةٌ، كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّأْمِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا.

”اگر دجال میری زندگی میں نکل آیا، تو میں آپ کی طرف سے اس کے ساتھ دلائل و براہین کے ذریعے مقابلہ کروں گا اور اگر میری زندگی کے بعد نکلا، تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میری طرف سے خود نگہبان ہوگا۔ دجال گھنگریالے بالوں والا نوجوان شخص ہے، اس کی ایک آنکھ بے نور ہے، مجھے وہ عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ معلوم ہوتا ہے، آپ میں سے جو بھی اسے دیکھے، تو سورت کہف کی ابتدائی آیات تلاوت کرلے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستے سے نکلے گا، وہ دائیں طرف بھی تباہی کرے گا اور بائیں طرف بھی، لہٰذا اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔“

(صحیح مسلم : 2937)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَرْنَا بِصِبْيَانٍ فِيهِمُ ابْنُ صَيَّادٍ، فَفَرَّ الصِّبْيَانُ وَجَلَسَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَكَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ ذٰلِكَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَرِبَتْ يَدَاكَ، أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : لَا، بَلْ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : ذَرْنِي، يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتّٰى أَقْتُلَهٗ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ يَكُنِ الَّذِي تَرٰى، فَلَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهٗ .

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (باہر نکلے) تھے، ہمارا گزر کچھ بچوں کے پاس

سے ہوا، جن میں ابن صیاد بھی تھا، بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھ گیا، ایسا لگا کہ جیسے رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند کیا ہو، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں، کیا تو مجھے اللہ کا رسول مانتا ہے؟ کہنے لگا: نہیں، بلکہ یہ بتا کہ کیا تو مجھے اللہ کا رسول مانتا ہے؟ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کو قتل کر دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی (کانا دجال) ہے، جو آپ خیال کر رہے ہیں، تو آپ اسے قتل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔''

(صحيح مسلم : 2924)

❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ، مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِّنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ، فَلَعِبَ بِهِمِ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلٰى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتّٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ، لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهٖ، مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ، فَقَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ فَقَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، قَالُوا: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَتْ: أَيُّهَا الْقَوْمُ انْطَلِقُوا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ، فَإِنَّهُ إِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، قَالَ: لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا

أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، قَالَ : فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا، حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا، وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا، مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلٰى عُنُقِهِ، مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ، قُلْنَا : وَيْلَكَ مَا أَنْتَ؟ قَالَ : قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِي، فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا : نَحْنُ أُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ، فَصَادَفْنَا الْبَحْرَ حِينَ اغْتَلَمَ فَلَعِبَ بِنَا الْمَوْجُ شَهْرًا، ثُمَّ أَرْفَأْنَا إِلٰى جَزِيرَتِكَ هٰذِهِ، فَجَلَسْنَا فِي أَقْرُبِهَا، فَدَخَلْنَا الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ، لَا يُدْرٰى مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ، فَقُلْنَا : وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ فَقَالَتْ : أَنَا الْجَسَّاسَةُ، قُلْنَا : وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَتْ : اعْمِدُوا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ، فَإِنَّهُ إِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا، وَفَزِعْنَا مِنْهَا، وَلَمْ نَأْمَنْ أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، فَقَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، قُلْنَا : عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ : أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا، هَلْ يُثْمِرُ؟ قُلْنَا لَهُ : نَعَمْ، قَالَ : أَمَا إِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ، قَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ، قُلْنَا : عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ : هَلْ فِيهَا مَاءٌ؟ قَالُوا : هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، قَالَ : أَمَا إِنَّ مَاءَ هَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ، قَالَ :

أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ، قَالُوا : عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ : هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ؟ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ؟ قُلْنَا لَهٗ : نَعَمْ، هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَائِهَا، قَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ؟ قَالُوا : قَدْ خَرَجَ مِنْ مَّكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ، قَالَ : أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ؟ قُلْنَا : نَعَمْ، قَالَ : كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ، قَالَ لَهُمْ : قَدْ كَانَ ذٰلِكَ؟ قُلْنَا : نَعَمْ، قَالَ : أَمَا إِنَّ ذَاكَ خَيْرٌ لَّهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي، إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ، وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ، فَأَخْرُجَ فَأَسِيرَ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعَ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ، فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً ـأَوْ وَاحِدًاـ مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا، يَصُدُّنِي عَنْهَا، وَإِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِي الْمِنْبَرِ : هٰذِهٖ طَيْبَةُ، هٰذِهٖ طَيْبَةُ، هٰذِهٖ طَيْبَةُ ـيَعْنِي الْمَدِينَةَـ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ النَّاسُ : نَعَمْ، فَإِنَّهٗ أَعْجَبَنِي حَدِيثُ تَمِيمٍ، أَنَّهٗ وَافَقَ الَّذِي

كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ، وَعَنِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ، أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّأْمِ، أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ، قَالَتْ: فَحَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”مجھے تمیم داری نے واقعہ بیان کیا، جس میں انہوں نے میری باتوں کی موافقت کی ہے، جو میں نے آپ کو مسیح دجال کے متعلق بیان کی ہیں۔تمیم داری نے مجھے بیان کیا کہ وہ بحری بیڑے پر سوار تھے، جس میں قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی سوار تھے۔سمندری لہروں نے انہیں ایک مہینے تک بھٹکائے رکھا، پھر وہ غروب آفتاب کی طرف ایک سمندری جزیرہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر وہ چھوٹی کشتی میں بیٹھے اور جزیرے میں داخل ہو گئے، وہاں انہیں ایک چوپایہ ملا، جس کی گھنے بالوں والی دُم تھی، جسم پر بہت زیادہ بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ اس کا اگلا حصہ کون سا ہے اور پچھلا حصہ کون سا؟ ان (تیس) لوگوں نے کہا: ارے! تم کیا ہو؟ تو اس نے کہا: میں جاسوس ہوں۔لوگوں نے کہا: جاسوس کیا؟ کہنے لگا: لوگو! خانقاہ میں موجود مرد کے پاس چلو، وہ تمہارے متعلق جاننے کا بڑا شوقین ہے۔تمیم داری کہتے ہیں کہ جب اس نے مرد کا نام لیا، تو ہم ڈر گئے کہ کہیں وہ شیطان نہ ہو، پھر ہم جلدی سے چلے، یہاں تک کہ خانقاہ میں پہنچ گئے، دیکھا کہ وہاں بہت بڑی جسامت والا انسان تھا، اتنی بڑی قد وقامت اور سخت جکڑا ہوا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ دونوں رانوں سے ٹخنوں

تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے کہا: ارے! تم کون ہو؟ کہنے لگا: تم میرے متعلق جان چکے ہو، مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم عرب سے ہیں اور سمندری بیڑے پر سوار تھے اور اسی دوران سمندر میں طغیانی آ گئی، ایک مہینے تک سمندری لہروں کا شکار رہے، پھر ہم تمہارے اس جزیرے کے کنارے لگے اور چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے، ہمیں ایک چوپایہ ملا، جس کی گھنے بالوں والی دُم ہے، جسم پر بہت زیادہ بال ہیں، بکثرت بالوں کی وجہ سے اس کا اگلے اور پچھلا حصہ معلوم نہیں ہوتا۔ ہم نے کہا: ارے! تم کیا شے ہو؟ اس نے کہا: میں جاسوس ہوں۔ ہم نے کہا: جاسوس کیا؟ اس نے کہا: خانقاہ میں موجود ایک مرد کی طرف چلو، وہ تمہارے متعلق جاننا چاہتا ہے، تو ہم تیری طرف بھاگتے ہوئے آئے اور ہم اس سے ڈر گئے تھے، ہم نے سمجھا کہ کہیں یہ شیطان نہ ہو۔ اس نے کہا: تم مجھے باغِ بیسان کے متعلق خبر دو۔ ہم نے کہا: تم اس باغ کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: میں تم سے پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اس میں کھجوروں کا باغ پھل دے رہا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ کہنے لگا: عنقریب وہ پھل دینا بند کر دے گا۔ پھر پوچھتا ہے: بحیرہ طبریہ کے متعلق بتاؤ، ہم نے کہا: اس کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا اس میں پانی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اس میں بہت پانی ہے۔ کہنے لگا: عنقریب پانی ختم ہو جائے گا۔ کہنے لگا: تم مجھے چشمہ زغر کے متعلق خبر دو، لوگوں نے پوچھا: اس کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا اس چشمے میں پانی ہے؟ اور کیا وہاں کے باشندے اس چشمے سے آبپاشی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: اس چشمے

میں وافر پانی ہے اور لوگ اس سے آبپاشی کرتے ہیں۔ کہنے لگا: اُمیوں کے نبی کے متعلق بتاؤ کہ اس کا کیا بنا؟ لوگوں نے کہا: وہ مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے اور اب یثرب میں رہائش پذیر ہے۔ کہنے لگا: کیا عرب نے اس سے لڑائی کی؟ ہم نے کہا: ہاں۔ کہنے لگا: پھر اس نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ نبی اپنے گرد و پیش کے اہل عرب پر غالب ہو چکا ہے اور انہوں نے اس کی فرمانبرداری کر لی ہے۔ اس نے پوچھا: کیا واقعی یہ ہو چکا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ کہنے لگا: یاد رکھو کہ اہل عرب کے لیے یہ بات بہتر ہے کہ وہ اس کی فرمانبرداری کر لیں۔ اب میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں، میں مسیح (دجال) ہوں، عنقریب مجھے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی، باہر نکل کر میں پوری زمین کی سیر کروں گا اور چالیس راتوں میں ہر بستی پھر لوں گا، سوائے مکہ اور طیبہ (مدینہ) کے، مجھے ان دونوں شہروں میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو گی، جب بھی میں ان دونوں میں سے کسی شہر داخل ہونے لگوں گا، تو ننگی تلوار لیے ایک فرشتے میرے سامنے آ جائے گا، جو مجھے دور کر دے گا، مکہ و مدینہ کے ہر ناکے پر فرشتے ہوں گے، جو اس کی حفاظت کریں گے۔ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی منبر پر مار کر فرمایا: یہ (مدینہ ہی) طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔ سنیں! کیا میں نے آپ کو دجال کے متعلق نہیں بتایا تھا؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں، (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) مجھے تمیم کا واقعہ بہت اچھا لگا، یہ ان باتوں کے موافق ہے، جو میں نے آپ کو دجال، مدینہ اور مکہ کے متعلق بتا دی تھیں۔ یاد رکھیں کہ دجال شام یا یمن کے سمندر

میں ہے، نہیں، بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے۔ آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہے۔''

(صحيح مسلم : 2942)

قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي أَدْخَلَهَا مُسْلِمٌ فِي قِصَّةِ الدَّجَّالِ حُجَّةُ أَهْلِ الْحَقِّ فِي صِحَّةِ وُجُودِهِ، وَأَنَّهُ شَخْصٌ مُعَيَّنٌ، ابْتَلَى اللّٰهُ عِبَادَهُ، وَأَقْدَرَهُ عَلٰى أَشْيَاءَ مِنْ قُدْرَتِهٖ لِيَتَمَيَّزَ الْخَبِيثُ مِنَ الطَّيِّبِ ...... هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَجَمَاعَةِ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ وَنُظَّارِهِمْ خِلَافًا لِّمَنْ أَنْكَرَ أَمْرَهُ وَأَبْطَلَهُ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ .

''امام مسلم رحمہ اللہ نے قصہ دجال کے بیان میں جو احادیث بیان کی ہیں، یہ سب اہل حق کی دلیل ہیں کہ دجال کا وجود حق ہے اور یہ ایک معین شخص ہو گا، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی قدرت سے کئی چیزوں پر قدرت دے گا، تاکہ خبیث اور طیب جدا جدا ہو جائیں۔ ...... یہ اہل سنت والجماعت، فقہاء اور محدثین وغیرہ کا مذہب ہے، اس کے برعکس خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ فتنہ دجال کا انکار کرتے ہیں اور اسے باطل قرار دیتے ہیں۔''

(إكمال المُعلم : 475/8، المُفهم لأبي العباس القُرطبي : 267/7، شرح النّووي :

58/18، التّوضيح لابن ملقن: 598/18، عمدة القاري للعَيني الحنفي: 174/8)

❁ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:**

قَدْ أَنْكَرَتْ طَوَائِفُ كَثِيرَةٌ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ خُرُوجَ الدَّجَّالِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَرَدُّوا الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِيهِ، فَلَمْ يَصْنَعُوا شَيْئًا، وَخَرَجُوا بِذٰلِكَ عَنْ حَيِّزِ الْعُلَمَاءِ، لِرَدِّهِمْ مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''خوارج اور جہمیہ کے کئی گروہوں اور بعض معتزلہ نے خروج دجال کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے، اس بارے میں وارد احادیث کو ٹھکرا دیا ہے، یوں وہ اہل علم کی فہرست سے خارج ہو گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی سندوں سے مروی متواتر صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية: 193/19)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

قَالَ شَيْخُنَا الْحَافِظُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الذَّهَبِيُّ: وَالْاِسْتِعَاذَةُ مِنَ الدَّجَّالِ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دجال سے پناہ مانگنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے متواتر روایات ہیں۔''

(البِداية والنّهاية: 200/19)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دجال گدھے پر سوار ہو کر آئے گا؟

جواب: دجال گدھے پر سوار ہو گا۔ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ثابت ہیں، البتہ مرفوع احادیث غیر ثابت ہیں۔

❁ ایک صحابی (سیدنا حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ رِجْسٌ عَلٰى رِجْسٍ .

”دجال گدھے پر سوار ہو کر آئے گا، ایک ناپاک بدن دوسرے حرام بدن پر سوار ہو گا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37536، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أُذُنَ حِمَارِ الدَّجَّالِ لَتُظِلُّ سَبْعِينَ أَلْفًا .

”دجال کے گدھے کے کان اتنے لمبے ہوں گے کہ ستر ہزار لوگوں کو سایہ دے سکتے ہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37535، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَهُ حِمَارٌ يَرْكَبُهُ عَرْضُ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا .

”دجال ایک گدھے پر سوار ہوگا، جس کے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہاتھ لمبا ہوگا۔“

(مسند الإمام أحمد : 367/3، المُستدرك للحاكم : 530/4)

سند ضعیف ہے۔ ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مکی کا عنعنہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ أَقْمَرَ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ سَبْعُونَ بَاعًا .

”دجال سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے گا، جس کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ستر ہاتھ ہوگا۔“

(التّاريخ الكبير للبُخاري :1/199)

سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عقبہ بن ابی عتاب مدینی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات : ۷/ ۴۰۰“ میں ذکر کیا ہے۔

② عقبہ بن ابی عتاب مدینی بھی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات : ۵/ ۲۲۸“ میں ذکر کیا ہے۔

سوال: انسان کا مقصد حیات کیا ہے؟

جواب: جن وانس کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اسی لیے انہیں پیدا کیا گیا، اسی مقصد کے لیے انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا کہ انسانوں کو

اللہ تعالیٰ کی معرفت کرائیں اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے حقوق کے متعلق آگاہی دیں، تاکہ وہ اسی کی عبادت کریں، اسی سے انابت کریں، دنیا کی ناپائیدار زندگی کو رب کی رضا میں گزار کر آخرت کی ابدی و سرمدی زندگی میں کامیابی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو دنیوی زندگی میں اپنے احکام کا مکلّف ٹھہرایا کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کی تصدیق کریں، اس پر ایمان لائیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔

اصل مقصد حیات عبادت الٰہی ہی ہے، البتہ چند ضرورتیں اور حاجتیں بھی جن وانس کے ساتھ لگا دیں۔ یوں انسان کی زندگی آزمائش اور امتحان بن گئی، جو اس میں کامیاب ہو گیا، وہ آخرت میں کامیاب ٹھہرے گا اور جو ناکام رہا، وہ آخرت میں بھی ناکام رہے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾(الذّاريات : ٥٦)

''میں نے جن وانس کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

یاد رہے کہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے، یہ دھوکے کا سامان ہے۔ یہاں انسان ایک مسافر کی حیثیت سے رہ رہا ہے، حقیقی منزل آخرت ہے، جو جنت یا جہنم کی صورت میں ہو گی، تب تو انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحا نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی۔

دنیا کی زندگی بہت قیمتی ہے، اس پر آخرت کی کامیاب یا ناکامی کا انحصار ہے، اس لیے اسے ضائع ہونے سے بچائیں، اسے کھیل تماشہ نہیں سمجھنا چاہیے، یہ بات بھی مدنظر رہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد آخرت کی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ موت کی یہی تعریف ہے کہ روح کا جسم سے نکل جانا، انسان کا ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جانا۔ لہٰذا انسان کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ اسے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا، بلکہ دنیا کی

زندگی کے ہر ہر لمحہ کا حساب ہوگا۔

دنیوی زندگی کو مفید اور کارآمد بنانے کے لیے علم کی اشد ضرورت ہے، حقیقی اور نافع علم، علم نبوت ہے، جس بن زندگی نہیں، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ دنیا کی زندگی میں کامیابی کے لیے علم وحی سے بہرہ مند ہو۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۞ وَطُورِ سِينِينَ ۞ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۞ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۞ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۞ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۞﴾(التِّين: ١ـ٦)

”انجیر اور زیتون کی قسم، طور سینا کی قسم اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم! یقیناً ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر ہم اسے جہنم کے نچلے طبقے میں پھینک دیں گے، سوائے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے چار مختلف قسمیں اٹھائیں، پھر دو تاکیدی حروف کے ساتھ خبر دی ہے کہ ہم نے انسان کو سب سے اعلیٰ سانچے میں ڈھال کر تخلیق کیا ہے۔ انسان اس سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوسکتا تھا۔ اسے تام الخلق کیا، اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، اسے متناسب قوت و طاقت سے نوازا، معاملات سمجھنے کے لیے صلاحیت بخشی، اسے خیر و شر میں تمیز کا ملکہ عطا کیا، پھر وحی اور علم نبوت کے ساتھ اس کی تربیت کا سامان کیا، اس کے باوجود اگر انسان اپنا مقصد نہ سمجھا اور من چاہی زندگی گزاری، رب کی رضا کا متلاشی نہ بنا، تو ایسے احسان

فراموش کو اللہ تعالیٰ روز قیامت نار جہنم میں ڈالے گا، کیونکہ یہ اس کی سرکشی کا انجام ہے۔ اس کے برعکس جو دنیا کی زندگی میں ایمان لائے، عمل صالح کے ساتھ زندگی بسر کی، رب کی رضا میں جیتے رہے، روز آخرت کو وہ نعمتوں والی جنت میں رہیں گے، انہیں کبھی بھی جنت سے نہیں نکالا جائے گا، ان کے لیے آخرت کی نعمتوں میں کمی یا انقطاع نہیں آئے گا۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ روایت ہے:

اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ، فَإِنَّ الْقَلْبَ خَيْرُ الْمُفْتِي.

''اپنے دل سے فتویٰ لیں، کیونکہ دل بہترین مفتی ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام، از قاری محمد طیب دیوبندی: 4/266)

جواب: کتب حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت نہیں ملی۔

سوال: بعض لوگ شرعی احکام کو سائنسی طریقہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اقدام کیسا ہے؟

جواب: شرعی احکام کو سائنسی طریقہ سے ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ شریعت اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور سائنسی انسانی تجربات اور عقل وفہم کا نتیجہ ہے، جس میں غلطی کا امکان رہتا ہے، کیونکہ سائنسی نظریات (Scientific Theories) آئے روز بدلتے رہتے ہیں، جبکہ شریعت میں تغیر وتبدل نہیں۔ سائنسی تجربات اور مشاہدات سے اختلاف ہو سکتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی سائنسی نظریہ کو نہ بھی مانے، اس کے باوجود اس پر فتویٰ نہیں لگ سکتا، جبکہ دین کے ساتھ اختلاف کرنا اور بعض دینی احکام کو نہ ماننا مذموم اور حرام ہے، جو بعض صورتوں میں کفر وارتداد اور بعض صورتوں میں الحاد وزندقت ہے۔

لہٰذا دین سائنسی تجربات کا محتاج نہیں۔ دین حق ہے اور بعض سائنسی تجربات باطل ہیں، باطل کے ساتھ حق کی پہچان کسی طرح درست نہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وحی الٰہی کے سامنے سرنگوں ہو جائیں، خواہ وہ سائنس اور عقل کے موافق ہو یا نہ ہو۔

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا ثَبَتَتْ، لَمْ يُعْتَرَضْ عَلَيْهَا بِالْمَعْقُولِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ: أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ إِذَا سَمِعُوهَا، عَلِمُوا أَنَّهَا حَقٌّ، وَإِنْ قَصُرَتْ عُقُولُهُمْ عَنْ فَهْمِهَا، يَنْسِبُونَ الْقُصُورَ عَنْ فَهْمِهَا إِلٰى عُقُولِهِمْ، وَيَسْعَوْنَ فِي الْوُصُولِ إِلٰى فَهْمِهَا بِكُلِّ طَرِيقٍ إِلٰى أَنْ يَصِلُوا إِلَيْهِ، بِخِلَافِ أَهْلِ الْبِدْعَةِ؛ فَإِنَّهُمْ إِذَا سَمِعُوا سُنَّةً تُخَالِفُ عُقُولَهُمْ، بَادَرُوا إِلٰى رَدِّهَا، وَالطَّعْنِ فِيهَا مِنْ غَيْرِ تَدَبُّرٍ وَلَا سَعْيٍ فِي فَهْمِ شَيْءٍ مِّمَّا يُخَالِفُ عُقُولَهُمْ، وَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلٰى أَنَّهُ مَتٰى وُجِدَ نَصٌّ فِي حُكْمٍ مِّنْ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ، وَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ، وَلَا تَحِلُّ مُعَارَضَتُهُ بِالْقِيَاسِ، وَلَا الرُّجُوعُ إِلَيْهِ إِلَّا عِنْدَ عَدَمِ النَّصِّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''جان لیجئے کہ جب سنت ثابت ہو جائے، تو عقل کے ساتھ اس کا معارضہ نہیں کیا جائے گا۔ اہل سنت اور اہل بدعت میں یہی فرق ہے کہ اہل سنت جب کسی سنت کے متعلق سنتے ہیں، تو جانتے لیتے ہیں کہ یہ سنت حق ہے، اگرچہ ان کی

عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر رہیں، وہ اس کا قصور وار اپنی ہی عقلوں کو قرار دیتے ہیں، البتہ ہر ممکنہ طریقے سے اس کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بالآخر وہ سنت کے (حقیقی) فہم تک پہنچ جاتے ہیں۔ جبکہ اہل بدعت کا معاملہ اس کے برعکس ہے، وہ جب کسی ایسی سنت کے متعلق سنتے ہیں، جو ان کی عقل کے مخالف ہو، تو جھٹ سے اسے رد کر دیتے ہیں اور اس میں تدبر کیے بغیر ہی اس پر طعن کر دیتے ہیں، نیز جو بات بھی ان کے عقل کے خلاف جائے، اس کا فہم حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ جبکہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جب کسی حکم میں کتاب وسنت کی کوئی نص موجود ہو، تو اسی نص پر عمل کیا جائے گا اور قیاس کے ساتھ اس کا معارضہ کرنا حلال نہیں، قیاس کی طرف اس وقت جایا جائے گا، جب (اس مسئلہ میں) نص موجود نہ ہو، واللہ اعلم!''

(العُدّة في شرح العُمدة : 1102/2)

سوال: ملحدین (Atheists) اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، انہیں کیسے قائل کیا جائے گا؟

جواب: یہ مسلمانوں کا اجماع عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، اس پر قرآن وحدیث کے متواتر دلائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے ایک زبردست دلیل یہ ہے کہ ہر بچہ جس کی عمر ڈیڑھ دو سال ہو، بے شک اس کے ہمارے اللہ کا نام نہ سنا ہو، خواہ وہ کسی ملحد یا کافر کے گھر پیدا ہوا ہو، اس سے پوچھا جائے کہ اللہ کہاں ہے؟ تو وہ بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔ اگر وہ بات نہ کر سکتا ہو، تو اشارے سے بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔ اس بچے نے اس وقت تک کسی مکتب میں آنا جانا شروع نہیں کیا ہوتا، کسی مذہبی راہنما سے اس کی ملاقات نہیں۔ اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا قائل ہے اور

اسے اوپر مانتا ہے۔ یہ وہ دلیل ہے، جسے دنیا کا کوئی ملحد رد نہیں کر سکتا۔ اب ملحدین کو چاہیے کہ آئیں، مل کر پوری دنیا کے بچوں کا سروے کرتے ہیں، وہ رب العالمین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ جو دنیا بھر کے بچے رب العالمین کے بارے میں کہیں، وہی صحیح ہے۔

اگر کسی چھوٹے بچے سے یہ پوچھا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں، تو وہ کچھ جواب نہیں دے پائے گا، تمام مذہبی خداؤں اور دیوتوں کا یہی حال ہے۔

ہر چھوٹا بچہ رب تعالیٰ کے وجود اور اوپر ہونے کا اقراری ہوتا ہے، اگرچہ بعد میں ماحول بعض بچوں کے نظریے کو تبدیل کر دیتا ہے۔

یاد رہے کہ اہل حدیث کے علاوہ ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ قوی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہے۔

سوال: انسان کی تخلیق کیسے ہوئی؟

جواب: انسان کی تخلیق چار طرح سے ہوئی ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی۔ یہ آدم علیہ السلام کا خاصہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے خلق کیا۔

② سیدنا آدم علیہ السلام کی بیوی حواء رحمہا اللہ کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا، بعض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے تو عورت کی نیچائی ثابت ہوتی ہے، کیا مٹی ختم ہو گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آدم علیہ السلام کی پسلی سے خلق کیا۔

یاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے کہ وہ جسے جیسے چاہے پیدا کرے، وہ قادر قدیر ہے۔

③ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا۔ یہ عام فطرتی طریقہ ہے۔

④ عیسیٰ علیہ السلام کو مریم رحمہا اللہ کے بطن پاک سے بغیر باپ کے پیدا کیا۔

جبکہ سائنس ایک صورت کے علاوہ سبھی صورتوں کو بعید خیال کرتی ہے، بعض کا یہ کہنا ہے کہ انسان کی تخلیق یک خلوی جرثومہ سے ہوئی، اس میں ارتقاء ہوا، بندر بنا، پھر بندر سے انسان بنا۔ یہ نظریہ خودساختہ ہے۔ نیز ہمارا سوال ہے کہ وہ خلیہ کس نے پیدا کیا؟

سوال: بعض ملحدین عورتوں کے پردے پر اعتراض وارد کرتے ہیں کہ عورت سے پردہ کرانا، اس کی آزادی کو سلب کرنا ہے، بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پبلک پلیس پر بڑی مشکل سے کھاتی پیتی ہیں، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: ہمارا جواب یہ ہے کہ پردہ شریعت کا حکم ہے، اللہ کا حکم ماننا اصل ہے، یقیناً بعض احکام میں پابندیاں ہوتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں، نیز اس حکم کی بجا آوری پر اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے اور اَجر ملتا ہے۔ اس بنا پر ایک مسلمان عورت پردہ کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو آزاد ہی خیال کرتی ہے۔ حقیقی آزادی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے، ورنہ انسان نفس کی پابندیوں میں بند ہوکر رہ جائے گا۔

احکام شرعیہ پر عمل کرنے سے انسان کے وجود میں اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے، دل ودماغ راحت اور تسکین ملتی ہے۔ یہی اَصل زندگی ہے، یہی آزادی ہے، ورنہ معصیت زندگی اور آزادی کہاں؟

معاف کیجئے کہ اگر یہی سوال کسی ملحد پر کیا جائے کہ آپ نے اپنی عورتوں سے آزادی سلب کر رکھی ہے، آپ انہیں کھلے عام زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دیتے، اگر کسی ملحد کی بیوی کسی غیر مرد سے جنسی خواہشات پوری کرنا چاہے، تو وہ قطعاً اجازت نہیں دیں گے، بھلا

یہ آزادی کے خلاف نہیں؟ ملحد فوراً کہیں گے کہ یہ آزادی نہیں، بلکہ بے رہ روی ہے، کیونکہ اس نے جنسی تعلق میرے ساتھ استوار کیا ہے، یہ میرا حق ہے، میں کسی دوسرے کو اپنا حق لینے کی اجازت نہیں دوں گا۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عورت کو دیکھنا اس کے شوہر اور محارم کا حق ہے، اسی لیے اسلام یہ پابندی لگاتا ہے کہ عورت پردہ کرے اور اپنے محرم رشتہ داروں کے علاوہ کسی کے سامنے چہرہ مت کھولے، اسی طرح اپنا ستر صرف شوہر کے سامنے کھولے۔ اسلام نے تو شوہر کے حق کو تحفظ دیا ہے کہ اس کی عزت پر کسی کی نظر نہ پڑے، لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ پردہ اور دیگر احکام نافذ کرنے پر اسلام کے احسان مند ہوں، نہ کہ اس پر اعتراض کریں، کیونکہ اسلام ہی ان کی عزت، مال اور جان کا محافظ ہے۔

سوال: سود کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سود حرام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ قرآن، حدیث اور اُمت کے اجماع میں سود حرام ہے۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ حَتّٰى يُكَفَّرَ جَاحِدُهٗ.

''سود کے حرام ہونے پر اُمت کا اجماع ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔''

(تبيين الحقائق : 85/4)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ٭ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾(البقرة: ٢٧٥-٢٧٦)

''جولوگ سود کھاتے ہیں، وہ ایسے کھڑے ہوں گے، جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے، جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو، اس لیے کہ انہوں نے کہا تھا، تجارت بھی سود کی طرح ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس رب کی طرف سے نصیحت آ گئی اور وہ باز آ گیا، تو جو پہلے ہو چکا، اس کی معافی ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسا کرے، تو یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اللہ کسی ناشکرے اور گناہ گار کو محبوب نہیں رکھتا۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ٭ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾

(البقرة: ٢٧٨-٢٧٩)

''اہل ایمان! اللہ سے ڈر جاؤ اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو، اگر تم مؤمن ہو تو۔ اگر

تم نے ایسا نہ کیا، تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، اگر تم تائب ہو جاؤ، تو تمہارے لیے اَصل زر ہے، نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

❀ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾(آل عمران: ١٣٠)

''اہل ایمان! سود کو بڑھا چڑھا کر مت کھاؤ، اللہ سے ڈرو، تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

❀ نیز یہود کی خصلت بد کے متعلق ارشاد ہوا:

﴿وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾(النّساء: ١٦١-١٦٢)

''ان (یہودیوں) کے سود لینے کی وجہ سے (ان پر لعنت کی گئی) جبکہ انہیں سود خوری اور باطل طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

❀ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَنَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی، گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی

کھانے سے منع فرمایا ہے، نیز تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 5347)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ .

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور اس کے وکیل بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔‘‘

(صحيح مسلم : 1597)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

’’سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا:

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک

۲۔ جادو

۳۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا

۴۔ سود کھانا

۵۔ یتیم کا مال کھانا

٦۔لڑائی میں پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا

٧۔پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

(صحيح البخاري : 2766، صحيح مسلم : 2874)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة :86/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مُوافقة الخبر الخبر :349/1)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهٗ، وَكَاتِبَهٗ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ : هُمْ سَوَاءٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔اور فرمایا: یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''

(صحيح مسلم : 1598)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا، إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهٖ إِلٰى قِلَّةٍ .

”جو سود کے ذریعے مال میں اضافہ کرے گا، تو اس کا انجام کار مال کی قلت ہی ہوگا۔“

(سنن ابن ماجه : 2279، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۲۶۲، ۷۸۹۲) نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(فتح الباري : 4/315)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

”یہ سند صحیح ہے، اس کی راوی ثقہ ہیں۔“

(مِصباح الزّجاجة : 3/35)

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (فجر کی) نماز پڑھاتے، تو ہمارے طرف چہرہ مبارک پھیرتے اور فرماتے: کیا آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا، تو وہ بیان کر دیتا، پھر جو اللہ چاہتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرما دیتے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: کیا کسی نے خواب دیکھا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ تو فرمایا: مگر میں نے آج رات خواب دیکھا ہے، دو بندے میرے پاس آئے، انہوں نے مجھے میرے ہاتھ سے پکڑا اور ایک مقدس زمین کی طرف لے گئے، وہاں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور (قریب

ہی) دوسرا شخص کھڑا ہے، اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے، جسے وہ بیٹھے ہوئے شخص کے جبڑے میں داخل کرتا ہے اور گدی تک چیر دیتا ہے، پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی ایسے ہی کرتا ہے، اتنے میں دوسرا جبڑا ٹھیک ہو جاتا ہے، پھر وہ دوبارہ اسی طرح کرتا ہے۔ میں (نبی کریم ﷺ) نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو ان دونوں بندوں نے جواب دیا: آپ آگے چلیئے، ہم چل دیے اور ایک شخص کے پاس پہنچے، جو گدی کے بَل لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص اس کے سرہانے ایک پتھر لیے کھڑا ہے، وہ اس پتھر سے اس کا سر پھوڑ رہا ہے، جب وہ اسے پتھر مارتا ہے، تو پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا ہے، وہ جاتا ہے اور پتھر کو دوبارہ اٹھا لیتا ہے، واپس آتا ہے، تو سر دوبارہ اسی طرح ٹھیک ہو جاتا ہے، جیسے پہلے تھا۔ وہ اسے دوبارہ پتھر مارتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو دونوں آدمیوں نے کہا: آپ آگے چلیئے۔ ہم چلنے لگے اور ایک گڑھے کے پاس پہنچے، جو تنور کی طرح ہے، اس کا اوپر والا حصہ تنگ ہے اور نیچے والا حصہ کشادہ ہے، اس کے نیچے آگ بھڑک رہی ہے، جب آگ شعلے مارتی ہے، تو (اس آگ میں موجود) لوگ اچھلتے ہیں، قریب ہے کہ باہر نکل آئیں، جب آگ کی شعلے مانند پڑتے ہیں، تو لوگ دوبارہ اس گڑھے میں چلے جاتے ہیں، اس میں برہنہ مرد اور عورتیں ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو ان دونوں بندوں نے کہا: آگے چلیئے، ہم چل دیے اور خونی نہر کے پاس پہنچے، نہر کے درمیان میں ایک شخص کھڑا ہے اور کنارے پر دوسرا آدمی کھڑا ہے، جس کے سامنے پتھر پڑا ہے، نہر میں موجود شخص آتا ہے اور نہر سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے، تو

(کنارے پر کھڑا) شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے اور اسے واپس بھیج دیتا ہے، وہ جب بھی باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے، کنارے پر کھڑا شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے، تو وہ واپس اسی جگہ چلا جاتا ہے، جہاں پر پہلے ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو دونوں آدمیوں نے کہا: آپ آگے چلئے، ہم چل دیے اور ایک سرسبز وشاداب باغ میں پہنچ گئے، جس میں بہت بڑا درخت ہے، اس کی جڑ کے پاس ایک بوڑھا آدمی اور کچھ بچے بیٹھے ہیں، وہیں درخت کے قریب ایک شخص کھڑا ہے، جس کے ہاتھ میں آگ ہے، وہ اسے بھڑکا رہا ہے۔ وہ دونوں شخص مجھے لے کر درخت پر چڑھ گئے، وہاں انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا، اتنا حسین گھر میں نے کبھی نہ دیکھا تھا، اس گھر میں بوڑھے، جوان مرد، عورتیں اور بچے تھے۔ پھر ان دونوں آدمیوں نے مجھے اس گھر سے نکالا اور درخت میں مزید اوپر لے کر چڑھے، پھر ایک گھر میں داخل کیا، جو پہلے سے زیادہ حسین اور افضل تھا، اس میں کچھ بزرگ اور نوجوان تھے۔ میں نے پوچھا: آپ دونوں نے مجھے پوری رات گھمایا ہے، اب جو میں نے دیکھا ہے، اس کی حقیقت سے بھی باخبر کر دیں۔ تو دونوں کہنے لگے: جی ہاں۔ جس شخص کو آپ نے دیکھا ہے کہ اس کی جبڑے چیرے جا رہے تھے، یہ نہایت جھوٹا شخص ہے، جو جھوٹی بات کرتا تھا اور اس سے جھوٹی بات (افواہ) نقل ہو کر چہار سو پھیل جاتی تھی، لہٰذا اس کے ساتھ یہ سلوک قیامت تک ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا، یہ وہ شخص ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا علم دیا، وہ رات بھر بھی اس سے سویا رہا اور دن میں بھی

اس پر عمل پیرا نہ ہوا، اس لیے اس کے ساتھ قیامت تک یہ سلوک کیا جائے گا۔ جنہیں آپ نے گڑھے میں دیکھا ہے، وہ زانی (مرد اور عورتیں) ہیں، اسی طرح جسے آپ نے (خونی) نہر میں دیکھا، وہ سود خور ہے۔ بڑے درخت کی جڑ میں موجود بزرگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ علیہ السلام کے اردگرد بچے لوگوں کی اولادیں ہیں۔ جو شخص پاس میں آگ سلگا رہا تھا، وہ جہنم کا خازن ''مالک'' ہے، پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے، وہ عام مؤمنوں کا گھر ہے اور یہ والا گھر شہدا کا گھر ہے۔ میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ اب آپ اپنا سر مبارک اوپر اٹھایے، میں نے سر اٹھایا، تو میرے اوپر بادل نما کوئی شے تھی۔ کہنے لگے: یہ آپ کا گھر ہے، میں نے کہا: مجھے چھوڑ دیں، میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں، کہنے لگے: ابھی آپ کی عمر باقی ہے، جسے آپ نے ابھی مکمل نہیں کیا، اگر آپ اپنی (زندگی کی) عمر مکمل کر چکے ہوتے، تو اپنے گھر میں داخل ہو سکتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1386)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا وَالشِّرْكُ نَحْوُ ذٰلِكَ .

''سود کے تہتر (۷۳) دروازے ہیں، شرک کا بھی یہی معاملہ ہے۔''

(السّنّة للمروزي : 201، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

یہ روایت مرفوع بھی مروی ہے، مگر ضعیف ہے۔ اس میں ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْمَتْنُ مُنْكَرٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا وَهْمًا وَكَأَنَّهُ دَخَلَ لِبَعْضِ رُوَاةِ الْإِسْنَادِ فِي إِسْنَادِهِ.

''اس (مرفوع) سند کے ساتھ یہ متن منکر ہے، میں اسے وہم ہی خیال کرتا ہوں، لگتا ہے کہ سند کے کسی راوی پر وہم طاری ہوا ہے۔''

(شُعب الإیمان، تحت الرقم: 5131)

اس کی دیگر اسانید بھی ضعیف ہیں۔

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرِّبَا سَبْعُونَ بَابًا أَهْوَنُهَا عِنْدَ اللّٰهِ كَالَّذِي يَنْكِحُ أُمَّهٗ.

''سود کے (گناہ کے) ستر حصے ہیں، اللہ کے نزدیک ان میں سب سے ہلکا گناہ اس شخص کے (گناہ کے) برابر ہے، جو اپنی ماں سے نکاح کرے۔''

(التّاریخ الکبیر للبخاري: 95/5، المُنتقٰی لابن الجارود: 647، الکامل لابن عدي: 275/5، الموضوعات لابن الجوزي: 244/5-245)

سند ضعیف ہے۔ عکرمہ بن عمار کی روایت یحییٰ بن أبی کثیر سے مضطرب ہوتی ہے۔

❁ یہی روایت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے بھی آتی ہے۔

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 158/3، الرقم: 7151)

سند ضعیف ہے۔

① عمر بن راشد ضعیف ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ .

”جمہور ائمہ حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(مجمع الزّوائد : 4/117)

② یحییٰ بن ابی کثیر کا عنعنہ ہے۔

③ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُرْسَلٌ لَّمْ يُدْرِكْ يَحْيٰى وَلَا إِسْحَاقُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ .

”یہ روایت مرسل ہے، یحییٰ بن ابی کثیر اور اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا۔“

(المَراسيل لابن أبی حاتم، ص 245، الرقم : 916)

❁ یہی روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(اللّآلي المَصنوعة للسّيوطي : 2/127)

سند سخت ضعیف ہے۔ طلحہ بن زید رقی متروک ہے، نیز اس تک سند بھی ثابت نہیں۔

اس روایت کے تمام شواہد ضعیف ہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا جنت میں شراب کی نہریں ہوں گی؟

جواب: جنت میں شراب کی نہریں ہوں گی، یہ شراب دیکھنے، پینے، سونگھنے ہر اعتبار سے اعلیٰ ہو گی، دنیا کی شراب کی طرح نہیں، جو بد بودار، بد ذائقہ اور عقل وشعور کو زائل کرنے والی ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ دنیا اور آخرت کی شراب کا نام ایک ہے، باقی ہر اعتبار سے مختلف ہوں گی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَّلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ هُمْ﴾ (محمّد : ۱۵)

”متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں، جن میں کبھی بد بو پیدا نہ ہو گی، دودھ کی نہریں ہیں، جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا، شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کو لذت دیں گی اور

خالص شہد کی نہریں ہیں۔ جنت میں متقیوں کے لیے ہر قسم کے پھل ہیں اور رب کی طرف سے مغفرت ہے۔کیا یہ لوگ ان کی طرح ہو سکتے ہیں، جو ہمیشہ سے ہمیشہ جہنم میں جلیں گے، انہیں گرم پانی پلایا جائے گا، جو ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔''

سوال: میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو افشا کرنا کیسا ہے؟

جواب: میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کو افشا کرنا ناجائز وحرام ہے۔ یہ عمل کسی معاشرے کی تباہی و بربادی کے لیے کافی ہے۔ یہ بری خصلت عام ہے،لوگ پرواہ نہیں کرتے، دیدہ دلیری سے وہ باتیں جنہیں ظاہر کرنا جائز نہیں،انہیں ظاہر کرتے ہیں، بلکہ کئی بد بخت ایسے بھی ہیں، جو اپنے بیڈروم کی ویڈیوز جاری کر دیتے ہیں۔

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں، ان میں سے جو بھی راز فاش کرتا ہے، وہ دوسرے کا لباس اُتار رہا ہوتا ہے، یہ بہت بڑی خیانت اور اخلاقی برائی ہے، جسے بہت سے لوگ گناہ نہیں سمجھتے۔

کتنے ہی گھرانے اس قبیح فعل کی نظر ہو گئے، بیوی انسان کی عزت ہوتی ہے، اپنی ہی عزت کو اچھالنا بیوقوفی اور ناسمجھی ہے۔ظاہر ہے کہ بیوی کسی کی بیٹی، کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کی بہو، کسی کی خالہ اور کسی کی پھوپھی ہے۔اگر اس کا راز فاش کیا جائے،تو یہ سبکی سب رشتہ داروں کو اٹھانا پڑتی ہے۔کسی انسان کے دیوث ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خلوت کے معاملات اپنے دوستوں پر ظاہر کرے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي

إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا .

''روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے برا آدمی وہ ہوگا، جو اپنی بیوی سے ازدواج قائم کرے، پھر بیوی کا راز فاش کر دے۔''

(صحیح مسلم : 1437)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا .

''روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا خائن وہ ہوگا، جو اپنی بیوی سے ازدواج قائم کرے، پھر بیوی کا راز فاش کر دے۔''

(صحیح مسلم : 1437)

❁ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ قُعُودٌ عِنْدَهُ فَقَالَ : لَعَلَّ رَجُلًا يَقُولُ : مَا يَفْعَلُ بِأَهْلِهِ، وَلَعَلَّ امْرَأَةً تُخْبِرُ بِمَا فَعَلَتْ مَعَ زَوْجِهَا فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، فَقُلْتُ : إِي وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهُنَّ لَيَقُلْنَ وَإِنَّهُمْ لَيَفْعَلُونَ قَالَ : فَلَا تَفْعَلُوا فَإِنَّمَا مِثْلُ ذٰلِكَ الشَّيْطَانُ لَقِيَ شَيْطَانَةً فِي طَرِيقٍ فَغَشِيَهَا وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ .

''ایک دفعہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، چند مرد اور خواتین

بھی آپ ﷺ کے پاس تھے، فرمایا: ہوسکتا ہے کہ مرد اپنی بیوی سے تعلقات کی باتیں افشا کرنے لگے اور ہوسکتا ہے کہ عورت بھی اپنے شوہر سے تعلقات کی باتیں ذکر کرنے لگے۔ لوگ خاموش رہے، تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم، ایسا تو یہ عورتیں اور مرد (ابھی سے) کرتے ہیں۔ فرمایا: ایسا ہرگز مت کیجئے، اس کی مثال اس شیطان کی ہے، جو راستے میں مؤنث شیطان سے ملتا ہے اور لوگوں کے سامنے ہی اس کے ساتھ جماع کرنا شروع کر دیتا ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 456/6، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ .

''جب کوئی شخص بات کہے، پھر ادھر ادھر دیکھے، تو وہ بات امانت ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 402/8، سنن أبي داود : 4868، سنن التّرمذي : 1959، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صالح'' کہا ہے۔

(الضّعفاء الكبير :246/1)

سوال: درج ذیل دَم کی کیا حقیقت ہے؟

❁ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنَّ لِي أَخًا وَبِهٖ وَجَعٌ قَالَ : وَمَا وَجَعُهٗ؟ قَالَ : بِهٖ

لَمَمٌ، قَالَ : فَأْتِنِي بِهِ فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَوَّذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَأَرْبَعِ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَهَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ : ﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾(البقرة : ١٦٣) وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ، وَثَلَاثِ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَآيَةٍ مِّنْ آلِ عِمْرَانَ : ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾(آل عمران : ١٨)، وَآيَةٍ مِّنَ الْأَعْرَافِ : ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾، وَآخِرِ سُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ : ﴿فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ (المؤمنون : ١١٦)، وَآيَةٍ مِّنْ سُورَةِ الْجِنِّ : ﴿وَأَنَّهٗ تَعٰالٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾(الجنّ : ٣)، وَعَشْرِ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الصَّافَّاتِ، وَثَلَاثِ آيَاتٍ مِّنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ، وَ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ، فَقَامَ الرَّجُلُ كَأَنَّهٗ لَمْ يَشْتَكِ قَطُّ .

''میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا، ایک دیہاتی آیا، عرض کیا: اللہ کے نبی! میرے ایک بھائی کو عارضہ لاحق ہے، فرمایا: کیا عارضہ ہے؟ عرض کیا: اسے جنون (پاگل پن) ہے، فرمایا: اسے میرے پاس لے آئیں۔ تو اس نے اپنے بھائی کو نبی کریم ﷺ کے سامنے بٹھا دیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس پر مندرجہ ذیل چیزوں کا دَم کیا۔ ① سورت فاتحہ، ② سورت بقرہ کی پہلی چار آیات ③ آیت کریمہ: ﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾(البقرة : ١٦٣) ''تمہارا معبود ایک ہی ہے۔'' ④ آیت الکرسی ⑤ سورت بقرہ کی آخری تین آیات ⑥ سورت آل

عمران کی یہ آیت کریمہ: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ (آل عمران : ۱۸) ''اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔'' ⑦ سورت اعراف کی آیت کریمہ: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہ اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا۔'' ⑧ سورت مؤمنون کے آخر سے آیت کریمہ: ﴿فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ (المؤمنون : ۱۱٦) ''اللہ بلند و بالا ہے، جو بادشاہت والا ہے اور حق ہے۔'' ⑨ سورت جن کی آیت کریمہ: ﴿وَأَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾ (الجنّ : ۳) ''بلاشبہ ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے۔'' ⑩ سورت صافات کی پہلی دس آیات ⑪ سورت کی آخری تین آیات ⑫ سورت اخلاص، سورت فلق اور سورت ناس۔

تو وہ شخص (صحت یاب ہو کر) ایسے کھڑا ہو گیا، جیسے اسے کبھی جنون لاحق ہی نہیں ہوا تھا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 128/5، المُستدرك للحاكم : 413/4)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عمر بن علی مقدمی مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ابو جناب یحییٰ بن ابی حیہ کلبی ضعیف و مدلس ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(تخريج أحاديث الإحياء : 3708)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِ .

”اکثر محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔“

(الكلام على أحاديث مُختصر ابن الحاجِب، ص 89)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ النَّاسِ عَلٰى تَضْعِيفِ الْكَلْبِيِّ .

”اکثر محدثین کلبی کو ضعیف کہتے ہیں۔“

(نَصب الرّاية : 23/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”منکر“ کہا ہے۔

(تلخيص المُستدرك : 413/4)

❀ یہ روایت سیدنا ابولیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابن ماجه : 3549)

سند ضعیف ہے۔ ابو جناب کلبی ضعیف و مدلس ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ سیدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

مَا كَانَ أَحَدٌ يَّشْتَكِي إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا فِي رَأْسِهٖ إِلَّا قَالَ : احْتَجِمْ، وَلَا وَجَعًا فِي رِجْلَيْهِ، إِلَّا

قَالَ : اخْضِبْهُمَا .

’’رسول اللہ ﷺ کے پاس جب بھی کوئی شخص سر درد کی شکایت کرتا، تو آپ ﷺ اسے حجامہ لگوانے کا حکم فرماتے اور جب کوئی شخص پاؤں میں درد کی شکایت کرتا، تو اسے پاؤں پر مہندی لگانے کا حکم فرماتے۔‘‘

(سنن أبي داود : 3858، المُستدرك للحاكم : 4/206)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبید اللہ بن علی بن ابی رافع کا اپنی دادی سیدہ سلمی رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب مولوی اصغر حسین صاحب سے واقعہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صاحب تشریف لائے اور ایک دوسرے شخص کو بھی ساتھ لائے اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین! اس شخص نے خواب میں میری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے۔ جس کا یہ اقرار کرتا ہے۔ اس کے اوپر حد جاری فرمائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا کہ خواب کے زنا پر کہیں حد کا حکم دیا جا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت! اس نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ اس سے میری سخت توہین ہوئی ہے، اس کو ضرور سزا ملنی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا، اس کو دھوپ میں کھڑا کر دو اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کے سایہ پر سو دُرے لگا دیوے، کیونکہ خود اس شخص نے تو زنا کیا نہیں ہے۔ اس کے وجود ظلی نے اس کا ارتکاب کیا ہے، چنانچہ اس کے سایہ کو جو اس کا وجود ظلی

ہے، درے لگا دیے گئے۔ پھر (مولوی اصغر صاحب نے) فرمایا کہ سبحان اللہ! خلفائے اسلام بڑے زیرک اور عاقل ہوئے ہیں۔''

(حسن العزیز، ص 130، ملفوظ نمبر 106)

جواب: بے سند واقعہ ہے، کتب حدیث میں اس کی سند نہیں ملی۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ خَلِيلٍ مَاكِرٍ عَيْنُهُ تَرَانِي وَقَلْبُهُ يَرْعَانِي إِنْ رَأَى حَسَنَةً دَفَنَهَا وَإِنْ رَأَى سَيِّئَةً أَذَاعَهَا .

''اللہ! میں فریبی دوست سے تیری پناہ میں آتا ہوں، جس کی آنکھ مجھے دیکھتی ہے اور دل میری نگرانی کر رہا ہوتا ہے، جب وہ کوئی اچھائی دیکھتا ہے، تو اسے دل میں ہی دفن کر لیتا ہے اور جب کوئی برائی دیکھتا ہے، تو اسے افشا کر دیتا ہے۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 206/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔

② ابو خالد احمر کا عنعنہ ہے۔

حسن بن سہل ابو علی جعفی حسن الحدیث ہے۔

تنبیہ:

یہ روایت سعید مقبری سے مرسل بھی مروی ہے۔

(الزّہد لہناد : 645/2)

سوال: روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ مَالًا قَطُّ إِلَّا أَهْلَكَتْهُ .

''جس مال میں زکوٰۃ ملی رہ جاتی ہے (اسے نکالا نہیں جاتا،) تو وہ سارے مال کو تباہ کر دیتی ہے۔''

(مُسند الحُمَيْدي : 239)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن عثمان بن صفوان جمحی ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

سوال: قضائے عمری کے بارے میں ایک حکایت ملاحظہ ہو؛

❁ قاری محمد طیب دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''(حاجی امداد اللہ مکی صاحب نے کہا:) بھئی! تمہاری عمر کیا ہے......؟

خان صاحب نے کہا کہ سولھواں سال شروع ہے، پندرہ پورے ہو چکے ہیں۔

......فرمایا: چودہ برس کے بعد آدمی شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اور نماز اس پر فرض ہو جاتی ہے۔...... برس دن کی نماز تو پڑھی نہیں ہو گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ: حضرت! نہیں، میں نے تو نہیں پڑھی۔......فرمایا: یہ قضاءِ عمری ہے، اسے بھی قضاء کر لو۔

اب دل میں لگن تو لگ چکی تھی......سرکاری ملازم تھے۔ انہوں نے ایک ہفتے کی رخصت لی اور ساری نمازیں برس دن کی انہوں نے قضاء کیں اور ادا نمازوں سے سلسلہ مل گیا......۔''

(خطبات حکیم الاسلام: 344/5)

کیا عمر بھر کی نمازوں کو اکھٹے ادا کیا جا سکتا ہے؟

(جواب): قضائے عمری کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ یہ بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص زندگی بھر نمازوں کا تارک بنا رہا، بعد میں تائب ہو گیا، تو اب اس پر نمازوں کی قضا نہیں، صرف توبہ ہے، آئندہ کی نمازوں پر پابندی کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمر بلوغ پندرہ سال ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ أَظَلَّ رَأْسَ غَازٍ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِجِهَادِهِ فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِهِ، وَمَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يُذْكَرُ فِيهِ اسْمُ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ .

”جس نے کسی مجاہد کو سایہ کیا، اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت سایہ عطا کرے گا، جس نے کسی مجاہد کو جہاد کے لیے سامان مہیا کیا، تو اسے بھی مجاہد کے برابر اجر ملے گا، جس نے ایسی مسجد تعمیر کی، جس میں اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کر دیتا ہے۔“

(صحیح ابن حبان : 4628)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن سراقہ کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَتُهٗ عَنْ جَدِّهٖ عُمَرَ مُرْسَلَةٌ .

”اس کی اپنے دادا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل (منقطع) ہے۔“

(تاریخ الإسلام : 276/3)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ مُرْسَلٌ .

”یہ سند مرسل (منقطع) ہے۔“

(مِصباح الزُّجاجة :93/1)

سوال: مصیبت کے وقت خود کو بددعا دینا کیسا ہے؟

جواب: مصیبت اور پریشانی پر صبر کیا جاتا ہے، واویلا اور لعن طعن ممنوع ہے۔اسی طرح اپنے آپ کو بددعا دینا، یا اپنی اولاد پر کسی قسم کی بددعا کرنا بھی منع ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ قبولیت کا وقت ہو اور وہ بددعا لگ جائے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ، فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ .

”اپنے بارے میں بددعا مت کریں، نہ اپنی اولاد اور اموال پر بددعا کریں، اللہ تعالیٰ کی اس گھڑی کے موافق مت ہو جائیں، جس میں ہر مانگ پوری ہوتی ہے، کہ تمہاری بددعا قبول کر لی جائے۔“

(صحيح مسلم : 3009)

سوال: آدم علیہ السلام اور حواء رحمہا اللہ جنت میں تھے اور شیطان جنت سے باہر تھا، پھر

شیطان نے انہیں شجرہ ممنوعہ کھانے کا کیسے کہا؟

(جواب): شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور حواء رحمہا اللہ کو وسوسہ ڈالا تھا۔ وسوسہ ڈالنے کے لیے جنت میں داخل ہونا ضروری نہیں، واللہ اعلم!

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَاآدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلٰى﴾(طٰهٰ : ۱۲۰)

”شیطان نے اس (آدم علیہ السلام) کو وسوسہ میں مبتلا کیا، کہا اے آدم! کیا میں آپ کو شجرۂ خلد اور نہ فنا ہونے والی بادشاہت پر راہنمائی نہ کروں؟“

(سوال): کیا ابن جریج کی عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت صحیح ہوتی ہے؟

(جواب): ابن جریج مدلس ہیں، ان کی وہی روایت قبول ہوگی، جس میں وہ سماع کی صراحت کریں، لیکن اگر وہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کریں، تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے، خواہ سماع کی صراحت کریں یا نہ کریں۔

❁ امام فلاس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ يَحْيٰى يَقُولُ : أَحَادِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ كُلُّهَا صِحَاحٌ، وَجَعَلَ يُحَدِّثُنِي بِهَا، فَيَقُولُ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، فَقَالَ فِي وَاحِدٍ مِّنْهَا : عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، فَقُلْتُ : قُلْ فِيهِ : حَدَّثَنِي، فَقَالَ : كُلُّهَا صِحَاحٌ .

”میں نے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ابن جریج کی

ابن ابی ملیکہ سے ساری کی ساری روایات صحیح ہیں۔ پھر امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ مجھے وہ احادیث بیان کرنے لگے۔ حدثنا ابن جریج قال حدثنا ابن ابی ملیکۃ ۔ پھر ایک حدیث میں عن ابن ابی ملیکۃ کا لفظ بولا، تو میں نے عرض کیا: اس میں بھی سماع کی صراحت کیجئے، فرمایا: یہ سب روایات صحیح ہیں۔''

(عِلَل الحديث للفلاس، ص 111، الرقم : 18، تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ص 241)

سوال: کیا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک صرف قرآن وحی ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک صرف قرآن وحی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حدیث کو بھی وحی سمجھتے تھے۔

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ، فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (القيامة : ١٧_١٩)

''یقیناً ہم پر اسے جمع کرنا اور پڑھنا ہے، تو جب ہم پڑھیں، تو آپ اس پڑھے ہوئے کا اتباع کیجئے، پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

یہ آیت حدیث کے وحی ہونے پر واضح دلیل ہے، حدیث قرآن کا بیان ہے، جس کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ذریعہ پورا ہو۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلٰى لِسَانِكَ .

''ہم اس کا بیان آپ کی زبانی کریں گے۔''

(صحيح البخاري : 4928، صحيح مسلم : 448)

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَا وَحْيَ إِلَّا الْقُرْآنُ.

''وحی صرف قرآن ہے۔''

(تاريخ ابن أبي خيثمة : 220-221، شرح مُشكل الآثار للطّحاوي : 466/14)

سند ضعیف ہے۔سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔ان کی متابعت شریک بن عبداللہ قاضی نے کی ہے، قاضی شریک سیء الحفظ اور مدلس ہے۔

سوال: ملکہ سبأ کا تخت کیسے لایا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ الَّذِي عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي﴾

(النّمل : ٤٠)

''جس کے پاس کتاب کا علم تھا، وہ کہنے لگا کہ میں یہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ پھر جب انہوں (سلیمان علیہ السلام) نے تخت اپنے پاس دیکھا، تو کہنے لگے، یہ میرے رب کا فضل ہے۔''

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا یہ صحابی صاحب کرامت تھا، اس کے پاس کتاب کا علم تھا، وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے سلیمان علیہ السلام کے سامنے تخت لے آیا، یہ سب کرامۃً ہوا۔ دراصل یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ہی معجزہ ہے، جو آپ علیہ السلام کے صحابی کے ہاتھوں کرامۃً ظاہر ہوا، واللہ اعلم!

سوال: ناپ تول میں کمی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): ناپ تول میں کمی کرنا اخلاقی، شرعی اور قانونی جرم ہے۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں اس کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ سابقہ قوموں کی بری خصلت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾(بني إسرائيل : ٣٥)

”جب ماپ کرو، تو پورا ماپ کرو اور درست ترازو کے ساتھ وزن کرو، یہ بہتر ہے اور انجام کار کے لحاظ سے اچھا ہے۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۞ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۞ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾(الشُّعراء : ١٨١۔١٨٣)

”ماپ پورا کرو، کمی کرنے والوں میں سے مت بنو۔ درست ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ لوگوں کی اشیا میں کمی مت کرو اور زمین میں فسادی بن کر مت پھرو۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۞ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۞ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾(المطففين : ١۔٣)

”ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے، جو لوگوں سے ماپ لیں، تو پورا لیتے ہیں اور جب خود انہیں ماپ یا وزن کر کے دیں، تو کمی کرتے ہیں۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ كَانُوا مِنْ أَخْبَثِ النَّاسِ كَيْلًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ : ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾ (المطففین : ١) فَأَحْسَنُوا الْكَيْلَ بَعْدَ ذٰلِكَ .

”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے برے تھے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی نازل کر دی: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾ (المطففین : ١) ”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ اس کے بعد اہل مدینہ سدھر گئے۔“

(سنن ابن ماجه : 2223، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٤٩١٩) نے ”صحیح“ امام حاکم رحمہ اللہ (٢٢٤٠) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(الدّر المنثور : 441/8)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(مِصباح الزّجاجة : 23/3)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ .

”جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی، انہیں قحط سالی، حالات کی شدت و تلخی اور

ظالم حکمران کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

(المُستدرك للحاكم : 540/4، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا جِئْتَ أَرْضًا يُوفُونَ الْمِكْيَالَ، وَالْمِيزَانَ فَأَطِلِ الْمُقَامَ بِهَا، وَإِذَا جِئْتَ أَرْضًا يُنَقِّصُونَ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، فَأَقْلِلِ الْمُقَامَ بِهَا .

”جب آپ ایسے علاقے میں جائیں، جہاں کے باشندے ناپ تول پورا کرتے ہیں، تو وہاں قیام لمبا کر دیں اور جب ایسے علاقے میں جانا ہو، جہاں لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، تو (حتی الوسع) وہاں کم سے کم قیام کریں۔“

(موطأ الإمام مالك : 685/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَوْصَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُصْبِحَ يَوْمَ صَوْمِي دَهِينًا مُتَرَجِّلًا، وَلَا تُصْبِحْ يَوْمَ صَوْمِكَ عَبُوسًا، وَأَجِبْ دَعْوَةَ مَنْ دَعَاكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَا لَمْ يُظْهِرُوا الْمَعَازِفَ، فَإِذَا أَظْهَرُوا الْمَعَازِفَ فَلَا تُجِبْهُمْ، وَصَلِّ عَلٰى مَنْ مَاتَ مِنْ قِبْلَتِنَا، وَإِنْ قُتِلَ مَصْلُوبًا أَوْ مَرْجُومًا، فَلَأَنْ تَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ

قُرَابِ الْأَرْضِ ذُنُوبًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تَبُتَّ الشَّهَادَةَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ میں روزہ رکھوں، تو میں نے صبح کے وقت تیل لگایا ہوا ہو اور کنگھی کی ہوئی ہو۔ (مجھے مزید نصیحتیں یہ کیں کہ) اُداسی کی حالت میں صبح مت کریں، جو بھی مسلمان آپ کو دعوت دے، تو اس کے دعوت کو قبول کریں، جب تک کہ وہ (دعوت میں) آلات موسیقی کا استعمال نہ کریں۔ اگر وہ (دعوت میں) آلات موسیقی کا استعمال کریں، تو ان کی دعوت قبول مت کریں۔ اہل قبلہ پر نماز جنازہ پڑھیں، اگر چہ اسے سولی دی گئی ہو یا رجم کیا گیا ہو، کیونکہ اگر آپ اللہ کے پاس زمین بھرنے کے برابر گناہ لے کر آئیں، تو یہ آپ کے لیے اس سے بہتر ہے کہ آپ اہل قبلہ میں سے کسی کے حق میں گواہی دینے سے منع کر دیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 84/10)

جواب: سند باطل ہے۔

① یمان بن سعید مصیصی ضعیف ہے۔ (لسان الميزان : 412/7)

② میسرہ بن عبدربہ متروک و کذاب ہے۔

③ ولید بن عبد الواحد تمیمی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۹/۲۲۴'' میں ذکر کیا ہے۔

④ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

⑤ مغیرہ بن مقسم کا عنعنہ ہے۔

سوال: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی مفتر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشقی ''بڑا بد بخت'' قرار دیا ہے۔

❁ ابو سنان یزید بن امیہ دؤلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک بیماری سے صحت یاب ہوئے، تو ہم نے عرض کیا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَصَحَّكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ كُنَّا خِفْنَا عَلَيْكَ فِي مَرَضِكَ هٰذَا، فَقَالَ: لٰكِنِّي لَمْ أَخَفْ عَلٰى نَفْسِي، حَدَّثَنِي الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ، قَالَ: لَا تَمُوتُ حَتّٰى يُضْرَبَ هٰذَا مِنْكَ يَعْنِي رَأْسَهٗ وَتُخْضَبَ هٰذِهِ دَمًا يَعْنِي لِحْيَتَهٗ، وَيَقْتُلُكَ أَشْقَاهَا كَمَا عَقَرَ نَاقَةَ اللّٰهِ أَشْقٰى بَنِي فُلَانٍ، خَصَّهٗ إِلٰى فَخِذِهِ الدُّنْيَا دُونَ ثَمُودَ .

''امیر المومنین! اللہ رب العزت کا شکر ہے، جس نے آپ کو صحت دی، ہمیں تو آپ کی اس بیماری پر ڈر تھا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کوئی ڈر نہ تھا کہ صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: آپ کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی، جب تک کہ آپ کا سر زخمی نہ ہو، داڑھی خون آلود نہ ہو جائے اور ایک بڑا بد بخت آپ کو شہید نہ کر دے۔ جس طرح کہ بد بخت قوم ثمود نے اللہ رب العزت کی اونٹنی کو مارا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بد بخت کو ثمود سے نیچے کسی قریبی قبیلہ کی طرف منسوب کیا۔''

(مُسند عبد بن حُمید: 92، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ (۱۱۳/۳) نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۱۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شریعت قرض کے بارے میں کیا راہنمائی کرتی ہے؟

جواب: قرض امداد باہمی کا ایک مشروع طریقہ ہے، بشرطیکہ اس میں سود نہ ہو۔ اس کے باوجود قرض کے ساتھ کئی ایک پریشانیاں جڑی ہوئی ہیں، انسان قرض کی وجہ سے غلط بیانی سے کام لیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، جھوٹی قسمیں اٹھاتا ہے، قرض خواہ کے سامنے اپنے آپ پر ہلاکت و بربادی کی دعائیں کرتا ہے، ہر وقت پریشان اور پریشمان رہتا ہے، مقروض ہر لمحہ ندامت کا سامنا کرتا ہے۔ ایسے قرض سے نبی کریم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے۔ کئی مقروض اُدھار نہ چکا کر مال غصب کر لیتے ہیں، کئی سرے سے ہی مکر جاتے ہیں، کئی ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کا قرض نسلوں تک چلتا ہے، طاقت ہونے کے باوجود ادا نہیں کرتے، یوں انسان معاشرے کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے، کتنے ایسے ہیں، جو مقروض ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ تو مقروض کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھاتے تھے۔

ہمارے ہاں یہ بات رواج پا گئی ہے کہ لوگ بے دریغ قرض لیتے ہیں، کئی ادارے اور بینک قرض کی آفر کرتے ہیں اور سود وصول کرتے ہیں، ایسے لوگ لعنت کے مستحق ہیں۔

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الْجَسَدَ، وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ؛

الْغُلُولِ وَالدَّيْنِ ...... وَالْكِبْرِ .

''جس کی روح جسم سے اس حال میں جدا ہوئی کہ وہ تین چیزوں سے بری تھا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا: ① غلول (مالی کرپشن)، ② قرض ③ تکبر۔''

(مسند الإمام أحمد : 281/5، وسندہٗ صحیحٌ)

حاصل کلام یہ ہے کہ انتہائی مجبوری اور ضروری حاجت کی صورت میں قرض لیا جا سکتا ہے، مگر اس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے، رب تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ قرض کا تعلق حقوق العباد سے ہے، لہٰذا اس کی سنگینی کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ .

''قرض کے سوا شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔''

(صحیح مسلم : 1886)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، قَالَ : ائْتِنِي بِشُهَدَآءَ أُشْهِدُهُمْ، قَالَ : كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا، قَالَ : ائْتِنِي بِكَفِيلٍ، قَالَ : كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيلًا، قَالَ : صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا، يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا

أَلْفَ دِينَارٍ، وَصَحِيفَةً مَّعَهَا إِلٰى صَاحِبِهَا، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتٰى بِهَا الْبَحْرَ، ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ أَنِّي اسْتَسْلَفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ، فَسَأَلَنِي كَفِيلًا، فَقُلْتُ : كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيلًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِي شَهِيدًا، فَقُلْتُ : كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَإِنِّي قَدْ جَهِدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ بِالَّذِي أَعْطَانِي، فَلَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا، وَإِنِّي اسْتَوْدَعْتُكَهَا، فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَهُوَ فِي ذٰلِكَ يَطْلُبُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلٰى بَلَدِهٖ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهٗ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا يَجِيئُهٗ بِمَالِهٖ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهٖ حَطَبًا، فَلَمَّا كَسَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ، وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ تَسَلَّفَ مِنْهُ، فَأَتَاهُ بِأَلْفِ دِينَارٍ، وَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ : هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ : أَلَمْ أُخْبِرْكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ هٰذَا الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ : فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَدّٰى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ بِهِ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِأَلْفِكَ رَاشِدًا .

''بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، تو اس

نے کہا: گواہ لائیے، جنہیں میں قرض پر گواہ بنا لو، تو اس نے کہا: اللہ ہی ہمارا گواہ ہے، اس نے کہا: کوئی کفیل لائیے، اس نے کہا: اللہ ہی ہمارا کفیل ہے، اس نے کہا: ٹھیک ہے، پھر اس نے ایک مقررہ مدت تک ایک ہزار دینار بطور قرض دے دیے۔ تو قرض دار سمندری سفر پر روانہ ہوا، اپنا ضروری کام نمٹایا۔ پھر کشتی تلاش کی، تاکہ طے شدہ مقرر دن تک قرض دہندہ کے پاس (قرض واپس کرنے کے لیے) پہنچ جائے، مگر اسے کوئی کشتی نہ ملی۔ بالآخر اس نے ایک لکڑی لی، اس میں سوراخ کیا اور اس میں ایک ہزار دینار رکھے، ساتھ قرض دہندہ کے نام ایک خط بھی رکھ دیا۔ پھر اس سوراخ کو بند کر دیا، قرض دار شخص وہ لکڑی لے کر سمندر کنارے آیا، دعا کی: ''اللہ! جو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، اس نے مجھے کفیل پیش کرنے کا کہا، تو میں نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے، وہ تیرے نام پر مان گیا۔ اب میں نے پوری کوشش کی ہے کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے، تاکہ میں اس شخص کو وہ رقم لوٹا آؤں، مگر مجھے کوئی کشتی نہیں مل رہی، اب میں اس لکڑی کو تیرے سپرد کرتا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی، پھر واپس ہولیا، ابھی بھی وہ کشتی کی تلاش میں تھا، جو قرض دہندہ کے علاقہ تک لے جائے۔ دوسری طرف جس شخص نے قرض دیا تھا، وہ گھر سے نکلا، (سمندر کنارے آ کر) دیکھنے لگا کہ شاید کسی کشتی میں اس کا (قرض والا) مال آ رہا ہو، تو اچانک اسے وہی لکڑی دکھائی دی، جس میں مال تھا۔ اس نے وہ لکڑی گھر کے ایندھن کے لیے پکڑ لی۔ پھر جب (گھر آ کر) اسے توڑا، تو اس میں مال تھا اور ساتھ میں ایک خط۔

بعد میں وہ شخص بھی آ گیا، جس نے اس سے قرض لیا تھا، وہ ایک ہزار دینار لے کر آیا، عرض کیا: اللہ کی قسم! میں لگاتار کشتی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا، تاکہ میں آپ کے پاس آپ کا مال لوٹانے آؤں، مگر میں اس وقت سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی، اب ملی ہے، تو آ گیا ہوں۔ قرض دہندہ کہنے لگا: کیا آپ نے کوئی شے میری طرف بھیجی تھی؟ اس نے کہا: میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اب سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہیں ملی۔ قرض دہندہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے وہ مال (مجھ تک) پہنچا دیا ہے، جو آپ نے لکڑی میں رکھ کر بھیجا تھا، لہٰذا اب یہ ہزار دینار خوشی خوشی واپس لے جائیے۔‘‘

(صحيح البخاري :2291، معلقًا، مسند الإمام أحمد : 8587، وسندهٌ صحيحٌ)

سوال: کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: جو شخص صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور اس کے تقاضے پورے کرے، اسی پر اس کی موت ہو، تو وہ ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوگا۔ اس کے لیے مختلف فضائل بیان ہوئے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَّا يَسْأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ، أَوْ نَفْسِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اللہ کے رسول! روز قیامت آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار کون خوش نصیب ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس حدیث کے متعلق سب سے پہلے آپ ہی سوال کریں گے، کیونکہ میں آپ کی حصول حدیث پر حرص جانتا ہوں۔ روز قیامت میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار وہ خوش نصیب ہوگا، جس نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہوگا۔''

(صحيح البخاري: 99)

سوال: حسین بن منصور حلاج نے ''انا الحق'' نعرہ لگایا تھا، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قاری محمد طیب دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''منصور پر حال غالب ہوا اور غلبۂ حال میں کہا کہ ''انا الحق'' میں حق ہوں۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر رہے تھے۔ انا الحق کا یہ مطلب ہے کہ حق ہی حق موجود ہے۔ میں اپنے اندر دیکھتا ہوں، حق ہی کا جلوہ پاتا ہوں۔ خود میری ذات کوئی چیز نہیں، جگہ جگہ حق ہی نظر آتا ہے۔ تو انا الحق کے معنی یہ لیے کہ حق کا اتنا غلبہ ہو گیا کہ اپنی ہستی گم ہو گئی۔''

(خطبات حکیم الاسلام: 403/4)

''حال'' گمراہ صوفیا کی اصطلاح ہے، صلحائے اُمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت ایسے ''حال'' سے ناواقف تھے، ان پر کبھی یہ کیفیت طاری نہیں ہوئی، معلوم ہوا کہ یہ شیطانی اور فرعونی عمل ہے۔ فرعون نے بھی کہا تھا: ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ (النّازعات: ٢٤)

فرعون کے قول اور حلاج کے قول میں کوئی فرق نہیں، بلکہ حلاج کا قول شدید ہے، بلکہ اس قول کا معنی فرعون کے اس قول کے مشابہ ہے:

﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرِي﴾(القصص : ٣٨)

''میں نہیں جانتا کہ میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی الٰہ ہے۔''

اگر کوئی بد باطن یہ کہنا شروع کر دے کہ فرعون کی بھی یہی مراد تھی، جو حلاج کی تھی، تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

دوسرا یہ کہ ''انا الحق'' کی تعبیر علمائے اُمت نے جو سمجھی، وہ یہ ہے کہ ''میں حق تعالیٰ ہوں۔'' اس وجہ سے حلاج کو بالاتفاق کافر و مرتد قرار دیا گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

تیسری یہ کہ ان کے نزدیک جس پر بھی حال طاری ہو، وہ ''انا الحق'' کی صدائیں بلند کر سکتا ہے۔ حلاج نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میری اس سے کیا مراد ہے؟ متبادر الذہن معنی یہی ہے کہ میں حق تعالیٰ ہوں۔

❀ علامہ بقاعی رحمہ اللہ (۸۸۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ زَمَانِ الْحَلَّاجِ الَّذِي هُوَ رَأْسُ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْاِتِّحَادِيَّةِ بَعْدَ فِرْعَونَ، وَهُمْ أَتْبَاعُ طَرِيقَتِهٖ عَلٰى قَتْلِهٖ عَلَى الزَّنْدَقَةِ .

''فرعون کے بعد وحدۃ الوجود کے قائل گروہ کا سرغنہ حلاج ہے، یہ لوگ حلاج کے لیے پیروکار ہیں، حلاج کے زندیق ہونے کی وجہ سے اسے قتل کرنے پر اس کے زمانے کے اہل علم کا اجماع ہو چکا ہے۔''

(تَنبيه الغَبيّ : 267/2)

❀ ابو حامد علامہ غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الشَّطْحُ، فَنَعْنِي بِهٖ صِنْفَيْنِ مِنَ الْكَلَامِ أَحْدَثَهٗ بَعْضُ الصُّوفِيَّةِ، أَحَدُهُمَا الدَّعَاوِي الطَّوِيلَةُ الْعَرِيضَةُ فِي الْعِشْقِ مَعَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَالْوِصَالِ الْمُغْنِي عَنِ الْأَعْمَالِ الظَّاهِرَةِ حَتّٰى يَنْتَهِي قَوْمٌ إِلٰى دَعْوَى الْإِتِّحَادِ وَارْتِفَاعِ الْحِجَابِ وَالْمُشَاهَدَةِ بِالرُّؤْيَةِ وَالْمُشَافَهَةِ بِالْخِطَابِ، فَيَقُولُونَ : قِيلَ لَنَا كَذَا وَقُلْنَا كَذَا، وَيَتَشَبَّهُونَ فِيهِ بِالْحُسَيْنِ بْنِ مَنْصُورٍ الْحَلَّاجِ الَّذِي صُلِبَ لِأَجْلِ إِطْلَاقِهٖ كَلِمَاتٍ مِّنْ هٰذَا الْجِنْسِ، وَيَسْتَشْهِدُونَ بِقَوْلِهٖ : أَنَا الْحَقُّ، وَبِمَا حُكِيَ عَنْ أَبِي يَزِيدَ الْبَسْطَامِيِّ أَنَّهٗ قَالَ : سُبْحَانِي، سُبْحَانِي، وَهٰذَا فَنٌّ مِّنَ الْكَلَامِ عَظِيمٌ ضَرَرُهٗ فِي الْعَوَّامِّ حَتّٰى تَرَكَ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْفَلَاحَةِ فَلَاحَتَهُمْ وَأَظْهَرُوا مِثْلَ هٰذِهِ الدَّعَاوِي، فَإِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ يَسْتَلَذُّهُ الطَّبْعُ إِذْ فِيهِ الْبَطَالَةُ مِنَ الْأَعْمَالِ مَعَ تَزْكِيَةِ النَّفْسِ بِدَرْكِ الْمُقَامَاتِ وَالْأَحْوَالِ، فَلَا تَعْجِزُ الْأَغْنِيَاءُ عَنْ دَعْوٰى ذٰلِكَ لِأَنْفُسِهِمْ وَلَا عَنْ تَلَقُّفِ كَلِمَاتٍ مُخْبَطَةٍ مُزَخْرَفَةٍ، وَمَهْمَا أُنْكِرَ عَلَيْهِمْ ذٰلِكَ لَمْ يَعْجِزُوا عَنْ أَنْ يَّقُولُوا هٰذَا إِنْكَارٌ مَصْدِرُهُ الْعِلْمُ وَالْجِدَالُ، وَالْعِلْمُ حِجَابٌ، وَّالْجَدَلُ عَمَلُ النَّفْسِ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَلُوحُ إِلَّا مِنَ الْبَاطِنِ بِمُكَاشَفَةِ نُورِ الْحَقِّ، فَهٰذَا وَمِثْلُهٗ مِمَّا قَدِ اسْتَطَارَ فِي الْبِلَادِ شَرَرُهٗ وَعَظُمَ فِي الْعَوَّامِّ ضَرَرُهٗ، حَتّٰى مَنْ نَطَقَ

بِشَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَتْلُهُ أَفْضَلُ فِي دِينِ اللّٰهِ مِنْ إِحْيَاءِ عَشْرَةٍ .

''شطح سے مراد ہم دو طرح کا علمِ کلام لیتے ہیں، جسے بعض صوفیا نے گھڑا ہے۔ ان میں سے ایک تو اللہ کے ساتھ عشق اور ایسے وصال کا بلند بانگ دعویٰ ہے، جو ظاہری اعمال (نماز، روزہ وغیرہ) سے مستغنی کر دیتا ہے، حتی کہ کئی لوگ اتحاد (وحدت الوجود)، (خالق ومخلوق کے درمیان) پردے اٹھ جانے، اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور بلا واسطہ کلام کے دعوؤں تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یوں کہا گیا اور ہم نے یوں کہا۔ اس بارے میں وہ حسین بن منصور حلاج سے مشابہت کرتے ہیں، جسے اس جیسی باتیں کرنے کی وجہ سے سولی پر لٹکا دیا گیا تھا اور وہ دلیل میں اسی منصور کا أَنَا الْحَقُّ ''میں ہی اللہ ہوں۔'' والا قول پیش کرتے ہیں، اسی طرح ابو یزید بسطامی کا وہ قول بھی اپنی دلیل بناتے ہیں کہ اس نے کہا: سُبْحَانِي سُبْحَانِي ''میں پاک ہوں، میں پاک ہوں۔'' علمِ کلام کی یہ قسم لوگوں میں بہت نقصان دہ ثابت ہوئی ہے، یہاں تک کہ فلاح کی راہ پر چلنے والے لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے اپنی راہِ فلاح چھوڑ دی اور اس طرح کے دعاوی شروع کر دیئے، وجہ یہ ہے کہ علمِ کلام کی اس قسم کو طبیعت بہت پسند کرتی ہے، کیونکہ اس میں اعمال کو چھوڑنے کے باوجود مقامات واحوال کے ساتھ تزکیہ نفس (کا دعویٰ) موجود ہے۔ ان بد دماغ لوگوں کو اپنے لیے اس طرح کے دعاوی کرنے سے اور بے وقوفی پر مبنی چکنے چپڑے کلمات کہنے سے آپ نہیں روک سکتے۔ جب بھی ان پر اس بات کا اعتراض کیا گیا، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اس انکار کا مبدا علم وجدال ہے، علم پردہ ہے اور جدال عمل نفس ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے نور

کے مکاشفہ کے ذریعے باطن سے نکلتی ہیں۔ یہ اور اس طرح کی دیگر خرافات کا شر علاقوں میں پھیل گیا ہے اور عوام میں ان کا نقصان بہت بڑھ گیا ہے، یہاں تک کہ جو اس طرح کی بکواس کرے، اسے قتل کرنا دین اسلام میں دس افراد کی جان بچانے سے بہتر ہے۔“

(إحياء عُلوم الدّين :36/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ هُنَا نَشَأَ خَيَالُ مَنِ ادَّعَى الْحُلُولَ وَالِاتِّحَادَ وَقَالَ : أَنَا الْحَقُّ، وَحَوْلَهٗ يُدَنْدِنُ كَلَامُ النَّصَارٰى فِي دَعْوَى اتِّحَادِ اللَّاهُوتِ وَالنَّاسُوتِ أَوْ تَدَرُّعِهَا بِهَا أَوْ حُلُولِهَا فِيهَا عَلٰى مَا اخْتَلَفَ فِيهِمْ عِبَارَتُهُمْ، وَهُوَ غَلَطٌ مَّحْضٌ .

”یہاں سے اس شخص کا خیال جنم لیتا ہے، جو حلول واتحاد کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ لاہوت کے ناسوت میں متحد ہو جانے یا اس میں چھپ جانے یا اس میں حلول کر جانے کے بارے میں نصاریٰ کی کلام بھی اسی کے لگ بھگ ہے، اگرچہ اس بارے میں ان کی عبارات مختلف ہیں۔ یہ عقیدہ سراسر غلط ہے۔“

(إحياء علوم الدّين : 292/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

تَدبَّرْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، نِحْلَةَ الْحَلَّاجِ الَّذِي هُوَ مِنْ رُؤُوسِ الْقَرَامِطَةِ، وَدُعَاةِ الزَّنْدَقَةِ، وَأَنْصِفْ، وَتَوَرَّعْ، وَاتَّقِ ذٰلِكَ، وَحَاسِبْ نَفْسَكَ،

فَإِنْ تَبَرْهَنَ لَكَ أَنَّ شَمَائِلَ هٰذَا الْمَرْءِ شَمَائِلُ عَدُوٍّ لِّلْإِسْلَامِ، مُحِبٍّ لِّلرِّئَاسَةِ، حَرِيصٍ عَلَى الظُّهُورِ بِبَاطِلٍ وَّبِحَقٍّ، فَتَبَرَّأْ مِنْ نَحْلَتِهٖ، وَإِنْ تَبَرْهَنَ لَكَ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ أَنَّهٗ كَانَ، وَالْحَالَةُ هٰذِهٖ ـ مُحِقًّا، هَادِيًا، مَّهْدِيًّا، فَجَدِّدْ إِسْلَامَكَ، وَاسْتَغِثْ بِرَبِّكَ أَنْ يُّوَفِّقَكَ لِلْحَقِّ، وَأَنْ يُّثَبِّتَ قَلْبَكَ عَلٰى دِينِهٖ، فَإِنَّمَا الْهُدٰى نُورٌ يَّقْذِفُهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِ عَبْدِهِ الْمُسْلِمِ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

”اللہ کے بندے! آپ حلاج کے مذہب پر غور کریں، جو کہ قرامطہ (غالی اور خطرناک قسم کے رافضی لوگوں) کا ایک سردار اور الحاد و بے دینی کا زبردست داعی تھا۔ آپ انصاف و غیر جانبداری سے کام لیں، اس سے بچ جائیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اگر واضح ہو جائے کہ اس شخص کے خصائل اسلام دشمن، حکومت پسند اور باطل وحق کے اختلاط کے ساتھ غلبہ حاصل کرنے کے خواہش مند شخص کے خصائل ہیں، تو فوراً اس کے مذہب سے دستبردار ہو جائیے! اور اللہ نہ کرے، اگر اس صورت حال کے باوجود آپ کو وہ حق بجانب، ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ نظر آئے، تو تجدید اسلام کیجیے اور اپنے ربّ سے مدد مانگیے کہ وہ آپ کو حق کی توفیق دے اور آپ کے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھے، کیونکہ ہدایت تو ایک نور ہے، جسے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندے کے دل میں جاگزیں کر دیتا ہے۔ گمراہی سے بچنے اور حق کو پانے کی قوت وطاقت صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔“

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء : 345/14)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ .

''لذتوں کو توڑ دینے والی شے (موت) کا کثرت سے ذکر کیا کریں۔''

(سنن النّسائي : 1824، سنن التّرمذي : 2307، سنن ابن ماجه : 4258)

جواب: روایت ضعیف ہے۔اس روایت کو موصول بیان کرنا خطا ہے،اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے،جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(مَسائل أبي داود : 1922)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

(العِلَل : 39/8)

تنبیہ:

اس حدیث کے دیگر شواہد میں بھی کلام ہے،واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ إِلٰى مَنْ يَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُكَ .

''اللہ! جو مجھے تیرا رسول مانتا ہے،اس کے لیے موت کو محبوب بنا دے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 297/3)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن اسماعیل بن عیاش کی توثیق نہیں۔

② ہاشم بن مرثد طبرانی متکلم فیہ ہے۔

③ شریح بن عبید کا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: بکثرت ذکر کرنے والوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے، سختی دور ہوتی ہے۔ قلق اور بے چینی کے سائے چھٹ جاتے ہیں، رحمتِ الٰہی سایہ فگن ہوتی ہے، انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور اسے قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾(العنكبوت : ٤٥)

''اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَاَجْرًا عَظِيمًا﴾(الأحزاب : ٣٥)

''اللہ تعالیٰ نے کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾(البقرة : ١٥٢)

''میرا ذکر کرتے رہو، میں تمہارا ذکر کرتا رہوں گا، میرا شکر بجا لاؤ، ناشکری مت کرو۔''

❁ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾(الحديد: ١٦)

”کیا مؤمنوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے جھک جائیں۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ، الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

(آل عمران: ١٩٠۔١٩١)

”زمین وآسمان اور دن رات کی تخلیق میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں، عقل والے اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔“

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهٗ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ.

”اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر سے غافل کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔“

(صحيح البخاري: 6407؛ صحيح مسلم: 779)

❁ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيَّانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: مَنْ خَيْرُ الرِّجَالِ يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ طَالَ عُمْرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ، وَقَالَ الْآخَرُ : إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيْنَا، فَبَابٌ نَتَمَسَّكُ بِهِ جَامِعٌ؟ قَالَ : لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ .

''دو دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک نے پوچھا: اے محمد! بہترین انسان کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہوں، دوسرے نے عرض کیا: اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں، کوئی جامع عمل بتا دیں، جسے ہم مضبوطی سے تھام لیں؟ فرمایا: ہر وقت زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/188؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَرْضَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَاَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَمِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا اَعْنَاقَهُمْ، وَيَضْرِبُوا اَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوا : وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ذِكْرُ اللّٰهِ .

''سنئے! کیا میں آپ کو بہترین عمل کے متعلق نہ بتاؤں، جو رب کریم کے ہاں انتہائی پسندیدہ اور بلندی درجات کے لئے موزوں ترین ہے، سونا اور چاندی صدقہ کرنے سے افضل ہے، قتال میں دشمن کو قتل کرنے اور شہید ہونے سے بہتر ہے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول وہ کون سا عمل ہے؟ فرمایا: اللہ کا ذکر۔''

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا : وَمَا الْمُفَرِّدُونَ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا، وَالذَّاكِرَاتُ .

”مفردون سبقت لے گئے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مفردون کون ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔“

(صحيح مسلم : 2676)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَّقْعَدًا لَّا يَذْكُرُونَ فِيهِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ، لِلثَّوَابِ .

”لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں، نہ درود پڑھیں تو یہ کوتاہی ان کے لیے روز قیامت باعث حسرت ہوگی۔ اگرچہ اعمال کی بنا پر جنت میں داخل بھی ہو جائیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 463/2، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 409، 410، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۹۱، ۵۹۲) نے اس حدیث کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب : 410/2)

❁ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ لَا تَزَالُ أَلْسِنَتُهُمْ رَطْبَةً مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَهُمْ يَضْحَكُونَ .

''بلاشبہ جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رہتی ہیں، وہ مسکراتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔''

(الزّهد لابن المُبارك : 1126، مصنّف ابن أبي شيبة : 29459، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا سَهَا وَغَفَلَ وَسْوَسَ، وَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ.

''شیطان انسان کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب انسان (اللہ کی یاد سے) غافل ہو جائے، تو اسے وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 196/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا عَمِلَ امْرُؤٌ بِعَمَلٍ أَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.

''ذکر الٰہی سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دہندہ کوئی عمل نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 195/5؛ سنن التّرمذي : 3377؛ سنن ابن ماجه : 3790، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے (496/1) ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد: 73/10) اور حافظ بوصیری رحمہ اللہ (اتحاف الخیرۃ المھرۃ: 372/6) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❁ سیدنا قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے معاویہ رحمہ اللہ سے فرمایا:

يَا بُنَيَّ إِذَا كُنْتَ فِي قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، فَبَدَتْ لَكَ حَاجَةٌ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ حِينَ تَقُومُ؛ فَإِنَّكَ لَا تَزَالُ لَهُمْ شَرِيكًا مَا دَامُوا جُلُوسًا .

''بیٹا! اگر آپ کسی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں، جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہے، پھر آپ کو کوئی حاجت درپیش ہو، تو آپ وہاں سے اٹھتے وقت انہیں سلام کہیں، اس طرح آپ تب تک ان کے ساتھ (ذکر کے ثواب میں) شریک رہیں گے، جب تک وہ مجلس میں بیٹھے رہیں گے۔''

(الزُّهد لأحمد بن حنبل : 829، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 34/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُرْكَبَ ثَلَاثَةٌ عَلٰى دَابَّةٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوپائے پر تین بندوں کے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 7512)

جواب: من گھڑت روایت ہے۔

① سلیمان بن داود شاذکونی کذاب ووضاع ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ يَكْذِبُ . ''یہ جھوٹ بولتا ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 115/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّابٌ، عَدُوُّ اللّٰهِ، كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ .

”یہ شخص جھوٹا، اللہ کا دشمن اور حدیثیں گھڑنے والا تھا۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 115/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ، مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، وَتُرِكَ حَدِيثُهٗ، وَلَمْ يُحَدِّثْ عَنْهُ .

”یہ فن حدیث میں کسی کام کا نہ تھا، متروک الحدیث تھا، اس کی حدیث کو ترک کر دیا گیا تھا، اس سے حدیث بیان ہی نہیں کی جاتی۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 115/4)

② ابواُمیہ اسماعیل بن یعلی ضعیف و متروک ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَنَدُهٗ ضَعِيفٌ .

”اس کی سند ضعیف ہے۔“

(فتح الباري : 395/10)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَمَسُّونَ فُرُوجَهُمْ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ، قَالَتْ عَائِشَةُ : بِأَبِي وَأُمِّي هٰذَا لِلرِّجَالِ أَفَرَأَيْتَ النِّسَاءَ؟ قَالَ :

إِذَا مَسَّتْ إِحْدَاكُنَّ فَرْجَهَا فَلْتَتَوَضَّأْ لِلصَّلَاةِ .

''ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی شرمگاہوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور پھر وضو کیے بغیر ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ حکم تو مردوں کے لیے ہے، بھلا عورتوں کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: آپ عورتوں میں سے بھی جب کوئی اپنی شرمگاہ کو چھوئے، تو نماز کے لیے وضو کرے۔''

(سنن الدّارقُطني : 535)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عمر عمری ضعیف و متروک اور منکر الحدیث ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

وَيْلٌ لِلْجَاهِلِ مَرَّةً، وَوَيْلٌ لِلْعَالِمِ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

''(بد عمل) جاہل کے لیے ایک ہلاکت ہے اور عالم (بے عمل) کے لیے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام از قاری محمد طیب: 373/5)

جواب: یہ بے سند اور بے اصل روایت ہے، حدیث کی کسی کتاب میں اس کا وجود نہیں ملا، کوئی بھی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں احتیاط چاہیے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ الْفِتْنَةَ لَتُعْرَضُ عَلَى الْقُلُوبِ فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُقِطَ عَلٰى قَلْبِهٖ نُقَطٌ سُودٌ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُقِطَ عَلَى قَلْبِهٖ نُقْطَةٌ بَيْضَاءُ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْلَمَ أَصَابَتْهُ الْفِتْنَةُ أَمْ لَا فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى حَرَامًا مَا كَانَ يَرَاهُ حَلَالًا أَوْ يَرٰى حَلَالًا مَا كَانَ يَرَاهُ حَرَامًا فَقَدْ أَصَابَتْهُ.

''فتنہ دلوں پر پیش ہوتا ہے، تو جس کا دل فتنے کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اور جس کا دل فتنہ کا انکار کر دیتا ہے، اس کے دل پر سفید نقطہ لگ جاتا ہے۔ آپ میں سے جو بھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ فتنے کا شکار ہے یا نہیں؟ تو وہ غور کرے کہ اگر وہ (بغیر دلیل) کسی شے کو پہلے حلال سمجھتا تھا، بعد میں حرام کہنے لگا یا پہلے حرام سمجھتا تھا، بعد میں حلال کہنے لگا، تو یقیناً وہ فتنے میں مبتلا ہے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 37343، المُستدرك للحاكم : 8443، حِلية الأولياء لأبي

نعیم :272/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔

سوال: رات کو نیند نہ آئے، کیا کرے؟

جواب: نیند نہ آئے، تو ذکر الٰہی میں مشغول ہو، تو شیطان اسے ذکر سے روکنے کے لیے سلا دے گا۔ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

النَّوْمُ عِنْدَ الذِّكْرِ مِنَ الشَّيْطَانِ، إِنْ شِئْتُمْ فَجَرِّبُوا، إِذَا أَخَذَ أَحَدُكُمْ مَضْجَعَهُ وَأَرَادَ أَنْ يَنَامَ فَلْيَذْكُرِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ .

''ذکر کے وقت نیند آنا شیطان کی طرف سے ہے، اگر چاہیں تو تجربہ کر لیں، آپ میں کوئی جب بستر پر لیٹے اور سونا چاہیے، تو اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل کا ذکر کرے (اسے نیند آ جائے گی)۔''

(الأدب المُفرد للبُخاري : 1208، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا یہود و نصاریٰ بھی جنت میں جائیں گے؟

جواب: یہود و نصاریٰ جنت میں نہیں جائیں گے، کیونکہ جنت میں جانے کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا شرط ہے۔ یہ لوگ نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے، البتہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے والے یہود و نصاریٰ جو اپنی کتابوں میں کما حقہ عمل پیرا تھے، اللہ تعالیٰ اور نبیوں پر ایمان لائے، تو وہ جنت میں جائیں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

الْخَاسِرِينَ﴾(آل عمران : ٨٥)

”جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا، اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ روز آخرت خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(البقرة : ٦٢)

”بے شک جو مومن ہوں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا صابی ہوں، جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا، صالح اعمال کیے، تو ان کے رب کے ہاں کا اجر ہے، ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نجات کے لیے ایمان شرط ہے، ایمان لانے سے پہلے اس کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب سے ہو۔ جو بھی ایمان لائے گا اور صالح اعمال کرے گا، وہ نجات پالے گا، جو ایسا نہیں، وہ جنت میں بھی نہیں جائے گا۔ اللہ اور روز آخرت پر ایمان میں رسولوں، کتابوں اور تقدیر پر ایمان لانا بھی داخل ہے۔

یہود و نصاریٰ اگر اسلام قبول کر لیں، تو ان کا ایمان قبول ہے، وہ ضرور بالضرور نجات پالیں گے، اگر اسلام نہ لائیں، تو جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

خَالِدِينَ فِيهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾(البيّنة : ٦)

''اہل کتاب میں سے کفر کرنے والے اور مشرک جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، یہ سب سے بری مخلوق ہیں۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی و نصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہے۔''

(صحيح مسلم : 153)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَيْ مَنْ هُوَ مَوْجُودٌ فِي زَمَنِي وَبَعْدِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَكُلُّهُمْ يَجِبُ عَلَيْهِمُ الدُّخُولُ فِي طَاعَتِهٖ، وَإِنَّمَا ذَكَرَ الْيَهُودِيَّ وَالنَّصْرَانِيَّ تَنْبِيهًا عَلٰى مَنْ سِوَاهُمَا، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَهُمْ كِتَابٌ، فَإِذَا كَانَ هٰذَا شَأْنُهُمْ مَّعَ أَنَّ لَهُمْ كِتَابًا؛ فَغَيْرُهُمْ مِّمَّنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ أَوْلٰى .

''فرمان رسول ﷺ: ''اس امت کا جو بھی فرد میرا پیغام سنے گا۔'' سے مراد یہ ہے کہ میری اطاعت قیامت تک کے لئے سب پر واجب ہے، وہ میرے زمانے کے لوگ ہوں یا میرے بعد آئیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہود و نصاری کا ذکر کیا، حالاں کہ یہود و نصاری کے پاس اپنی کتاب موجود ہے، دراصل آپ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر یہود و نصاری اہل کتاب ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں تو وہ لوگ جن کے پاس کتابیں نہیں ہیں، بالاولی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلّف ہوں گے۔''

(شرح مسلم: 2/188-189)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

نُكَفِّرُ مَنْ لَّمْ يُكَفِّرْ مَنْ دَانَ بِغَيْرِ مِلَّةِ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمِلَلِ أَوْ وَقَفَ فِيهِم أَوْ شَكَّ أَوْ صَحَّحَ مَذْهَبَهُمْ وَإِنْ أَظْهَرَ مَعَ ذٰلِكَ الْإِسْلَامَ وَاعْتَقَدَهٗ وَاعْتَقَدَ إِبْطَالَ كُلِّ مَذْهَبٍ سِوَاهُ فَهُوَ كَافِرٌ بِإِظْهَارِهٖ مَا أَظْهَرَ مِن خِلَافِ ذٰلِكَ .

''ہم ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں، جو ملت اسلامیہ کے علاوہ کسی اور ملت کو اختیار کرنے والے کو کافر نہ سمجھے، یا ان کے بارے میں توقف کرے، یا شک کا اظہار کرے یا ان کے مذہب کو صحیح کہے، اگر چہ وہ اسلام کا اظہار بھی کرتا ہو اور اسلام کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو اور اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کو باطل خیال کرتا ہو، وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اپنے ہی نظریہ کے خلاف بات کی ہے۔''

(الشِّفا: 2/286)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ أَنَّ مَنْ بَلَغَتْهُ رِسَالَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُؤْمِنْ بِهٖ فَهُوَ كَافِرٌ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ الْاعْتِذَارُ بِالْاجْتِهَادِ لِظُهُورِ أَدِلَّةِ الرِّسَالَةِ وَأَعْلَامِ النُّبُوَّةِ .

''قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت شدہ بات ہے کہ جس کو نبی کریم ﷺ کی رسالت کا علم ہوا اور وہ ایمان نہ لایا، تو وہ کافر ہے، اس سے اجتہاد کی صلاحیت نہ ہونے کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ رسالت کے دلائل اور نبوت کی نشانیاں بالکل واضح ہیں (اس میں اجتہاد کی ضرورت نہیں)۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 496/12)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى كُفَّارٌ كُفْرًا مَّعْلُومًا بِالْاضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

''یہود و نصاریٰ کافر ہیں، ان کا کافر ہونا دین اسلام کی بنیادی واساسی باتوں میں سے ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 201/35)

سوال: آندھی چلے، تو کون سی دعا پڑھی جائے؟

جواب: آدھی چلے، تو توبہ واستغفار کے ساتھ مندرجہ ذیل دعائیں پڑھی جائیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آندھی چلتی، تو نبی ﷺ یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ

بِهِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهِ .

”اللہ! میں اس کی، اس میں موجود چیزوں کی اور جس پر چل رہی اس کی خیر مانگتا ہوں، اس کے شر، اس میں موجود چیزوں کے شر اور جن پر چل رہی، ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔“

(صحيح مسلم : 899)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُفق آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھتے، تو کام چھوڑ دیتے، خواہ (نفلی) نماز ہی میں کیوں نہ ہوتے، پھر یہ دعا فرماتے:

اللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا .

”اللہ! اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

اگر بارش ہو جاتی، تو فرماتے:

اللّٰهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا .

”اللہ! خوب برسا برکت والی۔“

(مُسند الإمام أحمد : 41/6؛ سنن أبي داوٗد : 5099؛ سنن النّسائي : 1524؛ عَمَل اليوم واللّيلة للنّسائي : 914؛ سنن ابن ماجه : 3889؛ مسند اسحاق بن راهوية : 1581؛ عَمَل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 303، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابو عوانہ رحمہ اللہ (2529) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (994) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ایک مرتبہ تیز ہوا نے پودوں کے پتے سکھا دیئے، ایک صحابی آندھی کو برا بھلا کہنے لگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے برا بھلا مت کہیں، وہ تو حکم کی پابند ہے، آپ یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي اَسْاَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیھَا، وَخَیْرَ مَا اُمِرَتْ بِہٖ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیھَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِہٖ .

''اللہ! میں اس کی، اس میں موجود چیزوں کی اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، اس کی خیر مانگتا ہوں، اس کے شر، اس میں موجود چیزوں کے شر اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے، اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

(مسند عبد بن حُمید : 167؛ عَمَل الیوم واللّیلة للنّسائي : 937؛ وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آندھی چلتی، تو نبی کریم ﷺ یہ دُعا پڑھتے:

أَللّٰھُمَّ لَقَحًا لَا عَقِیمًا .

''اللہ! اسے بافیض بنا، نہ کہ بے فیض۔''

(مسند أبي یعلٰی (کما فی المَطالب العالیة لابن حَجر : 3381)، المُعجَم الکبیر للطَّبَراني : 33/7؛ السّنن الکبریٰ للبیهقي : 364/3، عَمَل الیوم واللّیلة لابن السُّنّي : 300؛ وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (1008) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (285/4) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

کَانَ إِذَا اشْتَدَّتِ الرِّیحُ یَقُولُ : «اَللّٰھُمَّ لَاقِحًا، لَا عَقِیمًا» .

”جب آندھی چلتی، تو آپ رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے: «اَللّٰهُمَّ لَاقِحًا، لَا عَقِيمًا»
”اللہ! اسے فائدہ مند بنا، بے فیض نہ بنانا۔“

(الأدب المُفرد للبُخاري: 718، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کیا رسول وہ ہوتا ہے، جسے کتاب دی گئی ہے؟

جواب: ضروری نہیں کہ ہر رسول کو کتاب دی گئی ہو، نوح علیہ السلام رسول ہیں، آپ پر کوئی کتاب نہیں اتاری گئی۔ لہٰذا یہ قانون کہ رسول کو کتاب دی جاتی ہے، درست نہیں۔

❁ نوح علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ (الشّعراء: ١٠٧)

”میں تمہاری طرف رسولِ امین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ.

”لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، عرض کریں گے: نوح! آپ پہلے رسول ہیں، جنہیں زمین والوں کی طرف بھیجا گیا۔“

(صحيح البخاري: 3340، صحيح مسلم: 194)

نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، مگر آپ علیہ السلام پر کتاب نہیں اتاری گئی۔

سوال: نیا چاند دیکھ کر کیا دعا پڑھی جائے؟

جواب: ہلال دیکھنے کی کوئی دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، البتہ بعض آثار میں یہ دعائیں ثابت ہیں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ هِلَالَ كَذَا وَكَذَا، وَجَاءَ بِهِلَالِ كَذَا وَكَذَا».

''اللہ اکبر، تمام تعریفات اللہ کے لیے، جو فلاں مہینے کے چاند کو لے گیا اور فلاں مہینے کے چاند کو لے آیا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 29748، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اِنْصَرَفْتُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، فَقُلْنَا : هٰذَا الْهِلَالُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، فَلَمَّا أَبْصَرَهٗ، قَالَ : «آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ».

''میں سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے ساتھ نکلا، ہم نے عرض کیا: ابو محمد! یہ دیکھئے! چاند۔ جب آپ رحمہ اللہ نے چاند پر نگاہ ڈالی، تو فرمایا: «آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ» ''میں اس ذات پر ایمان لایا، جس نے تجھے تخلیق کیا، درست کیا، پھر برابر کیا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 29745، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: آلہ تسبیح کا استعمال کیسا ہے؟

جواب: آلہ تسبیح کا استعمال جائز ہے، تسبیح کی گنتی کو کسی بھی شے کی مدد سے شمار کیا جا سکتا ہے۔

❁ قاسم بن عبدالرحمٰن شامی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ نَوًى مِنْ نَوَى الْعَجْوَةِ حُسِبَتْ عَشْرًا أَوْ نَحْوَهَا فِي كِيسٍ وَكَانَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ أَقْعٰى عَلٰى فِرَاشِهٖ، فَأَخَذَ الْكِيسَ فَأَخْرَجَهُنَّ وَاحِدَةً وَاحِدَةً يُسَبِّحُ بِهِنَّ فَإِذَا نَفِدْنَ أَعَادَهُنَّ وَاحِدَةً وَاحِدَةً، كُلُّ ذٰلِكَ يُسَبِّحُ بِهِنَّ قَالَ : حَتّٰى تَأْتِيَهُ أُمُّ الدَّرْدَاءِ فَتَقُولَ : يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنَّ غَدَاءَكَ قَدْ حَضَرَ فَرُبَّمَا قَالَ : ارْفَعُوهُ فَإِنِّي صَائِمٌ.

''سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس کھجور کی گٹھلیاں تھیں، جن کی تعداد دس یا اس کے لگ بھگ تھی، جنہیں ایک تھیلی میں رکھا ہوا تھا، سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ جب نماز فجر ادا کرتے، تو اپنے بستر پر سُرین کے بَل بیٹھ جاتے، تھیلی پکڑتے اور اس میں سے ایک ایک گٹھلی نکالتے اور تسبیح پڑھتے، جب گٹھلیاں ختم ہو جاتیں، تو انہیں ایک ایک کر کے تھیلی میں ڈالنے لگتے، ہر گٹھلی کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے۔ یہاں تک اُم درداء رحمہا اللہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتیں اور عرض کرتیں: ابودرداء! آپ کا ناشتہ حاضر ہے۔ (کبھی آپ رضی اللہ عنہ ناشتہ فرما لیتے اور) کبھی فرماتے: ناشتہ اٹھالیں، میں روزے سے ہوں۔''

(الزّهد لأحمد بن حنبل : 758، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جو شخص رب تعالیٰ سے دعا مانگنے پر ہی اکتفا کرے اور اسباب اختیار نہ کرے، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دعا عبادت ہے، یہ بندگی اور عاجزی کی اعلیٰ صورت ہے، جو لوگ دعا نہیں کرتے، ان سے بڑھ ناکارہ کوئی نہیں، دعا ترک کرنا تکبر ہے۔

دعا کے ساتھ ساتھ اسباب بھی اختیار کرنے چاہیے، اگر کسی شخص کو رزق چاہیے، تو وہ اخلاص کے ساتھ رب تعالیٰ سے دعا کرے، پھر رزق کے تلاش میں نکلے۔ جو اولاد چاہتا ہے، تو وہ اخلاص کے ساتھ دعا کرے اور حصول اولاد کے فطری تقاضے پورے کرے، جسے کفار پر غلبہ چاہیے، تو رب تعالیٰ سے مدد مانگے اور میدان جنگ میں نکلے۔ بلاؤں اور مصائب سے بچاؤ کی دعا بھی کرے اور ان سے بچاؤ کے ظاہری اسباب بھی اختیار کرے۔

اسباب ترک کر کے صرف دعائیں ہی کرنا، یہ درست نہیں۔ گو کہ ہر شے رب تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہیے، چھوٹی سے چھوٹی بھی اور بڑی سے بڑی بھی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَبْخَلُ النَّاسِ الَّذِي يَبْخَلُ بِالسَّلَامِ، وَإِنَّ أَعْجَزَ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ بِالدُّعَاءِ.

''سب سے بڑا بخیل وہ ہے، جو سلام کہنے میں بخل کرے اور سب سے بڑا عاجز وہ ہے، جو دعا کرنے میں عاجز آ جائے۔''

(الأدب المُفرد للبخاري : 1042، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۹۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سَلُوا اللّٰهَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الشِّسْعَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ إِنْ لَمْ يُيَسِّرْهُ لَمْ يَتَيَسَّرْ.

''ہر شے اللہ تعالیٰ سے ہی مانگا کریں، حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ بھی، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اسے تسمہ دستیاب نہ کرنا چاہے، تو تسمہ بھی نہیں مل سکتا۔''

(الزّهد لأحمد بن حنبل : 1130، مُسند أبي يعلٰى : 4560، عَمل اليوم واللَّيلة لابن السّنّي : 355، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اُم درداء رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ أَتٰى بَابَ مُعَاوِيَةَ، فَاسْتَأْذَنَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ، فَرَجِعَ إِلٰى جُلَسَائِهٖ، ثُمَّ عَادَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ، فَقَالَ : مَنْ يَغْشَ سُدَّةَ السُّلْطَانِ يَقُمْ وَيَقْعُدْ، وَمَنْ يَجِدْ بَابًا مُغْلَقًا يَجِدْ إِلٰى جَانِبِهٖ بَابًا فَيْحًا رَحْبًا إِنْ دَعَا أُجِيبَ وَإِنْ سَأَلَ أُعْطِيَ .

”سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ (حاکم وقت) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گئے، آنے کی اجازت چاہی، تو اجازت نہ دی گئی، تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں کی طرف لوٹ آئے، پھر دروازے پر گئے، مگر اجازت نہ ملی، تو فرمایا: جو حکمران کے دروازے پر پردہ لگا دیکھے، تو وہ وہاں (انتظار میں) کھڑا رہے یا بیٹھ جائے، جو حکمران کا دروازہ بند دیکھے، تو وہ اپنے پہلو میں (رب تعالیٰ کا) کھلا اور کشادہ دروازہ دیکھے گا، کہ جہاں سے جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے اور جو مانگا جائے عطا کیا جاتا ہے۔“

(الزّهد لابن المبارك : 2/2، وسندهٗ صحيحٌ)

فوق الاسباب مدد کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی پکار جائز ہے، اللہ کے علاوہ کسی کی پکار جائز نہیں، خواہ وہ نبی ہو، یا ولی۔ فوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی پکار کرنا شرک ہے۔

فوق الاسباب اُمور میں انبیا، اولیا اور فرشتوں سے مدد مانگنا شرک ہے۔ تحت

الاسباب اُمور میں مدد زندوں سے مانگی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ اس پر قادر ہوں۔

سوال: نماز کے دوران کھنگار کی آواز نکل آئی، کیا حکم ہے؟

جواب: دوران نماز اگر کھانسی، کھنگار یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے آواز پیدا ہوئی، تو نماز درست ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ ذِكْرُ مُوسٰى، وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسٰى ...... أَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ہمیں نماز فجر پڑھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت مؤمنین کی قرأت شروع کی، جب موسیٰ علیہ السلام یا ہارون علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے (یہاں راوی کو شک ہے۔) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید کھانسی لگ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کر لیا۔“

(صحیح مسلم: 455)

جب کھانسی کی آواز سے نماز باطل نہیں ہوتی، تو کھنگار کی آواز سے بھی نہیں ہوتی، واللہ اعلم!

سوال: ایک شخص نے سونے کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھی، کیا حکم ہے؟

جواب: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، حرام ہے، البتہ اگر سونا پہن کر نماز پڑھی، تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: ایک شخص نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اور مکبر کے سلام پھیرنے

سے پہلے سلام پھیر دیا، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہے، مکبر بھی امام کے تابع ہے، اگر کسی نے امام کی اقتدا کرتے ہوئے مکبر سے پہلے تکبیر کہہ دی یا سلام پھیر دیا، تو اس کی نماز صحیح ہے۔

سوال: ایک شخص نماز میں دو تین مرتبہ بھول گیا، کیا وہ ہر بھول کے لیے الگ الگ سہو کے دو سجدے کرے گا؟

جواب: اگر ایک ہی نماز میں دو یا دو سے زائد مرتبہ بھول گیا، تو اسے دو سجدہ سہو ہی کافی ہیں۔

سوال: ایک مسجد کے ایک سے زیادہ امام ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، کوئی حرج نہیں۔

سوال: سونے یا چاندی کی چھری استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سونے یا چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے۔ سونے چاندی کی چھری جو کھانے پینے میں استعمال ہو، کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ؛ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتِ العَاطِسِ، وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَالْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَالْقَسِّيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع کیا ہے،

آپ ﷺ نے جنازے کے ساتھ شریک ہونے، مریض کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم اٹھانے والے کی قسم پوری کرنے، سلام کا جواب دینے اور چھینک مارنے والے کا جواب دینے کا حکم دیا اور چاندی کے برتنوں، سونے کی انگوٹھی، ریشم، باریک ریشم، قَسّی کپڑے اور موٹے ریشم سے منع کیا ہے۔"

(صحيح البخاري : 1239؛ صحيح مسلم : 2066)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ مُنْعَقِدٌ عَلٰى تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَإِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ .

"اس پر اجماع ہے کہ کھانے پینے اور طہارت کے لیے سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے۔"

(شرح النّووي : 29/14)

سوال: اگر امام نے نماز مغرب میں بھول کر سری قرأت کردی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام بھول کر نماز مغرب میں قرأت جہری نہ کر سکا، تو اس کی نماز صحیح ہے، البتہ سجدہ سہو کرلے۔

سوال: ایک شخص نے جمعہ کی نماز پڑھی، بعد میں اسے یاد آیا کہ وہ بے وضو تھا، اب کیا کرے؟

جواب: اس کا جمعہ نہیں ہوا، اب وہ وضو کر کے نماز ظہر پڑھے گا۔

❁ زبید بن صلت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَظَرْنَا، فَإِذَا هُوَ قَدِ احْتَلَمَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا أُرَانِي إِلَّا وَقَدِ احْتَلَمْتُ وَمَا شَعَرْتُ وَصَلَّيْتُ وَمَا اغْتَسَلْتُ، قَالَ : فَاغْتَسَلَ وَغَسَلَ مَا رَأَى فِي ثَوْبِهٖ، وَنَضَحَ مَا لَمْ يَرَ، وَأَذَّنَ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَمَا ارْتَفَعَ الضُّحٰى مُتَمَكِّنًا .

”میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کسی سفر پر) نکلا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی اور غسل نہیں کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں محتلم ہو چکا ہوں، میں نے آپ کو بغیر غسل کیے نماز پڑھا دی ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے غسل کیا، کپڑے میں جہاں پر نشان نظر آئے، اسے دھو لیا اور (جہاں شک تھا، مگر) کچھ نظر نہیں آیا، وہاں چھینٹے مار دیے، اذان اور اقامت کہی اور طلوع آفتاب کے بعد سواری سے اتر کر (دوبارہ) نماز ادا کی۔“

(موطأ الإمام مالك :49/1، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 2364، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ جس کی طہارت صحیح نہ ہو، اس کی نماز صحیح نہیں، اس پر نماز کا اعادہ ہے، اس معاملہ میں وضو اور غسل کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال: خطیب خطبہ جمعہ کے بعد اور نماز سے پہلے بے وضو ہو گیا، اب کیا کرے؟

جواب: خطیب کو چاہیے کہ وضو کر کے آئے اور نماز پڑھا دے یا کسی دوسرے شخص کو امامت کے لیے کھڑا کر دے اور وضو کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔

سوال: وتر کی ایک رکعت کی بجائے بھول کر دو رکعت پڑھ لی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

سوال: جس نے نفل نماز میں صرف سورت فاتحہ کی قرأت کی، کوئی دوسری سورت نہ پڑھی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں سورت فاتحہ ضروری ہے، اس کے بعد والی قرأت واجب نہیں، لہٰذا اس صورت میں نماز صحیح ہے۔

سوال: ایک شخص نماز ظہر پڑھ رہا ہے، اسی دوران اسے یاد آیا کہ میں تو ظہر پہلے ہی پڑھ چکا ہوں، اب کیا کرے؟

جواب: اسے چاہیے کہ وہ نماز جاری رکھے اور اسے نفل بنا لے۔

سوال: امام نے نماز مغرب کی تیسری رکعت میں بھول کر جہری سورت فاتحہ پڑھ دی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہے۔

سوال: نماز فجر پڑھنا بھول گیا، طلوع آفتاب کے وقت یاد آیا، اب کیا کرے؟

جواب: اسے جب یاد آیا، اسی وقت پڑھ لے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ : ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾(طٰه : ١٤)

”جو نماز پڑھنا بھول جائے، تو وہ یاد آنے پر پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾(طٰه : ١٤)”میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔“

(صحیح مسلم : 680)

سوال: ایک شخص نے ایک وضو سے چار نمازیں پڑھیں، بعد میں اسے یاد آیا کہ میں نے سر کا مسح نہیں کیا تھا، اب نمازوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو میں سر کا مسح کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وضو نہیں۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں دوبارہ وضو کر کے چاروں نمازیں لوٹائے گا۔

سوال: کیا مکبر بننے کے لیے امام سے اجازت لینا ضروری ہے؟

جواب: تکبیرات انتقال میں مکبر بننے کے لیے امام سے اجازت لینا ضروری نہیں، دوران نماز بھی مکبر بنا جا سکتا ہے، جب بھی ضرورت محسوس کرے، اونچی تکبیر کہی جا سکتی ہے، تاکہ پیچھے والے لوگ سن لیں۔

سوال: کیا ایک جماعت میں ایک سے زائد مکبر ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، حسب ضرورت ایک سے زائد مکبر ہو سکتے ہیں۔

سوال: امام نے ایک ہی رکعت میں بھول کر دو مرتبہ فاتحہ پڑھ دی، کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، نماز صحیح ہے۔

سوال: ایک شخص کو دوران نماز شک ہوا کہ اس کے کپڑے ناپاک ہیں، مگر اس نے نماز جاری رکھی، سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کپڑے ناپاک نہیں تھے، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز صحیح ہے۔

سوال: امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کو چلا گیا، مگر مقتدی سجدہ کو نہیں گئے، بلکہ بدستور کھڑے رہے، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: مقتدیوں کو چاہیے کہ سجدہ تلاوت میں امام کی اقتدا کریں، اگر وہ سجدہ کو نہ جائیں، تو گناہ گار ہوں گے، مگر نماز صحیح ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ .

”بلاشبہ امام اس لیے بنایا گیا ہے، تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔“

(صحيح البخاري : 378، صحيح مسلم :411)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ .

”امام اس لیے بنایا جاتا ہے، تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔“

(صحيح البخاري : 688، صحيح مسلم : 412)

سوال: ایک شخص نے اکیلے نماز ظہر ادا کی، بعد میں اسی نماز کی جماعت کرائی، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز ہے، اس نے جو نماز بعد میں پڑھائی، اسے بطور نفل پڑھے، متنفل کی اقتدا میں مفترض کی نماز صحیح ہے، اس پر کئی دلائل ہیں۔

سوال: اگر کوئی عامی مقتدی افعال وارکان میں ساتھ والے عالم نمازی کی نقل کرے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: کم سے کم جماعت کے کتنے حصہ میں شامل ہوں، تو جماعت کا ثواب مل جائے گا؟

جواب: اگر کوئی شخص امام کے سلام پھیرنے سے پہلے پہلے جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، تو وہ جماعت کی فضیلت سے محروم نہ ہوگا۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا روزانہ کنگھی کرنا جائز ہے؟

جواب: روزانہ کنگھی کی جا سکتی ہے۔ اس بارے میں ممانعت حرمت کے لیے نہیں، بلکہ کراہت تنزیہی کے لیے ہے۔ اگر روزانہ کنگھی نہ کی جائے، تو اچھا ہے، اگر کر لے، تو گناہ نہیں۔

❁ ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْتَشِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ.

''رسول اللہ ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(مسند أحمد : 369/5، سنن أبي داود : 22، سنن النّسائي : 238، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام :341)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(بلوغ المرام : 7)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ نَهْيُ تَنْزِيهٍ لَا تَحْرِيمٍ.

”یہ نہی تنزیہی ہے، نہ کہ تحریمی۔“

(مِرقاة الصّعود إلى سنن أبي داود للسّيوطي :56/1)

✿ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ نَهْيُ تَنْزِيهٍ .

”یہ نہی تنزیہی ہے۔“

(فتح الودود في شرح سنن أبي داود :36/1)

✿ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يَكْرَهُونَ التَّرَجُّلَ كُلَّ يَوْمٍ .

”لوگ (صحابہ وتابعین) روزانہ کنگھی کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :25561، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ جویریہ بن اسماء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ السَّرَّاجُ، عِنْدَ نَافِعٍ، قَالَ : كَانَ الْحَسَنُ يَكْرَهُ التَّرَجُّلَ كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ : فَغَضِبَ نَافِعٌ وَقَالَ : كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَدْهُنُ فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ .

”عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج رحمہ اللہ نے نافع رحمہ اللہ کے ہاں یہ بات کہی کہ حسن بصری رحمہ اللہ ہر روز کنگھی کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے، تو نافع رحمہ اللہ غصہ ہو گئے، فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو دن میں دو مرتبہ تیل لگاتے تھے۔“

(طَبَقات ابن سعد : 157/4، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن أبي داود : 4159، سنن النّسائي : 5055، سنن التّرمذي : 1756)

سند ضعیف ہے۔

① ہشام بن حسان کی روایت حسن بصری سے ضعیف ہوتی ہے۔

② حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے:

كَانَ يُسَرِّحُ لِحْيَتَهٗ فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں دو مرتبہ داڑھی کو کنگھی کرتے تھے۔''

(إحياء علوم الدين للغزالي :137/1)

روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا پگڑی پہن کر نماز پڑھنے سے ثواب زیادہ ملتا ہے؟

جواب: پگڑی باندھنا مستحب ہے، مگر ایسا کچھ ثابت نہیں کہ پگڑی پہن کر نماز پڑھنے سے ثواب میں بڑھوتری ہو جاتی ہے، اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں، ملاحظہ ہو:

❁ میمون بن مہران رحمہ اللہ سے مروی ہے:

دَخَلْتُ عَلٰى سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَحَدَّثَنِي وَحَدَّثْتُهٗ، حَتّٰى قَالَ لِي : يَا أَبَا أَيُّوبَ، أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا تُحِبُّهٗ وَتَرْوِيهِ عَنِّي؟ قُلْتُ

: نَعَمْ، قَالَ : دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي وَهُوَ يَعْتَمُّ فَقَالَ لِي : يَا بُنَيَّ تُحِبُّ الْعِمَامَةَ؟ قَالَ : قُلْتُ : يَا أَبَتِ وَمَالِيَ لَا أُحِبُّ مَا تُحِبُّ، قَالَ : يَا بُنَيَّ اعْتَمَّ تَجِلَّ وَتَكْرُمْ وَتَوَقَّرْ؛ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : صَلَاةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِينَ صَلَاةً، وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِينَ حَجَّةً، يَا بُنَيَّ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَشْهَدُونَ الْجُمُعَةَ مُعْتَمِّينَ وَيُصَلُّونَ عَلٰى أَهْلِ الْعَمَائِمِ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ .

’’میں سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس گیا، ہم دونوں ایک دوسرے کو حدیثیں بیان کرنے لگے، یہاں تک کہ سالم رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا: اے ابو ایوب! کیا میں آپ کو ایسی حدیث نہ بیان کروں، جو آپ کو بہت اچھی لگے گی اور آپ وہ حدیث مجھ سے روایت کر لیں گے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہا: میں اپنے والد گرامی (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے پاس گیا، آپ رضی اللہ عنہ عمامہ باندھ رہے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! کیا آپ عمامہ باندھنا پسند کرتے ہیں؟ عرض کیا: ابا جان! بھلا میں اس چیز سے محبت کیوں نہ کروں، جسے آپ پسند کرتے ہوں۔ فرمایا: بیٹا! عمامہ باندھا کریں، اس سے آپ صاحب شرف، معزز اور باوقار بن جائیں گے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: عمامہ باندھ کر پڑھی گئی ایک نماز کا ثواب (بغیر عمامہ) پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ باندھ کر ایک جمعہ پڑھنے کا ثواب ستر حج کے برابر ہے۔ بیٹا!

فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھ کر حاضر ہوتے ہیں اور غروب آفتاب تک عمامہ باندھنے والوں کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 395/5، تاریخ ابن عساکر : 354/37)

جھوٹی روایت ہے۔

① علی بن ابراہیم بن عبداللہ علان کی توثیق نہیں۔

② اسحاق بن یعقوب قطان کے حالات زندگی نہیں ملے۔

③ عباس بن کثیر رقی کی توثیق نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے۔

(لِسان المیزان : 244/3)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةٌ عَلٰى كُورِ الْعِمَامَةِ يَعْدِلُ ثَوَابُهَا غَدْوَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثواب صبح کے وقت اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) چلنے کے برابر ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 441/1)

سند جھوٹی ہے۔ ابراہیم بن عبداللہ بن ہمام کذاب ہے۔

❀ اس روایت کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 441/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 42/1)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ فِي الْعِمَامَةِ عَشْرَةُ آلَافِ حَسَنَةٍ .

”عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے پر دس ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔“

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 473/5)

من گھڑت روایت ہے۔

① احمد بن علی بن بندار کا ترجمہ نہیں ملا۔

② علی بن بندار کا تعین و توثیق نہیں۔

③ محمد بن اسحاق کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

④ عصام بن مثنی مجہول ہے۔

⑤ حمید کا تعین نہیں ہو سکا۔

⑥ ابان بن ابی عیاش ضعیف و متروک ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً بِغَيْرِ عِمَامَةٍ .

”عمامہ باندھ کر دو رکعت پڑھنا، بغیر عمامہ ستر رکعتوں سے بہتر ہے۔“

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 627/4)

من گھڑت روایت ہے۔

① ابو جعفر احمد بن صالح شمومی متروک و کذاب ہے۔

② جعفر بن احمد بن ابی شروب کی توثیق نہیں۔

③ محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔

④ ابو الزبیر مکی مدلس ہیں۔

❁ عبدالاعلیٰ بن عدی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَعَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ، فَعَمَّمَهُ وَأَرْخٰى عَذْبَةَ الْعِمَامَةِ مِنْ خَلْفِهٖ ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا فَاعتَمُّوا؛ فَإِنَّ الْعِمَامَةَ سِيْمَا الْمَلَائِكَةِ، وَهِيَ حَاجِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم والے دن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا، انہیں عمامہ باندھا اور اس کا شملہ پیچھے کی طرف ڈال دیا، پھر فرمایا: اس طرح عمامہ باندھا کریں، کیونکہ پگڑی باندھا فرشتوں کی نشانی ہے، یہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فرق کرتی ہے۔''

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 867/5)

سند ضعیف و مرسل ہے۔

① سفیان بن بشر کی توثیق نہیں۔

② اسماعیل بن عیاش مختلط و مدلس ہے۔ اہل کوفہ کی ان سے روایت ضعیف ہوتی ہے، سفیان بن بشر کوفی ہے۔

③ عبداللہ بن بسر سکسکی ضعیف ہے۔

④ عبدالرحمٰن بن عدی بہرانی مجہول الحال ہے۔

⑤ عبد الاعلی بن عدی تابعی ہیں، براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا سند مرسل ہے۔

پگڑی باندھنے کی فضیلت میں کوئی موقوف یا مرفوع روایت ثابت نہیں۔

سوال: اہل کتاب کو سلام کہنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اہل کتاب پر سلام میں پہل نہیں کرنی چاہیے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، ہاں اگر وہ سلام کہیں، تو جواب میں ''وعلیکم'' کہہ دیں گے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَبْدَؤُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ، فَاضْطَرُّوهُ إِلٰى أَضْيَقِهِ.

یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کریں، اگر راستے میں آپ کو مل جائیں، تو انہیں ایک طرف ہو کر چلنے پہ مجبور کر دیں۔''

(صحيح مسلم : 2167)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا : وَعَلَيْكُمْ.

اہل کتاب سلام کہیں، تو جواب میں وعلیکم کہیں۔''

(صحيح البخاري : 6258؛ صحيح مسلم : 2163)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ يَقُولُ أَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْ عَلَيْكَ.

یہود جب آپ کو سلام کہتے ہیں، تو «السَّامُ عَلَيْكُمْ» (تم پر موت واقع ہو) کے الفاظ سے کرتے ہیں، آپ انہیں صرف علیک کہا کریں۔''

(صحيح البخاري : 6257؛ صحيح مسلم : 2164)

لیکن جواب میں کہا گیا سلام، سلام تحیہ نہیں، بلکہ امان ہے، جو کافر کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔

❁ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ مَرَّ بِرَجُلٍ هَيْئَتُهُ هَيْئَةُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، فَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ عُقْبَةُ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ : أَتَدْرِي عَلٰى مَنْ رَدَدْتَ؟ فَقَالَ : أَلَيْسَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ؟ فَقَالُوا : لَا، وَلٰكِنَّهُ نَصْرَانِيٌّ، فَقَامَ عُقْبَةُ فَتَبِعَهُ حَتّٰى أَدْرَكَهُ فَقَالَ : إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَبَرَكَاتِهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، لٰكِنْ أَطَالَ اللّٰهُ حَيَاتَكَ وَأَكْثَرَ مَالَكَ .

''آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کا گزر ہوا، جس کی ظاہری ہیئت مسلمانوں والی تھی، اس شخص نے آپ کو سلام کہا، تو آپ نے اس کا جواب دیا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو آپ سے غلام نے کہا: جانتے ہیں کہ آپ نے کسے سلام کہا ہے؟ تو عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ مسلمان نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: جی نہیں، یہ عیسائی ہے۔ تو سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ اس عیسائی کے پیچھے گئے اور اس کے پاس پہنچ کر فرمایا: بلاشبہ اللہ کی رحمت اور برکات صرف مومنین کے لیے ہیں، لیکن اللہ تیری عمر دراز کرے اور تجھے مال کی کثرت عطا کرے۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 203/9، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہ ہر ایک کو سلام کہا کرتے تھے، (راوی کہتے ہیں کہ) مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے سلام کہنے میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے پہل کی ہو، ہاں ایک دفعہ ایک یہودی جو ستون کے پیچھے چھپا تھا، سامنے آیا اور اس نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو سلام کہا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تمہاری بربادی ہو، یہودی! ایسا کیوں کیا؟

کہنے لگا: میں نے دیکھا کہ آپ کثرت سے سلام کہتے ہیں، تو میں نے جان لیا کہ یہ کوئی فضیلت والا عمل ہے، تو میں نے چاہا کہ یہ عمل میں بھی اختیار کروں، سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری بربادی ہو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سلام کو ہماری امت کے لیے تحفہ اور اہل ذمہ کے لیے امان بنایا ہے۔"

(المعجم الكبير للطبراني : 109/8، ح : 7518، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں (شعب الایمان للبیہقی : ۸۳۷۸، وسندہ حسن) ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر مسلم و غیر مسلم کو سلام کہا کرتے تھے۔ جبکہ مندرجہ بالا اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے غیر مسلم کو سلام کہنے سے رجوع کر لیا تھا، یہی حدیث کے موافق ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر (شعب الایمان للبیہقی : ۸۵۱۸) ابراہیم نخعی کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَعَلَّهٗ لَمْ يَبْلُغْهُ مَا بَلَغَ غَيْرَهٗ مِنَ السُّنَّةِ، وَمُتَابَعَةُ السُّنَّةِ أَوْلٰى.

"ممکن ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو غیر مسلم کو سلام کہنے کی ممانعت کا علم نہ ہو سکا ہو۔ لہٰذا حدیث کا اتباع ہی اولیٰ ہے۔"

❁ محمد بن کعب کے قول (مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۵۷۵۰) کی سند ضعیف ہے، مسعودی مختلط ہے، یزید بن ہارون بعد از اختلاط روایت لی ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا ابو درداء اور سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم اہل شرک کو سلام کہا کرتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 25752)

سند ضعیف ہے:

۱۔ اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے روایت ضعیف ہوتی ہے، محمد بن عجلان مدنی ہیں، نیز اسماعیل بن عیاش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۲۔ محمد بن عجلان مدلس ہیں، ان کا ابو درداء وغیرہ سے سماع کا مسئلہ ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کے سلام کا جواب دینے کے قائل تھے۔

(الأدب المُفرد للبُخاري : 1107)

سند ضعیف ہے۔ سماک بن حرب کی عکرمہ سے روایت مضطرب ہوتی ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اہل کتاب کو خط میں ''سلام علیک'' لکھتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : 25748)

سند ضعیف ہے۔ اس میں ''رجل'' مبہم ہے، نیز سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔

❁ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قصہ (مستدرک حاکم: ۴۹۴۶) مجہول رواۃ پر مشتمل ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نصرانی نے سلام کہا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا، بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ یہ نصرانی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ اس نصرانی کے پاس گئے اور اسے فرمایا کہ میرا سلام واپس کر دے۔

(الأدب المُفرَد للبخاري : 1115)

سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(جامع معمر بن راشد : 19458)

سند ضعیف ہے۔

① قتادہ کا عنعنہ ہے۔

② معمر بن راشد کی اہل بصرہ سے روایت ضعیف ہوتی ہے، قتادہ بصری ہیں۔

③ عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(شُعب الإيمان للبيهقي : 8514)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمر عمری ضعیف ہے۔

❁ اس کی چوتھی سند بھی ہے۔

(شُعب الإيمان للبيهقي : 8515)

سند ضعیف ہے۔

① سلیمان تیمی کا عنعنہ ہے۔

② سلیمان کا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

④ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے قول کی سند پر آگاہی نہیں ہو سکی۔

فائدہ:

مشرکین، کفار اور مومنین ایک ساتھ بیٹھے ہوں، تو سلام کہہ سکتے ہیں۔

(صحيح البخاري : 6254، صحيح مسلم : 1798)

لیکن نیت مسلمانوں کو سلام کرنے کی ہوگی، کیونکہ کفار کو سلام کہنا جائز نہیں۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے مسلمانوں کی جماعت کو سلام کہا، جس میں عیسائی بھی موجود تھا، تو اس پر اعتراض ہوا، اس نے کہا: میں نے نیت میں صرف مسلمانوں کو مراد لیا ہے، نیز اسے کہا گیا کہ تجھے یہ الفاظ کہنے چاہیے تھے کہ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آیا اسے پہلے الفاظ (یعنی السلام علیکم) کہنا چاہیے تھا یا دوسرے الفاظ (یعنی السلام علی من اتبع الہدیٰ)؟ تو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''سلام کہنے میں صرف پہلے الفاظ ہی جائز ہیں، اسی طرح سلام کا جواب بھی انہی الفاظ میں دیا جائے گا، مسلمانوں کی جماعت میں عیسائی موجود ہو، تو مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کہا جا سکتا ہے۔ اب رہے السلام علی من اتبع الہدیٰ کے الفاظ، تو یہ صرف ان خطوط کے آغاز میں مشروع ہے، جو کفار کو لکھے جائیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے۔''

(الحاوي للفتاوي :297/1)

اگر کوئی کہے کہ کافر کو سلام میں پہل کیونکر درست ہے؟ تو اس کے جواب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُفَسِّرِينَ قَالُوا : لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْ هٰذَا التَّحِيَّةَ إِنَّمَا مَعْنَاهُ : سَلِمَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مَنْ أَسْلَمَ وَلِهٰذَا جَاءَ بَعْدَهٗ أَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى .

''مفسرین کرام نے کہا ہے کہ یہاں سلام سے مراد تحیۃ الاسلام نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے کہ اسلام قبول کرنے والا عذاب الٰہی سے سلامت رہے، اسی لیے تو اس (آیت) کے بعد (والی آیت میں) ہے کہ تکذیب اور روگردانی

کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔'' (فتح الباري :38/1)

بعض سلف کا کہنا ہے کہ کافر کو ''سلام علیک'' بھی کہہ سکتے ہیں، تو اس سلام سے مراد تحیۃ الاسلام نہیں ہے، بلکہ یہ کفار کے لیے (قبول اسلام کے ذریعہ) عذاب الٰہی سے حفاظت کی دعا ہے۔

فائدہ:

❁ ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ أَبُو مُوسٰى إِلٰى رُهْبَانٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي كِتَابِهٖ، فَقِيلَ لَهٗ: أَتُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ كَافِرٌ؟ قَالَ: إِنَّهٗ كَتَبَ إِلَيَّ فَسَلَّمَ عَلَيَّ، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ.

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی پادری کو خط لکھا، جس میں اسے سلام کہا، آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ ایک کافر کو سلام لکھ رہے ہیں؟ فرمایا: اس نے مجھے خط میں سلام کہا، تو میں نے اس کا جواب دیا ہے۔''

(الأدب المُفرد للبُخاري :1101، وسندهٗ حسنٌ)

کافر کو سلام میں ابتدا نہیں کی جائے گی، البتہ جواباً کہا جا سکتا ہے، واللہ اعلم!

فائدہ: اگر مسلمان کو خط لکھا جائے تو اس میں السلام علیکم ہی کہا جائے گا۔

❁ کاتب مغیرہ، وراد ثقفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ الْمُغِيرَةُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ!

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا: سلام علیک، اما بعد!''

(صحیح مسلم: 593)

الحاصل:

غیر مسلم کو تحیۃ الاسلام یعنی السلام علیکم نہیں کہہ سکتے، نہ پہل کرتے ہوئے اور نہ ہی اس کے سلام کے جواب میں۔ اگر وہ سلام کہے، تو جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہا جا سکتا ہے، کیونکہ کفار السام علیکم کہتے ہیں یا اسلو با السلام علیکم کہہ کر نیت میں ہلاکت کی دعا کرتے ہیں، لہٰذا ''وعلیکم'' کہہ کر ان پر وہی لوٹا دی جائے۔

راجح قول کے مطابق اہل ذمہ کو سلام میں پہل کرنا جائز نہیں، اگر ذمی کسی مسلمان کو سلام کرے، تو اس کے جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہا جائے، اس سے زیادہ نہیں۔

سوال: وحید الدین خان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گمراہ، بدعتی اور منحرف تھا، لہٰذا اس کے بیانات سننا اور کتابیں پڑھنا درست نہیں۔

سوال: کسی کی چھوٹی بچی کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

جواب: چھوٹی بچی کو بوسہ دیا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

يُقَبِّلُ زَيْنَبَ بِنْتَ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، وَهِيَ ابْنَةُ سَنَتَيْنِ أَوْ نَحْوَهُ.

''آپ رضی اللہ عنہ نے زینب بنت عمر بن ابی سلمہ کو بوسہ دیا، اس بچی کی عمر تقریباً دو سال تھی۔''

(الأدب المفرد للبخاري: 365، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جس نے جمعہ کا غسل کیے بغیر جمعہ پڑھا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا جمعہ بالکل صحیح ہے، جمعہ کا غسل مستحب ہے، واجب نہیں۔

سوال: پرندوں کو پنجرے میں بند کرنا کیسا ہے؟

جواب: پرندوں کو پنجرے میں بند کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے خوراک وغیرہ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔ پرندے قید کرنا تب ناجائز ہے، جب دیکھ بھال نہ کی جائے۔

❁ ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَأَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُونَ الطَّيْرَ فِي الْأَقْفَاصِ .

”مکہ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پرندے پنجروں میں رکھتے تھے۔“

(الأدب المُفرد للبخاري : 383، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اپنے مال و جان کے دفاع میں چور اور ڈاکو کو قتل کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کسی چور یا ڈاکو سے جان و مال کو خطرہ ہو اور اسے قتل کرنا ممکن ہو، تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اگر چور یا ڈاکو سے جان کا خطرہ نہیں، معمولی چوری یا ڈکیتی کا اندیشہ ہے، تو اس صورت میں اسے قتل نہیں کرنا چاہیے، البتہ ممکن ہو، تو مزاحمت کی جا سکتی ہے۔

❁ حجیر بن ربیع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ : أَرَأَيْتَ إِنْ دَخَلَ عَلَيَّ دَاخِلٌ يُرِيدُ نَفْسِي وَمَالِي، فَقَالَ : لَوْ دَخَلَ عَلَيَّ دَاخِلٌ يُرِيدُ نَفْسِي وَمَالِي لَرَأَيْتُ أَنْ قَدْ حَلَّ لِي قَتْلُهٗ .

”میں نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اگر کوئی شخص مجھے قتل کرنے

اور میرا مال لوٹنے کے ارادہ سے (میرے گھر) داخل ہو، تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اگر کوئی شخص مجھے قتل کرنے اور میرا مال لوٹنے کے ارادہ سے آئے، تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے اسے قتل کرنا جائز ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28042، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَصْلَتَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى لِصٍّ بِالسَّيْفِ، فَلَوْ تَرَكْنَاهُ لَقَتَلَهٗ .

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چور پر تلوار سونت لی، اگر ہم آپ رضی اللہ عنہ چھوڑ دیتے (اور نہ پکڑتے)، تو آپ رضی اللہ عنہ اسے قتل کر دیتے۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 28046، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ عَدَا عَلَيْهِ لِصٌّ يُرِيدُ رُوحَهٗ أَوْ زَوْجَتَهٗ أَوْ أَمَتَهٗ فَدَافَعَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَتَلَ اللِّصَّ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ .

''فقہا کا اتفاق ہے کہ جس پر کوئی چور یا ڈاکو حملہ آور ہو اور اس کی جان، بیوی یا لونڈی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو، تو وہ شخص چور یا ڈاکو سے مزاحمت کرے اور اسی بیچ چور کو قتل کر دے، تو قاتل پر کوئی سزا نہیں۔''

(مراتب الإجماع، ص 126)

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنَ الْأَنْصَارِ يُكَنّٰى أَبَا مُعَلَّقٍ، وَكَانَ تَاجِرًا يَتَّجِرُ بِمَالٍ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ، يَضْرِبُ بِهِ فِي الْآفَاقِ، وَكَانَ نَاسِكًا وَرِعًا، فَخَرَجَ مَرَّةً فَلَقِيَهٗ لِصٌّ مُقَنَّعٌ فِي السِّلَاحِ، فَقَالَ لَهٗ : ضَعْ مَا مَعَكَ فَإِنِّي قَاتِلُكَ قَالَ : مَا تُرِيدُ إِلٰى دَمِي؟ شَأْنَكَ بِالْمَالِ، قَالَ : أَمَّا الْمَالُ فَلِي، وَلَسْتُ أُرِيدُ إِلَّا دَمَكَ قَالَ : أَمَّا إِذَا أَبَيْتَ، فَذَرْنِي أُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، قَالَ : صَلِّ مَا بَدَا لَكَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَكَانَ مِنْ دُعَائِهٖ فِي آخِرِ سَجْدَةٍ أَنْ قَالَ : «يَا وَدُودُ، يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيدِ، يَا فَعَّالُ لِمَا يُرِيدُ، أَسْأَلُكَ بِعِزِّكَ الَّذِي لَا يُرَامُ، وَمُلْكِكَ الَّذِي لَا يُضَامُ، وَبِنُورِكَ الَّذِي مَلَأَ أَرْكَانَ عَرْشِكَ، أَنْ تَكْفِيَنِي شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ، يَا مُغِيثُ أَغِثْنِي، يَا مُغِيثُ أَغِثْنِي»، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ : دَعَا بِهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ أَقْبَلَ بِيَدِهٖ حَرْبَةٌ وَاضِعُهَا بَيْنَ أُذُنَيْ فَرَسِهٖ، فَلَمَّا بَصُرَ بِهِ اللِّصُّ أَقْبَلَ نَحْوَهٗ، فَطَعَنَهٗ، فَقَتَلَهٗ ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ : قُمْ قَالَ : مَنْ أَنْتَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي؟ فَقَدْ أَغَاثَنِي اللّٰهُ بِكَ الْيَوْمَ، قَالَ : أَنَا مَلَكٌ مِّنْ أَهْلِ السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، دَعَوْتَ بِدُعَائِكَ الْأَوَّلِ، فَسَمِعْتُ لِأَبْوَابِ السَّمَاءِ قَعْقَعَةً، ثُمَّ دَعَوْتَ بِدُعَائِكَ الثَّانِي، فَسَمِعْتُ لِأَهْلِ السَّمَاءِ ضَجَّةً، ثُمَّ دَعَوْتَ

بِدُعَائِكَ الثَّالِثِ، فَقِيلَ لِي : دُعَاءُ مَكْرُوبٍ، فَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يُوَلِّيَنِي قَتْلَهٗ، قَالَ أَنَسٌ : فَاعْلَمْ أَنَّهٗ مَنْ تَوَضَّأَ، وَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَدَعَا بِهٰذَا الدُّعَاءِ، اسْتُجِيبَ لَهٗ مَكْرُوبًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَكْرُوبٍ .

''اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک انصاری صحابی تھا، جن کی کنیت ابو معلق تھی، آپ رضی اللہ عنہ تاجر تھے، اپنے مال سے بھی تجارت کرتے تھے اور لوگوں کے مال سے بھی، تجارت کی غرض سے مختلف علاقوں کے سفر کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نیک اور متقی تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا ابو معلق رضی اللہ عنہ کسی سفر پر نکلے، راستے میں ایک چور آملا، جو اسلحہ سے لیس تھا، کہنے لگا: تمہارے پاس جو کچھ ہے، اسے رکھ دو، میں تجھے قتل کرنے لگا ہوں۔ صحابی نے فرمایا: تم نے مجھے قتل کیونکر کرنا ہے، تمہارا مقصد تو مال لوٹنا ہے۔ کہنے لگا: مال تو میں لوں گا ہی، میں تمہیں قتل بھی کرنا چاہتا ہوں۔ صحابی نے کہا: اچھا اگر تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو، تو مجھے چار رکعت پڑھنے کا موقع دو۔ کہنے لگا: جتنی نماز پڑھنی ہے، پڑھ لو۔ تو صحابی نے وضو کیا، پھر چار رکعت ادا کی، آپ رضی اللہ عنہ نے آخری سجدہ میں یہ دعا کی: ''اے ودود! اے عزت والے عرش کے مالک! اے فعال لما یرید، میں تجھ سے تیری عزت کے وسیلے سوال کرتا ہوں کہ جس عزت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اس بادشاہی کے وسیلے دعا کرتا ہوں، جسے کوئی نہیں چھین سکتا اور تیرے اس نور کے وسیلے سوال کرتا ہوں، جس نے تیرے عرش کے تمام ارکان کو منور کر رکھا ہے، سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اس چور کے شر سے کافی ہو جا۔ اے مدد کرنے والے!

میری مدد فرما، اے مدد کرنے والے! میری مدد فرما، اے مدد کرنے والے! میری مدد فرمایا۔'' انصاری صحابی نے یہ دعا تین مرتبہ پڑھی، تو اچانک دیکھا کہ وہاں ایک گھڑ سوار آ رہا ہے، جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہے، جسے اس نے گھوڑے کی پیشانی پر رکھا ہوا ہے۔ جب چور نے اسے دیکھا، تو اس کی طرف بڑھا اور چور کو قتل کر دیا، پھر صحابی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اٹھیے! انصاری صحابی نے پوچھا: میرے والدین آپ پر قربان، آپ کون ہیں؟ آج اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے میری مدد کی ہے۔ اس نے کہا: میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے پہلی بار دعا مانگی، تو مجھے آسمان کے دروازوں میں زور دار آواز سنائی دی، پھر جب آپ نے دوسری بار دعا کی، تو مجھے آسمان والوں میں ہنگامہ سنائی دیا، پھر جب آپ نے تیسری بار دعا کی، تو مجھے کہا گیا: یہ کسی مصیبت زدہ کی دعا ہے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے اس (ڈاکو) کے قتل پر مامور کر دیجئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خوب جان لیں کہ جس نے وضو کیا، چار رکعات ادا کیں اور ان کلمات کے ساتھ دعا کی، اس کی دعا لازمی قبول ہوگی، خواہ وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔''

(مُجابو الدعوة لابن أبي الدُّنيا: 23، هواتف الجنان لابن أبي الدُّنيا، ص 30)

جواب: یہ واقعہ ثابت نہیں۔

① عیسیٰ بن عبداللہ تمیمی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

② کلبی نامعلوم ہے۔

③ حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط۵۲۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں جنتی کہا گیا؟

جواب: اگرچہ سارے کے سارے صحابہ جنتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا وعدہ کر لیا ہے، البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں، جن کا نام لے کر انہیں جنت کی بشارت سنائی گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے، جنہیں دنیا میں ہی جنت کی خوش خبری دے دی گئی۔

❁ جب سورت احزاب (۲۸، ۲۹) نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہنا پسند کریں یا دنیوی مال ومتاع کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیں، نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھی:

يَا عَائِشَةُ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتّٰى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ، قَالَتْ : وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ، قَالَتْ : أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ؟ بَلْ أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، وَالدَّارَ الْآخِرَةَ.

”عائشہ! میں آپ پر ایک معاملہ پیش کرنا چاہتا ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ اس کا جواب دینے میں جلدی مت کیجئے گا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر

پس، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں: اللہ کے رسول! وہ کیا معاملہ ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت کی۔ سیدہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور جنت کو ترجیح دیتی ہوں۔"

(صحیح مسلم : 1478)

❁ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ، فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ تَقْدَمِينَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى أَبِي بَكْرٍ .

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (تیمارداری کے لیے) تشریف لائے، فرمایا: اُم المومنین! آپ اپنے سچے پیش رووں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس (جنت میں) جا رہی ہیں۔"

(صحیح البخاري :3771)

❁ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ .

"میں جانتا ہوں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا آخرت میں بیوی ہیں۔"

(صحیح البخاري : 3772)

❁ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

مُرَادُ عَمَّارٍ بِذٰلِكَ أَنَّ الصَّوَابَ فِي تِلْكَ الْقِصَّةِ كَانَ مَعَ عَلِيٍّ

وَأَنَّ عَائِشَةَ مَعَ ذٰلِكَ لَمْ تَخْرُجْ بِذٰلِكَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَا أَنْ لَّا تَكُونَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ، وَكَانَ ذٰلِكَ يُعَدُّ مِنْ إِنْصَافِ عَمَّارٍ وَشِدَّةِ وَرْعِهِ وَتَحَرِّيهِ قَوْلَ الْحَقِّ .

''سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اس قول سے مراد یہ ہے کہ بلاشبہ اس واقعہ (صفین) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ درست رائے رکھتے تھے، مگر اس سب کے باوجود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہ اسلام سے خارج ہوئیں اور نہ جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کے شرف سے محروم ہوئیں۔ یہ قول دلالت کرتا ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ منصف مزاج، کمال متقی و پرہیز گار اور حق گو تھے۔''

(إرشاد السّاري : 10/194)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

بِالْإِجْمَاعِ أَزْوَاجُ الرَّسُولِ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنَانِ وَنَحْوُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .

''اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، حسن و حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔''

(عُمدة القاري : 19/183)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

✿ نجی بن سلمہ حضرمی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَانَتْ لِي مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلَةٌ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ، إِنِّي كُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحَرٍ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ .

”مجھے رسول اللہ ﷺ کے ہاں خاص مقام حاصل تھا، جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا، میں نبی کریم ﷺ کے پاس سحر کے وقت آتا تھا اور آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا تھا۔“

(مُسند الإمام أحمد : 647)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن نجی حضرمی متکلم فیہ ہے، اس کی معتبر توثیق نہیں۔

✿ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ .

”اس میں نظر ہے۔“

(التّاریخ الکبیر : 214/5)

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْبَارُهُ فِيهَا نَظَرٌ .

”اس کی روایات محل نظر ہیں۔“

(الکامل في ضُعفاء الرِّجال : 388/5)

✿ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِقَوِيٍّ فِي الْحَدِيثِ .

”یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔“

(عِلل الدّارقطني : 258/3)

✿ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مُحْتَجٍّ بِهٖ .

”یہ قابل حجت نہیں۔“

(السّنن الکبریٰ : 248/2)

② نجی حضرمی کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْجِبُنِي الْاِحْتِجَاجُ بِخَبَرِهٖ إِذَا انْفَرَدَ .

”میں اس کی منفرد روایت سے حجت پکڑنا پسند نہیں کرتا۔“

(الثّقات : 480/5)

مذکورہ روایت میں بھی نجی حضرمی منفرد ہیں۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شیطان ڈرتا تھا؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ شیطان آپ رضی اللہ عنہ سے ڈرتا تھا، حتی کہ راستہ ہی بدل لیتا تھا۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ، إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ .

”ابن خطاب! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جس راستے میں بھی شیطان آپ کے سامنے آتا ہے، تو وہ اپنا راستے بدل لیتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 3683، صحيح مسلم : 2396)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقِيَ رَجُلٌ شَيْطَانًا فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَأَنْجَدَ فَصُرِعَ الشَّيْطَانُ، فَسُئِلَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ: مَنْ تَظُنُّونَهٗ إِلَّا عُمَرَ.

''مدینہ کی کسی گلی میں ایک شخص کی شیطان سے ملاقات ہوئی، تو وہ مقابلہ کرنے لگا، بالآخر شیطان بچھاڑ دیا گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (اس شخص کے بارے) پوچھا گیا، تو فرمایا: بھلا آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کس شخص کو خیال کر سکتے ہیں (یعنی وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہیں)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 34147، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قریب نہیں آتا تھا، بلکہ ڈرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرین تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا تھا اور دوسرا شیطان آپ کے قریب آ بھی جائے، تو بھی عصمت پر اثر انداز ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

اسی لئے سیدنا عمر کا رسول اللہ سے تقابل کرنا ہی غلط ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تقابل دیگر صحابہ سے ہے۔ نبی کا غیر نبی سے تقابل نہیں کیا جا سکتا۔ شیطان سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے خوف کھاتا تھا، رستہ بھی بدل لیتا تھا۔ لیکن سیدنا عمر بہر حال معصوم نہیں تھے۔ اسی لئے ان سے گناہ کا صدور ممکن ہے۔ البتہ حدیث میں سیدنا عمر کے دشمن پر رعب کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان جیسا دشمن بھی ڈرتا تھا۔ عمر کا رعب آج تک قائم ہے۔

ان احادیث سے یہ معنی کشید کرنا قطعاً درست نہیں کہ اس معاملہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے، العیاذ باللہ! جیسا کہ بعض ملحد اس حدیث کو ٹھکرانے کے لیے کہتے ہیں۔

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں کا آغاز ہوا؟

(جواب): سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فتنوں کے سامنے ایک دروازہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی وفات تک اُمت میں فتنے نمودار نہیں ہوئے تھے، اسلام مضبوط اور بلند رہا، اس میں کمزوری نہ آئی، مگر جیسے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، تو آہستہ آہستہ فتنے برپا ہونا شروع ہو گئے، اسلام کی عمارت کمزور ہونے لگی، دشمنان اسلام کو فتنہ گیری کا موقع مل گیا، اگرچہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان فتنوں کا مقابلہ کیا، مگر اسلام دشمنوں نے بہت سے لوگوں کو اپنی گمراہی کا شکار ضرور کیا اور آج تک کرتے آ رہے ہیں، اللہ محفوظ فرمائے، آمین!

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ كَانَ لِلْإِسْلَامِ حِصْنًا حَصِينًا، يَدْخُلُ فِيهِ الْإِسْلَامُ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ، فَلَمَّا قُتِلَ عُمَرُ انْثَلَمَ الْحِصْنُ فَالْإِسْلَامُ يَخْرُجُ مِنْهُ، وَلَا يَدْخُلُ فِيهِ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام کے لیے مضبوط قلعہ تھے، جس میں اسلام داخل ہوتا تھا، نکلتا نہیں تھا، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، تو اس قلعے میں شگاف پڑ گیا، اب اسلام اس میں سے نکلتا جائے گا، داخل نہیں ہوگا۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 31977، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ ابوالحسن علی بن محمد، مدائنی رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) سے مروی ہے:

قِيلَ لِأَبِي قُحَافَةَ : اُسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ : أَوَ أَقَرَّتْ بِذٰلِكَ بَنُو قُصَيٍّ؟ قَالُوا : نَعَمْ، قَالَ : يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ، قَالَ : وَلِمَ وَلَّوْهُ؟ قَالُوا : لِسِنِّهِ، قَالَ فَأَنَا أَسَنُّ مِنْهُ .

"ابو قحافہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا : ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا ہے، سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا بنو قصی (قریش) نے بھی تسلیم کر لیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ پوچھا: صحابہ نے ابو بکر کو خلیفہ کس بنا پر منتخب کیا؟ صحابہ نے عرض کیا: ان کی بڑی عمر کی وجہ سے، تو ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر میں ابو بکر سے بھی بڑا ہوں۔"

(الأوائل للعَسكري، ص 145)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① سند معضل ہے، مدائنی اور ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لمبا فاصلہ ہے۔

② ابو القاسم عبد الوہاب بن ابراہیم کی توثیق نہیں۔

③ ابو بکر عبد اللہ بن حماد عقدی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: کیا آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندکر چالیس دن تک رکھا گیا؟

جواب: جی ہاں۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَمَّرَ اللّٰهُ طِينَةَ آدَمَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً أَوْ قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيهِ فَخَرَجَ كُلُّ طَيِّبٍ فِي يَمِينِهٖ وَخَرَجَ كُلُّ خَبِيثٍ فِي يَدِهِ الْأُخْرٰى ثُمَّ خَلَطَ بَيْنَهُمَا قَالَ : فَمِنْ ثَمَّ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَالْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ .

"اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندکر چالیس دن تک چھوڑے رکھا، پھر اس میں ہاتھ مارا، تو ہر پاکیزہ حصہ نکل کر اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ میں آ گیا اور ہر

خبیث حصہ نکل کر اللہ تعالیٰ کے دوسرے ہاتھ میں آ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو باہم ملا دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے۔''

(طَبقات ابن سعد: 27/1، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ بازی میں (دکھاوا کرتے ہوئے) کھانا کھلانے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن أبي داود: 3754)

جواب: روایت مرسل ہے، اس روایت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر کرنا خطا ہے، درست یہی ہے کہ یہ عکرمہ کی مرسل ہے، جیسا کہ اکثر رواۃ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کئی اہل علم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ مَنْ رَوَاهُ عَنْ جَرِيرٍ لَا يَذْكُرُ فِيهِ ابْنَ عَبَّاسٍ .

''جریر کے اکثر شاگرد اس روایت میں میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر نہیں کرتے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم: 3754)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفَعَهٗ بَعْضُهُمْ، وَأَوْقَفَهٗ بَعْضٌ عَلٰى عِكْرِمَةَ، وَالصَّحِيحُ الْمَوْقُوفُ .

''اس روایت کو بعض نے مرفوع بیان کیا ہے اور بعض نے عکرمہ پر موقوف بیان کیا ہے، اس کا موقوف (مرسل) ہونا ہی درست ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 123/2)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الْأَصْلُ فِيهِ مُرْسَلٌ وَمَا أَقَلَّ مَنْ أَوْصَلَهٗ .

''بنیادی طور پر یہ حدیث مرسل ہے، اسے موصول بیان کرنے والے کتنے ہی کم راوی ہیں!''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 270/2)

سوال: بعض لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں، انہیں کیا جواب دیا جائے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو اس نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ ہر دور میں مشرکین اور کفار قرآن کریم کا انکار کرتے رہے۔

قرآنِ مجید کلامِ رب العالمین ہے، اس کے وحی ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہ ہر قسم کے ریب وشک سے پاک ومنزہ کتابِ مبین ہے، اس کے باوجود اس کا انکار کیا گیا، اس انکار کو خود قرآنِ کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۞ إِنْ هٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾

(المدَّثِّر : ٢٤_٢٥)

''یہ تو بس ایک مؤثر جادو ہے، یہ تو کسی بشر کا کلام ہے''

❁ ایک جگہ فرمایا:

﴿إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾(ص : ٧)

''یہ تو محض اپنی طرف سے گھڑی گئی بات ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾(الأنعام : ٧)

''اگر ہم آپ پر لکھی ہوئی کتاب بھی نازل کر دیں، تو کفار اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بھی کہیں گے: یہ تو کھلا جادو ہے۔''

❁ ایک جگہ فرمایا:

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ﴾(العنکبوت : ٤٩)

''یہ قرآن کی واضح آیات ہیں، جو اہل علم کے سینے میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیات کا انکار ظالم لوگ ہی کرتے ہیں۔''

قارئین! انصاف سے بتائیں کہ ان مشرکوں اور کافروں کی بیزاری سے قرآنِ مجید میں کیا نقص واقع ہوا؟ عیسائی مشنریوں اور آریوں نے تو قرآنِ مجید میں شکوک وشبہات پیدا کیے ہیں اور اس میں اعتراضات بھی وارد کیے ہیں، قادیانیوں نے قرآنِ مجید کو منسوخ کہا ہے، حدیثوں کا انکار کیا ہے، روافض نے اس میں تواتر کی حد تک تحریف اور کمی وبیشی کا

دعویٰ کیا ہے، کیا اس سارے پراپیگنڈے کی وجہ سے مسلمان قرآنِ مجید کا انکار کر دیں؟

آج تک جس نے بھی قرآن کریم کا انکار کیا، اس نے قرآن کریم کے انکار کی کوئی وجہ اور علت بیان نہیں کی۔ بعض نے قرآن کریم پر شبہات وارد کیے، جن کے اہل علم نے مسکت جوابات دے دیے ہیں۔

مشرکین اور کفار قرآن کریم کو اساطیر الاولین خیال کرتے تھے، قرآن کریم نے ان کے اس شبہ کا ازالہ کیا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ (العنكبوت : ٤٨)

''(اے نبی!) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے، نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے۔''

❁ اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اے محمد! آپ قرآن کے نزول سے پہلے اپنی قوم میں ایک عرصہ رہے ہیں، آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے، بلکہ آپ کی قوم اور دوسری قوموں کا ہر آدمی جانتا ہے کہ آپ اُمی ہیں، لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی صفت بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الأعراف : ١٥٧) ''وہ لوگ جو اُمی نبی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے ہاں تورات

وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔'' آپ ﷺ کی وفات تک یہی کیفیت رہی کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے ایک سطر اور ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کے لیے کاتبین تھے، جو آپ ﷺ کے سامنے وحی اور دوسرے علاقوں کی طرف خطوط لکھتے تھے۔'' (تفسیر ابن کثیر: 285/6)

جس چیز کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہو، وہ ضائع کیسے ہوسکتی ہے یا اس میں شبہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ ایک اُمی نبی ایسا کلام پیش کرتا ہے، اس جیسا کلام پیش کرنے سے عرب کے بڑے بڑے شاعر اور ادیب عاجز آ گئے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ٩)

''بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

قرآن کریم نے مستقبل قریب میں رونما ہونے والے جتنے بھی واقعات کی خبریں دیں ہیں، وہ من وعن پوری ہوئیں، یہ بھی دلیل ہے کہ قرآن کریم من جانب اللہ ہے اور ایک سچی کتاب ہے، ورنہ ایک اُمی نبی مستقبل کی خبر کیسے دے سکتا ہے؟

مثال کے طور پر رومیوں کی فتح اور اہل فارس کی شکست کی خبر قرآن کریم نے دی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّومُ ۞ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۞ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۞ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ

وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الروم:١-٥)

''الم، رومی مغلوب ہو گئے، جو نزدیکی زمین میں ہیں، مغلوب ہونے کے بعد وہ عنقریب اگلے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے، اس سے پہلے بھی اختیار اللہ کا تھا اور بعد میں بھی۔ اس دن مؤمن خوش ہوں گے۔ (یہ سب) اللہ کی مدد سے ہوگا، وہ جس کی چاہتا ہے، مدد کرتا ہے۔ وہی غالب ہے اور خوب رحم کرنے والا ہے۔''

ان آیات میں ایک بڑی پیشین گوئی کی گئی ہے، جو بعد میں سچ ثابت ہوئی اور کئی لوگوں کے قبول اسلام کا ذریعہ بنی۔ دراصل رومیوں پر اہل فارس نے غلبہ حاصل کر لیا۔ رومی اہل کتاب تھے اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے، اس لیے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں، ان کے مد مقابل فارسی آگ کے پجاری تھے اور آخرت کے منکر تھے، اس لیے مشرکین مکہ ان کے ساتھ تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگرچہ ابھی رومی مغلوب ہیں، مگر بہت جلد چند سالوں میں یہ اہل فارس پر غالب آ جائیں گے۔ اب ظاہری طور پر یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا تھا، کیونکہ اہل فارس بہت طاقت ور تھے اور اگلے چند سالوں میں ان کا مغلوب ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا، مگر مسلمانوں کو پوری طرح یقین تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے، تو لازمی طور پر رومی غالب آ کر رہیں گے۔ مشرکین مکہ چونکہ ظاہر پرست تھے، تو انہوں نے قرآن کو غلط ثابت کرنا چاہا۔

چنانچہ مشرکین مکہ کے کچھ بڑے لوگ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، کہنے لگے کہ تمہارے نبی کا دعویٰ ہے کہ اگلے چند سالوں میں رومی غالب آ جائیں گے، ہم کہتے

ہیں کہ غالب نہیں آئیں گے، کیوں نہ ہم اس پر شرط لگا لیں!

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چونکہ یقین تھا، لہٰذا اس پر شرط لگا لی اور شرط کی رقم کسی تیسرے فریق کے سپرد کر دی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن کریم نے بضع سنین کہا ہے، جو تین سال سے نو سال پر بولا جاتا ہے، لہٰذا اس کے اندر اندر رومی غالب آ جائیں گے۔ مشرکین مکہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوئی عدد متعین کریں، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے درمیانہ عدد چھ سال مقرر کر لیا۔

جب چھ سال گزر گئے، تو مشرکین نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا شرط لگایا ہوا مال قبض کر لیا، مگر جیسے ہی ساتواں سال داخل ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اہل روم کو اہل فارس پر غالب کر دیا اور فارسیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن کریم کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی، قرآن کریم کی اس حقانیت کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس کے ساتھ ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی یہ شرط جیت گئے، کیونکہ چھ سال مکمل ہونے کے بعد اور ساتویں سال کے اندر ہی رومی غالب آ گئے۔

❀ سیدنا نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿الٓمّٓ ❀ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الروم : ١ـ٤) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ قَاهِرِينَ لِلرُّومِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُحِبُّونَ ظُهُورَ الرُّومِ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ، وَفِي ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الرّوم : ٤ـ٥) فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُورَ فَارِسَ لِأَنَّهُمْ وَإِيَّاهُمْ لَيْسُوا بِأَهْلِ كِتَابٍ وَّلَا إِيمَانٍ بِبَعْثٍ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْآيَةَ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ يَصِيحُ فِي نَوَاحِي مَكَّةَ : ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الرّوم : ١) قَالَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لِأَبِي بَكْرٍ : فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، زَعَمَ صَاحِبُكَ أَنَّ الرُّومَ سَتَغْلِبُ فَارِسَ فِي بِضْعِ سِنِينَ، أَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰى ذٰلِكَ، قَالَ : بَلٰى، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الرِّهَانِ، فَارْتَهَنَ أَبُو بَكْرٍ وَالْمُشْرِكُونَ وَتَوَاضَعُوا الرِّهَانَ، وَقَالُوا لِأَبِي بَكْرٍ : كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعُ ثَلَاثُ سِنِينَ إِلٰى تِسْعِ سِنِينَ، فَسَمِّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِي إِلَيْهِ، قَالَ : فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِينَ، قَالَ : فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يَظْهَرُوا، فَأَخَذَ الْمُشْرِكُونَ رَهْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّومُ عَلٰى فَارِسَ، فَعَابَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِينَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فِي بِضْعِ سِنِينَ، قَالَ : وَأَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيرٌ .

”جب آیت کریمہ: ﴿الٓمّٓ * غُلِبَتِ الرُّومُ * فِي أَدْنَى الْأَرْضِ

وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ * فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الرّوم : ۱۔٤)
''الم، رومی مغلوب ہو گئے، جو نزدیکی زمین میں ہیں، مغلوب ہونے کے بعد وہ عنقریب اگلے چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔'' نازل ہوئی، اس وقت اہل فارس روم پر غالب تھے۔ مسلمان چاہتے تھے کہ رومی ان پر غالب آجائیں، کیونکہ رومی اور مسلمان دونوں اہل کتاب تھے۔ اسی بارے میں آیت مبارکہ: ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الرّوم : ٤۔٥) ''اس دن مؤمن خوش ہوں گے۔ (یہ سب) اللہ کی مدد سے ہوگا، وہ جس کی چاہتا ہے، مدد کرتا ہے۔ وہی غالب ہے اور خوب رحم کرنے والا ہے۔'' نازل ہوئی۔ قریش کی خواہش تھی کہ اہل فارس کا غلبہ ہو، کیونکہ قریش اور اہل فارس دونوں ہی اہل کتاب نہ تھے اور نہ دونوں قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے اطراف میں بآواز بلند یہ آیت پڑھنے لگے: ﴿الٓمّ * غُلِبَتِ الرُّومُ * فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ * فِي بِضْعِ سِنِينَ﴾(الرّوم : ۱۔٤) ''الم، رومی مغلوب ہو گئے، جو نزدیکی زمین میں ہیں، مغلوب ہونے کے بعد وہ عنقریب اگلے چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔'' قریش کے کچھ (معتبر) لوگوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا خیال ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس پر شرط نہ ہو جائے، تمہارا نبی کہتا ہے کہ رومی اہل فارس پر اگلے چند سالوں میں

غالب آ جائیں گے، کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ سے اس بات پر شرط لگا لیں۔سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، یہ شرط کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط لگا لی۔شرط کا مال کسی کے پاس رکھوا دیا۔مشرکین نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ''بضع'' کے لفظ کو تین سے نو سال تک کون سے سال پر متعین ومشروط کرتے ہو؟ ہمارے اور اپنے درمیان بیچ کی ایک مدت متعین کرلو، جس پر فیصلہ ہو جائے۔سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چھ سال کی مدت متعین اور مقرر کر دی۔اہل روم کے غالب آنے سے پہلے چھ سال گزر گئے، تو مشرکین نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مال لے لیا، جو بطور شرط جمع کرایا گیا تھا، مگر جب ساتواں سال داخل ہوا، تو رومی اہل فارس پر غالب آ گئے۔(بعض) مسلمان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے تھے کہ یہ ان کی غلطی تھی کہ چھ سال کی مدت متعین کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''بضع سنین'' کہا تھا، (جو کہ تین سال سے نو سال تک بولا جاتا ہے)۔اس وقت کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔''

(سنن التّرمذي : 3194، وسندہٗ حسنٌ)

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

''اس کی سند صحیح ہے۔''

(الأسماء والصّفات، تحت الرقم : 510)

آج تلک کوئی بھی قرآن کریم پر فصاحت وبلاغت، اعجاز، حسن الفاظ اور عمدہ سیاق

وسباق پر کوئی قدغن نہیں لگا سکا۔ جس نے بھی یہ کوشش کی، اسے منہ کی کھانی پڑی۔ قرآن کریم کا اعجاز ہر اعتبار سے ہے، قرآن کریم الفاظ، معانی ومفاہیم، خبروں کی صداقت، الفاظ کی دلالت، ترتیب اور نظم ونسق ہر اعتبار سے معجزاتی کتاب ہے، لغت، علوم قرآن اور تفسیر وغیرہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

قرآن کے حق اور منزل من اللہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن کریم نے کھلا چیلنج دیا ہے کہ قرآن کریم جیسی ایک کتاب یا دس سورتیں یا کم سے کم ایک سورت بنا لی جائے، جو فصاحت وبلاغت اور اعجاز میں قرآن کریم جیسی ہو۔ کل کائنات اس چیلنج سے عاجز رہی، ہے اور رہے گی۔ اگر کوئی کافر قرآن کریم کو انسانی تخلیق ثابت کرنا چاہتا ہے، تو اسے اس قرآنی چیلنج کو قبول کرنا چاہیے، ورنہ مان لے کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور رب تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾

(بني إسرائيل : ٨٨)

”(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ وہ اس قرآن جیسی کتاب لے آئیں گے، تو وہ ہرگز اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے، گو سارے ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔“

جب کفار ومشرکین پورا قرآن لانے سے عاجز آ گئے، تو اللہ تعالیٰ چیلنج کو نرم کر دیا اور دس سورتیں بنانے کا چیلنج دیا۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾(ھود : ۱۳)

”(نبی!) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) جیسی دس سورتیں گھڑ لاؤ اور اللہ کے علاوہ جس کو بلا سکتے ہو، بلا لو، اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو۔“

جب کفار و مشرکین دس سورتیں لانے سے بھی عاجز آ گئے، تو ایک سورت گھڑ لانے کا چیلنج دیا، مگر اس میں بھی ناکام رہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَآءَ كُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ❊ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾(البقرۃ : ۲۳۔۲٤)

”(اے کفار و مشرکین!) ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر جو نازل کیا ہے، اگر تمہیں اس میں شک ہے، تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکے اور ہرگز کر بھی نہیں سکو گے، تو اس آگ سے ڈر جاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

نَعْتَقِدُ فِيمَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُولِهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ، وَلَمْ يُنْسَخْ رَسْمُهٗ فِي حَيَاتِهٖ وَأَنَّهٗ بَقِيَ فِي أُمَّتِهٖ مَحْفُوظًا لَمْ تَجْرِ عَلَيْهِ زِيَادَةٌ وَّلَا نُقْصَانٌ كَمَا وَعَدَ اللّٰهُ بِقَوْلِهٖ : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ (الحِجر: ٩) وَهُوَ كَمَا قَالَ : ﴿وَإِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾(فُصِّلت : ٤٢)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے رسول محمد ﷺ پر جو وحی نازل کی اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اس کے الفاظ منسوخ نہیں ہوئے، تو وہ قرآن آپ ﷺ کی اُمت میں بحفاظت باقی ہے، اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہوئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾(الحِجر: ٩) ”بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔“ اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾(فُصِّلت : ٤٢) ”یہ غالب اور عدیم النظیر کتاب ہے، باطل اس کے پاس نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔“

(الاعتقاد، ص 208)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر کوئی شخص کسی کو نفع ونقصان کی شراکت پر مضاربت کے لیے رقم دیتا ہے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی کسی کو مضاربت کے لیے پیسہ دیتا ہے کہ یہ کام ہے، اس میں آپ محنت کریں، پیسہ میرا ہوگا، نفع ونقصان میں برابر شریک ہوں گے، تو یہ جائز نہیں۔

مضاربت اس صورت میں جائز ہے، جب صرف نفع میں شراکت طے کی جائے، نہ کہ نقصان میں بھی۔ نقصان میں کارکنندہ (عامل) شریک نہ ہوگا، بلکہ نقصان اسی کا ہوگا، جس نے پیسہ لگایا ہے اور عامل کی محنت ضائع ہوگی، بشرطیکہ نقصان عامل کی غفلت کی وجہ سے نہ ہوا ہو، اگر عامل کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے نقصان ہوا، یا عامل نے جان بوجھ کر نقصان کیا، تو سارا نقصان عامل کے ذمہ ہے۔

اگر نقصان ارضی یا سماوی آفت کی وجہ سے ہو، جس میں عامل کا کوئی عمل دخل نہ ہو، تو اس صورت میں نقصان مضارب کا ہوگا، نہ کہ عامل کا۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَتَى عَلَى الْجَارِيَةِ تِسْعُ سِنِينَ فَهِيَ امْرَأَةٌ.

”جب بچی نو سال کو پہنچ جائے، تو وہ عورت (بالغ) بن جاتی ہے۔“

(تاريخ أصبهان لأبي نُعَيم : 243/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبد الملک بن مہران مجہول و نا معلوم ہے۔

❀ اسے امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(عِلَل الحديث : 1487)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولٌ لَيْسَ بِالْمَعْرُوفِ .

''مجہول و غیر معروف ہے۔''

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 307/5)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 12/10)

② سلیمان بن عبد الرحمٰن ابن بنت شرحبیل کی منکر روایات ہیں۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُعْتَبَرُ حَدِيثُهٗ إِذَا رَوٰى عَنِ الثِّقَاتِ الْمَشَاهِيرِ فَأَمَّا رِوَايَتُهٗ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْمَجَاهِيلِ فَفِيهَا مَنَاكِيرُ كَثِيرَةٌ لَا اعْتِبَارَ بِهَا .

''جب یہ مشہور ثقہ راویوں سے روایت بیان کرے، تو اس کی حدیث معتبر ہو گی، البتہ اس کی ضعیف اور مجہول راویوں سے بیان کردہ روایات میں بہت سی منکر روایات ہیں، جو نا قابل اعتبار ہیں۔''

(الثقات : 278/8)

اس سند میں بھی سلیمان کا استاذ عبدالملک بن مہران مجہول ہے، لہٰذا اس روایت میں نکارت پائی جاتی ہے۔

فائدہ:

اس بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر کتب احادیث اور تاریخ میں اس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے۔

سوال: ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' (اے شیخ عبدالقادر جیلانی! اللہ کے لیے کچھ دیجیے) جیسے الفاظ کہنا کیسا ہے؟

جواب: یہ شرکیہ کلمات ہیں، اس میں عقیدہ کی کئی خرابیاں پنہاں ہیں، مثلاً:

① غیر اللہ سے استعانت واستمداد اور ان کی دہائی۔

② فوت شدہ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ وہ سنتے ہیں یا علم غیب رکھتے ہیں، یا حاضر وناظر ہیں۔

③ یہ عقیدہ کہ فوت شدگان کی پکار کی جائے، تو مدد کو پہنچتے ہیں۔

④ یہ عقیدہ کہ فوت شدگان مافوق الاسباب اُمور پر قدرت رکھتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : ١٤)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں، تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے

اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔“

❀ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (الأعراف: ١٩٤)

”جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، ان کو پکارو، اگر تم سچے ہو، تو وہ تمہیں جواب دے کر دکھائیں۔“

سوال: آج کل ایسی جرابیں آ گئیں ہیں، جن سے ٹخنے ننگے رہتے ہیں، ایسی جرابوں پر مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی جرابیں جو ٹخنوں کو نہ ڈھانپیں، ان پر مسح جائز نہیں۔

سوال: داڑھی کی مشروعیت کا انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: داڑھی فرض ہے، یہ فطرت اسلام ہے، داڑھی رکھنے کے متعلق نبی کریم ﷺ کا حکم موجود ہے، مٹھی سے کم داڑھی رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ جو شخص داڑھی مونڈتا ہے یا خشخشی یا مٹھی سے کم داڑھی رکھتا ہو، وہ بالاتفاق فاسق ہے۔

داڑھی کے سنت ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی بھی داڑھی تھی، سنت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک مستحب، جو فرض کے مقابلہ میں ہوتی ہے، دوسری واجب سنت، جس کو اختیار کرنا فرض ہوتا ہے۔

داڑھی کا منکر سخت گناہ گار اور گمراہ ہے۔ جو شخص جانتے بوجھتے داڑھی کی مشروعیت کا انکار کرے، یا داڑھی کا مذاق اڑائے، تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ علم ہوتے ہوئے شریعت کے کسی حکم پر اعتراض کرنا یا اس کے ساتھ استہزاء و استخفاف کرنا کفر ہے۔

سوال: حجام کی کمائی کا کیا حکم ہے؟

جواب: حجام کی کمائی حرام ہے، کیونکہ حجام داڑھی مونڈتا ہے، کسی کی داڑھی مونڈنا مثلہ کرنا ہے، مثلہ کرنا حرام ہے۔ اس طرح کئی حجام بالوں کی غیر شرعی کٹنگ کرتے ہیں، یہ سب گناہ میں تعاون ہے، گناہ میں تعاون بھی گناہ ہے، لہذا گناہ کی کمائی حلال نہیں۔

سوال: علمائے احناف کے نزدیک تعویذ باندھنا کیسا ہے؟

جواب: قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ یہ علاج ہے، اس سے منع نہیں کیا گیا، جس طرح دَم جائز ہے، اسی طرح تعویذ بھی جائز ہے۔ دَم اور تعویذ میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح دَم شرکیہ ہوتا ہے، اسی طرح تعویذ بھی شرکیہ ہوتے ہیں، جن کے متعلق احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

علمائے احناف کے نزدیک تعویذ باندھنا جائز ہے۔

❀ علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرُّقٰى وَالتَّعَاوِيذُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى جَوَازِ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ بِآيَاتٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، أَوْ إِذْ كَانَتْ وَرَدَتْ فِي الْحَدِيثِ .

”اگر دم اور تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو یا حدیث سے ثابت ہو، تو اس کے جواز پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔“

(تفسير الخازن : 501/4)

❀ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لَا بَأْسَ بِتَعْلِيقِ التَّعْوِيذِ .

”تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔“

(فتاویٰ عالمگیری: 356/5)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ صَبِيحَةَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ: «أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوبَهُ وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

''جس نے جمعہ کے دن نماز فجر سے پہلے یہ دعا تین مرتبہ پڑھی، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے، چاہے اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ دعا یہ ہے:

«أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ»

''میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں، جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ ہمیشہ زندہ ہے اور مدبر کائنات ہے، میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 7717، عمل اليوم واللّيلة لابن السّنّي: 83)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بالسی متروک ہے۔

② خصیف بن عبد الرحمٰن جزری ضعیف ہے۔

❀ علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ.

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(شرح الزّرقاني علی الموطأ : 365/2)

سوال: ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا، اس کا ایک شادی شدہ بیٹا ہے، عورت نے آگے شادی کر لی، عورت اور بیٹا دونوں فوت ہو گئے، کیا بیٹے کی منکوحہ سے عورت کے دوسرے شوہر کا نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: نکاح جائز ہے، کیونکہ وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں۔ حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح بروئے قرآن حرام ہے۔

سوال: کیا ولی سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے؟

جواب: ولی وہ ہوتا ہے، جو ائمہ اہل سنت کے عقیدہ پر ہو، نیز متبع سنت ہو اور خالص اللہ کے لیے عمل کمانے والا ہو۔ ولی حتی الوسع گناہوں اور حرام اُمور سے مجتنب رہتا ہے، اس سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے، اس سے اس کی ولایت ختم نہیں ہو گی۔

سوال: مہر مقرر کیا، ادا نہیں کیا، اب استطاعت نہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: مہر قرض کی طرح ہے، اگر کسی کے پاس قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں، تو قرض اس سے ساقط نہیں ہوتا، اسی طرح مہر بھی ساقط نہیں ہوتا۔ البتہ اسے چاہیے کہ جب استطاعت ہو، ادا کر دے، ورنہ وہ اس کے ذمہ قرض ہو گا، جو مرنے کے بعد اس کے ورثاء ادا کرنے کے پابند ہیں، البتہ اگر بیوی خود سے مہر معاف کر دے، تو شوہر سے مہر ساقط ہو جائے گا۔

سوال: قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے، اذان شروع ہو گئی، تو کیا اذان کا جواب دے گا؟

جواب: اسے اختیار ہے، چاہے تلاوت جاری رکھے، چاہے اذان کا جواب دے،

کیونکہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے، واجب نہیں۔

سوال: ایک شخص خشوع وخضوع کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، اس کی نماز کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا فرض ادا ہو جائے گا، مگر وہ نماز کی خاص فضیلت اور فوائد سے محروم رہے گا۔

سوال: جو شخص نماز کے معانی ومطالب نہیں سمجھتا ہے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کا ترجمہ اور مفہوم علما سے سیکھنا چاہیے، اس سے خشوع پیدا ہوتا ہے، عبادت میں کیا کہا جا رہا ہے، اس کا علم ہوتا ہے، یوں نماز پرسکون اور پُر خشوع ہو جاتی ہے، البتہ جس شخص کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا، اس کی نماز بالکل صحیح ہے۔

سوال: ایک شخص فوت ہو گیا، اس کا بیٹا داڑھی منڈا ہے، کیا وہ اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

جواب: جو داڑھی مونڈھتا ہو، وہ فاسق ہے اور فاسق کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے وضو کیا، جرابیں پہن لیں، وضو ٹوٹ گیا، پھر جرابوں پر موزے پہن لیا، کیا وہ اب موزوں پر مسح کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، موزوں پر مسح کر سکتا ہے، جرابوں اور موزوں پر مسح کا کوئی فرق نہیں۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی سند کیسی ہے؟

❁ ابو مالک ثعلبہ بن سہیل رحمہ اللہ سے مروی ہے:

مَرَّ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ بِعُصْفُورٍ يَدُورُ حَوْلَ عُصْفُورَةٍ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ : أَتَدْرُونَ مَا تَقُولُ : قَالُوا : وَمَا تَقُولُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، قَالَ : يَخْطُبُهَا إِلٰى نَفْسِهِ وَيَقُولُ : زَوِّجِينِي أُسْكِنْكَ أَيَّ غُرَفِ

دِمَشْقَ شِئْتِ قَالَ سُلَيْمَانُ : لِأَنَّ غُرَفَ دِمَشْقَ مَبْنِيَّةٌ بِالصَّخْرِ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَسْكُنَهَا أَحَدٌ وَلٰكِنْ كُلُّ خَاطِبٍ كَذَّابٌ .

''سیدنا سلیمان بن داود علیہما السلام ایک نر چڑیا کے پاس سے گزرے، جو مادہ چڑیا کے گرد چکر لگا رہا تھا، تو سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ عرض کیا: اللہ کے نبی! کیا کہہ رہی ہے! فرمایا: یہ نر چڑیا مادہ چڑیا کو پیغام نکاح دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میرے ساتھ شادی کرلو، میں تمہیں دمشق کے جس بالا خانے میں کہو گی، ٹھہراؤں گا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: حالانکہ دمشق کے بالا خانے چٹانوں سے بنے ہوتے ہیں، اس میں کوئی بھی (پرندہ) سکونت اختیار نہیں کر سکتا، مگر ہر پیغام نکاح دینے والا جھوٹ ہی بولتا ہے (یعنی سبز باغ دکھاتا ہے)۔''

(تاریخ دِمشق لابن عساکر : 232/22)

جواب: جھوٹا واقعہ ہے۔

① علی بن قدامہ ضعیف ہے۔

② ابو جعفر محمد بن عبد الرحمٰن اسوانی / استوائی کے حالات زندگی نہیں ملے

③ ابو مالک ثعلبہ بن سہیل نے حکایت کہاں سے سنی؟ معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''جس مچھلی کے شکم میں یونس علیہ السلام رہے، اس مچھلی کا شکم عرش سے افضل، کیونکہ اس میں ایک نبی کو معراج ہوئی۔''

(شان حبیب الرحمٰن، ص98)

جواب: یہ قول غلو پر مبنی ہے۔ ائمہ اہل سنت اس طرح کی مبالغہ آمیزیوں سے دور تھے۔ جب انسان ائمہ اسلام کے منہج سے منحرف ہو جاتا ہے، تو اس طرح کی باتوں کا صدور اس سے ممکن ہو جاتا ہے۔ نیز معراج صرف نبی کریم ﷺ کو ہوئی ہے، کسی اور نبی کو معراج نہیں ہوئی۔ کسی اور نبی کے لیے کسی بھی معنی میں معراج ماننا گمراہی ہے۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا يُرْوٰى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «لَا تُفَضِّلُونِي عَلٰى يُونُسَ بْنِ مَتّٰى» وَأَنَّ بَعْضَ الشُّيُوخِ قَالَ : لَا يُفَسِّرُ لَهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ حَتّٰى يُعْطٰى مَالًا جَزِيلًا، فَلَمَّا أَعْطَوْهُ فَسَّرَهٗ بِأَنَّ قُرْبَ يُونُسَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ كَقُرْبِي مِنَ اللّٰهِ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ، وَعَدُّوا هٰذَا تَفْسِيرًا عَظِيمًا، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى جَهْلِهِمْ بِكَلَامِ اللّٰهِ وَبِكَلَامِ رَسُولِهٖ لَفْظًا وَّمَعْنًى، فَإِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ بِهٰذَا اللَّفْظِ لَمْ يَرْوِهٖ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُتُبِ الَّتِي يُعْتَمَدُ عَلَيْهَا، وَإِنَّمَا اللَّفْظُ الَّذِي فِي الصَّحِيحِ : «لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ : أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ ابن مَتّٰى» ...... وَهَلْ يَقُولُ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ : أَنَّ مَقَامَ الَّذِي أُسْرِيَ بِهٖ إِلٰى رَبِّهٖ وَهُوَ مُقَرَّبٌ مُعَظَّمٌ مُكَرَّمٌ كَمَقَامِ الَّذِي أُلْقِيَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ وَهُوَ مُلِيمٌ؟! وَأَيْنَ الْمُعَظَّمُ الْمُقَرَّبُ مِنَ الْمُمْتَحَنِ

الْمُؤَدَّبِ؟! فَهٰذَا فِي غَايَةِ التَّقْرِيبِ، وَهٰذَا فِي غَايَةِ التَّأْدِيبِ .

''روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت مت دیں۔'' کسی (صوفی) شیخ نے کہا کہ وہ اس حدیث کا مفہوم تب تک نہیں بتائے گا، جب تک اسے بہترین مال نہیں دے دیا جاتا۔ جب لوگوں نے اسے مال دے دیا، تو اس نے حدیث کا مفہوم بیان کیا کہ ''یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے، تو وہ اللہ تعالیٰ اتنا ہی قریب تھے، جتنا معراج کی رات میں (محمد کریم ﷺ) رب تعالیٰ کے قریب تھا۔'' (گمراہ) لوگ اسے بڑی تفسیر سمجھتے ہیں، جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام سے بھی نابلد ہیں اور اس کے معنی ومفہوم سے بھی جاہل ہیں، کیونکہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی معتمد کتاب کے مصنف نے ذکر نہیں کی۔ جبکہ اس کے درست الفاظ صحیح حدیث میں یوں ہیں: ''کسی بندے کے لیے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں یونس بن متیٰ علیہ السلام سے بہتر ہوں۔''...... کیا کوئی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ جس (نبی) کو رب تعالیٰ کی طرف معراج کرائی گئی، اس حال میں کہ وہ رب العالمین کا مقرب، معظم اور مکرم تھے، کا مقام اس (نبی) کے مقام کی طرح ہے، جسے مچھلی کے پیٹ میں پھینکا گیا، اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھے؟! کہاں معظم ومقرب کا مقام اور کہاں آزمائش میں مبتلا اور سرزنش کیے گئے کا مقام؟! ایک قرب کے انتہائی درجہ میں اور دوسرا سرزنش کی انتہا میں!''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 162-164)

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو معراج نہیں ہوئی۔ یہ کہنا درست نہیں کہ یوسف علیہ السلام کو کنواں میں، اسماعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے، ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں اور یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں معراج ہوئی۔

نیز مفتی نعیمی صاحب کی بات اپنی بات کے بھی مخالف ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور علیہ السلام صاحب معراج ہیں، کسی پیغمبر کو معراج نہیں ہوئی۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص30)

سوال: درج ذیل عبارت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اس لحاظ سے (شہید ہیں) کہ ان کی وفات حضور (ﷺ) کی وفات کا نمونہ ہے، حضور (ﷺ) کی وفات خیبر والے زہر سے، صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی وفات مارِ غار کے زہر سے، کہ اس وقت اس سانپ کا زہر لوٹ آیا تھا اور اس سے آپ کی وفات ہوئی۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص322)

جواب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جانا ثابت ہے، مگر جو سانپ کے ڈسنے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے، وہ ثابت نہیں۔ جب قصہ ہی ثابت نہیں، تو سانپ کے زہر سے موت ہونا بھی ثابت نہ ہوا۔ نیز یہ کہنا کہ وفات کے وقت زہر عود کر آیا ہے، محتاج دلیل ہے، علاوہ ازیں علمائے حق میں سے کوئی بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کہتا۔

سوال: اس عبارت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

✿ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”نماز تہجد کا فرض ہونا حضور علیہ السلام ہی کی خصوصیت ہے۔“

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص 114۔ 115)

جواب: دعوی خصوصیت بے دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ پر نماز تہجد پہلے واجب تھی، بعد میں وجوب منسوخ ہو گیا اور تہجد مستحب قرار پائی۔

✿ سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

أَنْبِئِينِي عَنْ قِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ: يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَتْ: فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِي أَوَّلِ هٰذِهِ السُّورَةِ، فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَوْلًا، وَأَمْسَكَ اللّٰهُ خَاتِمَتَهَا اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا فِي السَّمَاءِ، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِي آخِرِ هٰذِهِ السُّورَةِ التَّخْفِيفَ، فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيضَةٍ.

”رسول اللہ ﷺ کے قیام کی بابت کچھ فرمائیں؟ فرمایا: سورت مزمل نہیں پڑھی آپ نے؟ عرض کیا: جی پڑھی ہے، فرمایا: اس سورت کے آغاز میں اللہ نے قیام اللیل فرض قرار دیا ہے۔ یہ سورت نازل ہوئی، تو نبی کریم اور صحابہ ایک سال تک قیام کرتے رہے۔ بارہ ماہ تک اس کی آخری آیات نازل نہ ہوئیں۔ بالآخر آخری حصہ نازل ہوا، جس میں تخفیف کا حکم تھا۔ رات کا قیام جو پہلے فرض تھا، اب نفل ہے۔“

(صحیح مسلم : 746)

نمازِ تہجد فرض نہیں، اسی طرح دیگر قیام اللیل بھی فرض نہیں۔

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ قَوْلَ الْقَائِلِ بِأَنَّهُ فَرْضٌ وَلَوْ كَقَدْرِ حَلْبِ شَاةٍ قَوْلٌ مَتْرُوكٌ وَشُذُوذٌ وَالْعُلَمَاءُ عَلٰى خِلَافِهِ كُلُّهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُ فَضِيلَةٌ لَا فَرِيضَةٌ وَلَوْ كَانَ قِيَامُ اللَّيْلِ فَرْضًا لَكَانَ مُقَدَّرًا مُوَقَّتًا مَعْلُومًا كَسَائِرِ الْفَرَائِضِ .

''یہ کہنا کہ رات کا قیام کرنا فرض ہے، خواہ اتنی مقدار میں ہو کہ جتنی دیر ایک بکری کا دودھ دھویا جاتا ہے، شاذ اور متروک قول ہے، اہل علم کا مؤقف اس کے خلاف ہے، سارے کے سارے علما کہتے ہیں کہ قیام اللیل با فضیلت عمل ہے، مگر یہ فرض نہیں۔ اگر قیام اللیل فرض ہوتا، تو دیگر فرائض کی طرح اس کی مقدار اور وقت بھی مقرر اور معلوم ہوتا۔''

(الاستذکار : 89/2)

سوال: درج ذیل عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

✿ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت صدیقہ تو معراج جسمانی کا آسمان کی طرف انکار فرماتی ہیں، مگر یہ کسی نے نہ مانا، کیونکہ ان کا یہ فرمان اپنے اجتہاد کی بنا پر ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جس رات معراج ہوئی، اس رات حضور علیہ السلام میرے مکان میں جلوہ گر تھے، جس پاک گم نہ ہوا، معراج جسمانی کیسے؟''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص230)

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قطعاً جسمانی معراج کا انکار ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی روایت ضعیف ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں:

مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَسْرٰى بِرُوحِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ کا جسم وہیں رہا، اللہ نے آپ کی روح کو معراج کروایا۔''

(سيرة ابن اسحاق، ص 295)

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ''بعض آل ابی بکر'' مجہول ہیں۔

❀ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ، وَهُوَ مِمَّا وُضِعَ رَدًّا لِّلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ .

''یہ روایت ثابت نہیں، اسے صحیح حدیث رد کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة :540/1)

سوال: مفتی نعیمی صاحب کی یہ بات کیسی ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص98)

جواب: زمزم سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا نہیں ہوا، بلکہ فرشتے کی ایڑھی رگڑنے یا پَر مارنے سے جاری ہوا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ عَنِ الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ : صَهٍ، تُرِيدُ نَفْسَهَا، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا قَالَتْ : قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوْثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ يَبْحَثُ بِعَقِبِهٖ أَوْ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَاءَ تْ تُحَوِّضُهُ هٰكَذَا وَتَقُولُ بِيَدِهَا، وَجَعَلَتْ، يَعْنِي تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بِقَدْرِ مَا تَغْرِفُ.

”سیدہ ہاجر رضی اللہ عنہا مروہ سے نیچے اتریں، تو ایک آواز سنائی دی، خود سے کہا کہ خاموش! آواز کی طرف کان لگائے، کہا: میں نے آواز سن لی ہے، کیا آپ میری مدد کریں گے؟ اچانک دیکھا کہ زمزم والی جگہ پر ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ فرشتے نے ایڑی یا پَر مارا اور پانی نکلنے لگا، سیدہ ہاجر رضی اللہ عنہا نے اس کے اردگرد منڈیر بنا دی اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جب وہ بھر چکیں، تو چشمہ پھر ابل پڑا۔“

(صحيح البخاري : 3364، فضائل الصّحابة للنّسائي : 273)

سوال: مندرجہ ذیل عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”نفس کتا ہے۔“

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص296)

جواب: نفس انسانی کے متعلق یہ بات نامناسب ہے۔

(سوال): مفتی نعیمی صاحب اس عبارت بارے کیا فرماتے ہیں؟

✿ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''منصور نے انا الحق کہا، وہ مؤمن رہے، کیونکہ وہ انانیت فنا کر چکے تھے۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص 297)

(جواب): حلاج نے انا الحق کا نعرہ لگایا، یہ صریح کفر ہے، تب تو علما نے بالاتفاق حلاج کو کافر و مرتد قرار دے کر اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔

(سوال): فنا فی اللہ کے متعلق اس عبارت کا جائزہ مطلوب ہے؟

✿ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرات صوفیا فنا فی اللہ ہو کر بحالت جذب انا اللہ کہہ سکتے ہیں، مگر کوئی فنا فی الرسول ہو کر انا محمد نہیں کہہ سکتا، کہ وہ مقام ناز ہے اور یہ مقام نیاز۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص 297)

(جواب): فنا فی اللہ کا نظریہ کفر ہے۔ اس طرح کی باتیں بعض زندیقوں اور مرتدوں سے صادر ہوئی ہیں۔ بعض گمراہوں نے حالتِ جذب کا سہارا لیا ہے، یاد رہے کہ جذب شیطان کے تسلط کا نام ہے۔ جب انسان پر شیطان غلبہ پا لیتا ہے، تو اس کی زبان پر انا اللہ یا انا الحق جیسے کلمات جاری ہو جاتے ہیں، جو کہ صریح کفر ہیں۔

صحابہ، سلف صالحین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں ایسی حالتوں کو ذکر تک نہیں، انہوں نے کبھی فنا فی اللہ جیسے نظریات اختیار نہیں کیے، کبھی کسی صحابی، تابعی اور ثقہ امام نے انا الحق یا انا اللہ کا نعرہ نہیں لگایا۔ حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ قرب پانے والے تھے، ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف تھیں، مگر پھر بھی ان پر کبھی حالت جذب طاری نہیں

ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہ گمراہ صوفیا کی گھڑنتل ہے، اللہ تعالیٰ کے دین حق میں اس کا کوئی شرعی جواز نہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو علوم خمسہ کا علم تھا؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور علیہ السلام کو خدائے پاک نے علوم خمسہ کا علم غیب دیا ہے۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص88)

جواب: نبی کریم ﷺ کو علوم خمسہ کا علم نہیں دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کسی کو شریک نہیں کیا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ؛ لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ.

''غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ رحم میں کیا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ فوت ہوگا۔ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔''

(صحيح البخاري : 4697)

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (لقمان : ٣٤)

''پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:) ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (لقمان : ٣٤) ''قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے اور رحم مادر میں جو ہے، اس کا علم رکھتا ہے، کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور کہاں فوت ہو گا؟ بے شک اللہ خوب جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 353/5، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ سیوطی نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الدّر المَنثور : 531/6)

❁ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قُلْنَا : النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَى الْغَيْبِ.

''ہم کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ غیب پر مطلع نہیں ہوئے۔''

(التّجريد : 3009/6)

❁ علامہ عثمان بن علی، زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الْمُنْفَرِدُ بِعِلْمِ الْغَيْبِ .

”صرف اللہ ہی علم غیب جانتا ہے۔“

(تَبيين الحقائق : 3/105)

سوال: اس عبارت کا جائزہ مطلوب ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

”آیت (سورت بقرۃ:۱۴۴) فرما رہی ہے کہ حضور علیہ السلام کعبہ کے بھی کعبہ ہیں، سب کا کعبہ اور ہے اور کعبہ کا کعبہ اور ہے۔“

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص28)

❀ نیز لکھتے ہیں:

”خانہ کعبہ نے بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت کی شب مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کیا۔ (مدارج النبوۃ) ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔“

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص29)

جواب: یہ غلو محض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غلو سے منع فرمایا ہے۔

❀ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللّٰهُ .

”اللہ کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ آپ مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے بڑھا دیں، جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔“

(مُسند الإمام أحمد : 3/153، وسندهٗ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض لوگ کھڑے ہو کر جھوم جھوم کر ذکر کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا ثبوت ہے، نیز صحابہ ایسا کرتے تھے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اللہ کا ذکر بڑی شے ہے، ہر لمحہ اس کا اہتمام ہونا چاہیے، قرآن وحدیث میں ذکر کی فضیلت بیان ہوئی ہے، نیز فرمایا گیا ہے کہ ہر حالت میں ذکر کرو، بیٹھے، کھڑے، لیٹے، چلتے پھرتے۔

یہ تو ہے اسلامی تعلیمات، مگر اہل بدعت، جنہیں سنت طریقہ اچھا نہیں لگتا، وہ ہر معاملہ میں بدعات جاری کرتے رہتے ہیں۔ ان ناعاقبت اندیشوں نے ذکر کا ایک نیا طریقہ وضع کیا ہے، وہ یہ کہ کچھ لوگ اجتماعی یا انفرادی طور پر کھڑے ہوتے ہیں اور کھڑے کھڑے ہل ہل کر ذکر کرتے ہیں۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مسلمین اور خیر القرون کے مسلمان اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے تھے، ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رہتی تھیں، مگر خیر القرون کے کسی دور میں کھڑے ہو کر ہل ہل کر ذکر نہیں کیا گیا۔ اگر اس عمل پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل ہوتی، تو سلف صالحین سب سے بڑھ کر حق رکھتے تھے کہ اس دلیل پر عمل کریں اور جماعت کی صورت میں یا انفرادی طور پر کھڑے ہو کر ضربیں مار مار کر ذکر کریں۔ ان سے یہ طریقہ ثابت نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی جواز نہیں۔

اہل بدعت اپنے اس بدعتی طریقہ پر بعض دلائل پیش کرتے ہیں، وہ دلائل عمومی ہیں یا غیر ثابت ہیں۔ ملاحظہ ہو؛

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ﴾ (النّساء: ۱۰۳)

''جب تم نماز مکمل کرلو، تو کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور پہلو کے بَل (لیٹ کر) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔''

اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہاں کھڑے ہوکر ذکر کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا ہم بھی کھڑے ہو کر ذکر کرتے ہیں۔

جبکہ یہ آیت عام ہے، اس میں کثرت ذکر کی ترغیب دی گئی ہے، مطلب کہ نماز کے لیے خاص ہیئت درکار ہے، قیام، رکوع، سجود اور تشہد کے لیے خاص حالتیں ہیں، مگر عام ذکر کے لیے خاص وقت یا حالت درکار نہیں، بلکہ کسی بھی حالت میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔

بھلا اس آیت میں ذکر کے لیے خاص ہیئت اپنانے اور جھومنے کی دلیل کہاں؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَبَقَ الْمُفْرِدُونَ، قَالُوا : وَمَا الْمُفْرِدُونَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : الْمُسْتَهْتَرُونَ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ، يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ أَثْقَالَهُمْ فَيَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا .

''مفردون آگے نکل گئے، صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! یہ مفردون کون ہیں؟ فرمایا: رغبت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے، اللہ تعالیٰ ان

سے ان کا بوجھ ہلکا کر دے گا، تو وہ روز قیامت ہلکے پھلکے ہو کر آئیں گے۔“

(سنن التّرمذي : 3596)

سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر کا عنعنہ ہے۔

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

الَّذِينَ اهْتَزُّوا فِي ذِكْرِ اللّٰهِ .

”جو لوگ اللہ کے ذکر میں ملتے ہیں۔“

(مسند أبي أمية الطرطوسي : 49)

سند ضعیف ہے۔

① عمر بن راشد یمامی ضعیف وساقط ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(التّرغيب والتّرهيب : 494/4)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(تخريج أحاديث الإحياء : 956)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزَّوائد : 73/6، 47/8، 46/10)

❀ علامہ ابن عراق کنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تنزيه الشّريعة : 195/2)

② عمر بن راشد کی یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت مضطرب اور منکر ہوتی ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضْطَرِبُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ يَحْيٰى.

''اس کی یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(التّاريخ الكبير : 155/6)

❀ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، حَدَّثَ عَنْ يَحْيٰى وَغَيْرِهِ بِأَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ.

''یہ منکر الحدیث ہے، اس نے یحییٰ بن ابی کثیر اور دیگر راویوں سے منکر احادیث بیان کی ہیں۔''

(إكمال تهذيب الكمال لمُغلطاي : 51/10)

③ یحییٰ بن ابی کثیر کا عنعنہ ہے۔

تنبیہ:

یہی روایت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، مگر اسے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرنا

خطا ہے، درست یہی ہے کہ یہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

بَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيْنَ السَّابِقُونَ؟ قَالُوا : مَضٰى نَاسٌ وَّتَخَلَّفَ نَاسٌ، قَالَ : أَيْنَ السَّابِقُونَ الَّذِينَ يَسْتَهْتِرُونَ بِذِكْرِ اللّٰهِ؟ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْتَعَ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَلْيُكْثِرْ ذِكَرَ اللّٰهِ .

”ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبقت لے جانے والے کہاں ہیں؟ صحابہ نے کہا: کچھ لوگ آگے چلے گئے ہیں اور کچھ پیچھے ہیں۔ فرمایا: وہ سبقت لے جانے والے کہاں ہیں، جو ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں؟ جو جنت کے باغیچوں سے کھانا چاہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیا کرے۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 157/20)

سند ضعیف ہے۔

① موسیٰ بن عبیدہ ربذی ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ .

”اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔“

(تفسير ابن كثير : 80/5)

❀ علامہ ابناسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(الشَّذّا الفَيّاح : 508/2)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(شرح ألفية العِراقي : 142/2)

② دینار ابوعبداللہ قراظ کا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

❀ ابواراکہ سے مروی ہے:

إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ مَادُوا كَمَا تَمِيدُ الشَّجَرَةُ فِي يَوْمِ رِيحٍ.

''(تلاوت کرتے ہوئے) جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا، تو صحابہ کرام ایسے ملتے تھے، جیسے تیز ہوا سے درخت ملتے ہیں۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعَيم :76/1، التَّهجُّد وقيام اللّيل لابن أبي الدّنيا : 205، مَقتل علي لابن أبي الدنيا : 6، مَوضع أوهام الجمع والتّفريق للخطيب : 330/2، تاريخ ابن عساكر : 492/42)

سند جھوٹی ہے۔

① عمرو بن شمر جعفی رافضی بالاتفاق متروک ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَافِضِيًّا يَشْتُمُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مِمَّنْ يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الثِّقَاتِ فِي فَضَائِلِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَغَيْرِهَا لَا يَحِلُّ كِتَابَةَ حَدِيثِهِ إِلَّا عَلٰى جِهَةِ التَّعَجُّبِ .

''رافضی تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں بکتا تھا، اہل بیت وغیرہ کی فضیلت میں ثقات سے منسوب من گھڑت روایات بیان کرتا تھا۔ اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں، البتہ بطور تعجب لکھی جا سکتی ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 75/2)

② ابوارا کہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات : ۵/۵۸۴'' میں ذکر کیا ہے۔

③ کسی معتبر سند میں ابوارا کہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوا۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

''عبداللہ بن اُبی کے فرزند عبداللہ کو جب خبر پہنچی کہ میرے والد نے ایسی ویسی بات کہی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے دروازے پر اپنے باپ کو پکڑا اور تلوار سونت لی اور مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ کہا کہ میرے باپ! تو اقرار کر، اللہ عزت والا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں، ورنہ ابھی تیری گردن ماروں گا۔ چنانچہ ڈر کے مارے اسے یہ اقرار کرنا پڑا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سن کر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔''

(روح البَيان لإسماعيل حقي : 540/9)

(جواب): غیر ثابت قصہ ہے۔

(سوال): درج ذیل عبارت پر کیا تبصرہ فرماتے ہیں؟

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کے مالک ہیں اور تمام مسلمان ان کے بندۂ بے زر۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص238)

(جواب): یہ اسلام عقائد سے واضح انحراف ہے اور نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو محض ہے۔ ساری کائنات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے بھی مالک نہیں تھے، جس کا اقرار خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف: 188)

''کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔''

''مگر جو اللہ چاہے۔'' کا معنی ہے کہ وہی نفع ونقصان پہنچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اپنے لیے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

﴿نَفْعًا﴾ اور ﴿ضَرًّا﴾ سیاق نفی میں آیا ہے، تو معنی عموم کا ہے، یعنی آپ ﷺ ذرہ برابر بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

❁ اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ إِظْهَارٌ لِلْعُبُودِيَّةِ وَبَرَاءَةٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِالرُّبُوبِيَّةِ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ أَيْ أَنَا عَبْدٌ ضَعِيفٌ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي اجْتِلَابَ نَفْعٍ وَّلَا دَفْعِ ضَرَرٍ كَالْمَمَالِيكِ إِلَّا مَا شَاءَ مَالِكِي مِنَ النَّفْعِ لِي وَالدَّفْعِ عَنِّي ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ أَيْ لَكَانَتْ حَالِي عَلٰى خِلَافِ مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنِ اسْتِكْثَارِ الْخَيْرِ وَاجْتِنَابِ السُّوءِ وَالْمَضَارِّ حَتّٰى لَا يَمَسَّنِي شَيْءٌ مِنْهَا وَلَمْ أَكُنْ غَالِبًا مَرَّةً وَّمَغْلُوبًا أُخْرٰى فِي الْحُرُوبِ.

''اس آیت میں (نبی کریم ﷺ کی) بندگی کا اظہار ہے اور ربوبیت کے ساتھ خاص علم غیب سے برأت کا اعلان ہے، یعنی میں کمزور بندہ ہوں، غلاموں کی طرح اپنی جان کے لیے نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، مگر میرا مالک مجھے جو نفع دینا چاہے اور مجھ سے جو نقصان دور کرنا چاہے۔ ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ ''میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔'' یعنی بہت سی بھلائیاں سمیٹنے، پریشانیوں اور نقصانات سے محفوظ رہنے کی وجہ سے میں اس حالت میں نہ ہوتا، یہاں تک کہ مجھے کوئی پریشانی نہ آتی اور میں جنگوں میں کبھی غالب اور کبھی مغلوب نہ ہوتا۔''

(تفسير النّسفي :623/1)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے فرمایا:

إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .

''میں تمہیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے کا ذرہ برابر مالک نہیں ہوں۔''

(صحيح مسلم : 204)

❁ صحیح بخاری (۲۷۵۳) اور صحیح مسلم (۲۰۶) میں یہ الفاظ ہیں:

لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .

''میں آپ کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔''

سوال: درج ذیل واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

''واقعہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہر نماز میں سورت عبس پڑھا کرتا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی، تو آپ نے اس امام کو بلا کر قتل کرا دیا، کیونکہ ہر نماز میں یہ سورت پڑھنے سے یہ معلوم فرمایا کہ یہ منافق ہے اور اس کے دل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض ہے، اس لیے اسی سورت کو نماز میں پڑھتا ہے۔''

(روح البيان لإسماعيل حقي : 331/10)

جواب: بے سند ہے۔

سوال: درج ذیل عبارت کا جائزہ درکار ہے!

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک مولوی صاحب دہلی کی جامع مسجد میں فاتحہ دے رہے تھے، کسی نے کہا

کہ فاتحہ دینا مٹھائی پر بدعت ہے، انہوں نے کہا: بدعت کسے کہتے ہیں؟ معترض بولا کہ جو کام حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں نہ ہو۔ مولوی صاحب نے فرمایا: یہ تمہارے باپ کا زمانہ ہے؟ یہ بھی تو حضور کا زمانہ ہے۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص281)

جواب: بدعت پر مبنی بات ہے۔ اہل بدعت اس طرح کے ڈھکوسلوں سے اپنا بدعی دین ثابت کرتے ہیں۔ ہر معاملہ میں جہالت وضلالت کی طرف داری کرتے ہیں۔

فاتحہ خوانی یا ختم پڑھنے کا کوئی شرعی جواز نہیں، یہ بدعت ہے، قرآن وحدیث اور اسلاف اُمت کے عمل میں اس کا وجود نہیں۔

سوال: درج ذیل طویل عبارت پر تبصرہ درکار ہے؟

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت امام حسین اس لیے سید الشہدا ہیں کہ از آدم تا ایں دم کسی نے ان کی سی مصیبتیں نہ اٹھائیں۔ کربلا کے میدان میں وہ غازی بھی تھے، پردیسی مسافر بھی اور مہاجر بھی۔ تین دن کے متواتر روزہ دار بھی، بچوں اور گھر بار کو راہِ الٰہی میں کٹانے والے بھی اور انوکھے غازی بھی کہ عین نماز میں شہید ہوئے، چونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حسن حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور چاہیے یہ کہ سردار میں سارے ماتحتوں سے زیادہ کمال ہوں۔ اس سے پہلے بظاہر حضرت حسین مہاجر نہ تھے، نہ مجاہد، نہ غازی، اگر اسی حالت میں ان کے سر پر سرداری کا عمامہ باندھ دیا جاتا، تو ممکن تھا کہ کوئی جنتی سمجھتا کہ ہمارے سردار میں فلاں فلاں کمال نہیں، مرضی الٰہی تھی کہ ایک کربلا میں یہ سارے منازل طے کرا دیئے

جائیں، آپ کا ہر وصف نرالا ہے۔ نہ آپ جیسا کوئی نمازی گزرا نہ روزہ دار، نہ غازی اور نہ ایسا جلوس کسی کا نکلا۔ سب لوگ نماز کے لیے وضو کریں یا تیمّم، مگر آپ کی آخری نماز وہ تھی، جس کے لیے وضو نہ تھا، نہ تیمّم، جب پانی پینے ہی کو نہ تھا، تو وضو کا ہے سے کرتے اور رہا تیمّم، تو تیمّم ہاتھ سے ہوتا ہے، نہ اور کلائی پر ہوتا ہے اور خشک مٹی سے ہوتا ہے، مگر وہاں زخموں سے نہ چہرہ محفوظ تھا، نہ کلائی اور جب ریت پر ہاتھ مارا، تو وہ خون سے کیچڑ بن گیا، اب بتاؤ تیمّم کیسے کرتے؟

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

غرضکہ یہ انوکھی نماز وضو اور تیمّم سے بے نیاز تھی، روزہ ایسا انوکھا رکھا، جو عالم میں بے مثال ہے۔ سب کے روزے دن بھر کے لیے، ان کا روزہ ڈھائی دن کا۔ سب کے لیے وقت افطار غروب آفتاب ہے، ان کا وقت افطار دوپہر، سب غذا یا پانی سے روزہ کھولیں، مگر حضرت حسین نے اپنے خون سے روزہ کھولا۔ نیز اوروں کی بیویاں بیوہ ہو کر عدت کے چار ماہ دس دن ایک جگہ بیٹھ کر گزاریں، مگر امام حسین کی بیوی علی اصغر کی والدہ، علی المرتضیٰ کی بہو، بلکہ یوں کہو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دولت خانہ کا اجالا اور سارے مسلمانوں کی آبرو۔ یہ جب بیوہ ہوں، تو بشکل جلوس کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق گرفتار ہو کر پہنچائی جاویں، جیسا جلوس حضرت حسین کا بعد شہادت نکلا، ایسا کسی کا نہ نکلا ہو گا۔ آسمان و زمین نے کبھی یہ نظارہ نہ دیکھا ہو گا، کہ بھائی کا سر نیزہ پر آگے آگے ہو

اور قیدی بہنیں پیچھے پیچھے اونٹوں پر سوار
کہ سر بھائی کا ہو نیزہ پہ اور اونٹوں پہ ہوں بہنیں
جہاں میں مبتلا ذی قدر کمتر ایسے ہوتے ہیں

مرنے والے بوقت موت اپنے بال بچوں کے لیے وصیتیں کرتے ہیں، لیکن حضرت حسین ایسے انوکھے دنیا سے جا رہے تھے کہ بہتر زخم کھا کر گھوڑے سے نیچے آئے، تو اپنے قاتل سفاک شمر سے دو رکعت نماز قصر کی مہلت مانگی، قسم رب کی ہماری لاکھوں نمازیں اُن کے اس ایک سجدہ پر قربان ہو جائیں۔

اس دوگانہ پہ فدا ساری نمازیں جس میں
دھار حلقوم پہ سر خم ہو عبادت کے لیے

اور کیوں نہ ہوتا، وہ چمن مصطفیٰ ﷺ کے مالی، اُمت کے والی، دین کے رکھوالی تھے، مصیبت و آرام میں دین کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

پھنسی جو دام میں بلبل تو یوں لگی کہنے
کرے گا قتل کیا تو نے جب اسیر مجھے
کباب شمع کے شعلہ پہ کیجیو صیاد
کہ شکل گل نظر آئے دمِ اخیر مجھے

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بوقت ذبحہ باپ کو وصیت کی تھی کہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیجیے، تاکہ ذبح کے وقت نہ تڑپوں، کیونکہ جانکنی کی تڑپ سب کو ہوتی ہے، مگر حسین رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ایسی انوکھی کہ ذبح کے وقت نہ تڑپے نہ جنبش کی۔

تہ خنجر بھی نہ تڑپا پسر شیر خدا

یہ تکلف تو فقط فاطمہ کے شیر میں ہے

بعد شہادت جب نیزہ پر سر رکھا گیا، تو آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور زمین پر نظر تھی، کسی نے اس کا کیا عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔

با آنکہ سر ہے نیزہ پہ سوئے زمیں ہے رو

یعنی ہے اُن کو سجدہ ثانی کی آرزو!

رکعت اول کا ایک ہی سجدہ تو کر پائے تھے کہ قاتل نے شہید کیا، یہ وہ وجوہ ہیں، جن کی بنا پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شہدا کی شہادتیں انہی کے دامن پاک سے لپٹ کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچتی ہیں، غرضکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا گھرانہ ہی پاک اور ستھرا ہے۔ میں کیا اور میری حقیت کیا، جو ان کی صفات کا کرشمہ بیان کرسکوں، بہت جلدی میں یہ چند اوراق لکھ دیے، رب تعالیٰ انہیں قبول فرما کر میرے گناہوں کا کفارہ اور صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔

يَلُوْحُ الْخَطُّ فِي الْقِرْطَاسِ دَهْرًا

مُصَنِّفُهُ رَمِيمٌ فِي التُّرَابِ

جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے، وہ فقیر بے نوا کے لیے دعائے مغفرت فرمائے کہ اس محنت سے یہ ہی مقصود ہے۔''

(شانِ حبیب الرحمٰن، ص 322۔325)

جواب: مفتی صاحب کی باتیں اول تا آخر بے ثبوت اور بے حقیقت ہیں، سیدنا

حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں حد درجہ غلو ہے۔ جس شان میں غلو ہو، وہ شان شان نہیں ہوتی۔

اگرچہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت برحق مظلومانہ ہے اور اس کی پیش گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، مگر جس تفصیل سے مفتی صاحب نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہدات کو بیان کیا ہے، یہ بے دلیل اور بے ثبوت ہے۔

یہ روافض کی ایک چال ہے کہ وہ اہل بیت کی شان میں غلو کرتے ہیں اور دیگر اصحاب پر طعن کرتے ہیں، اس بنا پر انہوں نے اسلام سے الگ دین وضع کرلیا ہے۔ اہل شرک و بدعت بغیر تحقیق کے روافض کی باتوں کو اپنا دین بنالیتے ہیں۔

سوال: علامہ ابوبکر جصاص حنفی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: علامہ ابوبکر جصاص حنفی (۳۷۰ھ) معتزلی تھے۔ صفات باری تعالیٰ میں تاویل کرتے تھے، اہل سنت کے عقائد پر نہ تھے۔ آپ نے کئی صحیح احادیث کا انکار کردیا۔ اپنی تفسیر ''احکام القرآن'' کو اعتزال سے بھر دیا۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قِيْلَ : كَانَ يمِيلُ إِلَى الْاِعتزَالِ، وَفِي توَالِيفِهٖ مَا يَدلُّ عَلٰى ذٰلِكَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ وَغيْرِهَا، نَسْأَلُ اللّٰهَ السَّلَامَةَ .

''کہا جاتا ہے کہ ابوبکر جصاص اعتزال کی طرف مائل تھے، اس پر ان کی کتابیں دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ انہوں نے رؤیت باری تعالیٰ وغیرہ جیسے عقائد میں کہا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(سِير أعلام النُّبلاء : 341/16)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بیٹی ابولہب کے بیٹے کے عقد میں رہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی کسی بیٹی کا ابولہب کے بیٹے سے نکاح ہونا ثابت نہیں۔

❀ بیان کیا جاتا ہے:

كَانَتْ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ عُتَيْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ فَطَلَّقَهَا .

”رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر عتیبہ (عتبہ) بن ابی لہب کے عقد میں تھیں، تو اس نے انہیں طلاق دے دی۔“

(دلائل النُّبوة لأبي نُعيم :381)

سند ضعیف ہے۔

① یہ خبر دینے والے ”رجال“ مبہم و نامعلوم ہیں۔

② محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

سوال: وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی کی تفسیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی (۱۴۳۶ھ) بڑے عالم تھے، فقیہ تھے، فقہ پر آپ کا مثالی کام ہے۔ آپ کی تفسیر کا نام یہ ہے:

«التَّفْسِيرُ الْمُنِيرُ فِي الْعَقِيدَةِ وَالشَّرِيعَةِ وَالْمَنْهَجِ»

اس تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات جلیلہ کے بارے میں اشاعرہ والا عقیدہ ذکر کیا گیا ہے، بعض جگہ اہل سنت کے عقیدہ سے انحراف پایا جاتا ہے۔ اشاعرہ کا تفاسیر میں بڑا کام ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کی تفاسیر پڑھنے میں احتیاط چاہیے۔

سوال: کیا قرآن کریم پڑھنے سے خوفناک چیزوں سے حفاظت حاصل ہوتی ہے؟

جواب: قرآن کریم کلام اللہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں، اس کے ذریعے شفا حاصل

کی جاسکتی ہے، اسی طرح اس کی پناہ بھی لی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی خطرناک یا ہولناک منظر کا سامنا ہو، تو قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعے پناہ لی جاسکتی ہے، قرآن کریم کے ذریعے اللہ تعالیٰ عافیت نصیب کرتا ہے۔

❁ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَقَدِ اتَّفَقَ لِي بِبِلَادِنَا الْأَنْدَلُسِ بِحِصْنِ مَنْثُورٍ مِنْ أَعْمَالِ قُرْطُبَةَ مِثْلُ هٰذَا، وَذٰلِكَ أَنِّي هَرَبْتُ أَمَامَ الْعَدُوِّ وَانْحَزْتُ إِلٰى نَاحِيَةٍ عَنْهُ، فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِي فَارِسَانِ وَأَنَا فِي فَضَاءٍ مِنَ الْأَرْضِ قَاعِدٌ لَيْسَ يَسْتُرُنِي عَنْهُمَا شَيْءٌ، وَأَنَا أَقْرَأُ أَوَّلَ سُورَةِ يٰسٓ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْقُرْآنِ، فَعَبَرَا عَلَيَّ ثُمَّ رَجَعَا مِنْ حَيْثُ جَاءَ ا وَأَحَدُهُمَا يَقُولُ لِلْآخَرِ: هٰذَا دَيْبَلَةٌ، يَعْنُونَ شَيْطَانًا، وَأَعْمَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَبْصَارَهُمْ فَلَمْ يَرَوْنِي، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا عَلٰى ذٰلِكَ.

''میرے ساتھ بھی ہماری ریاست اندلس میں قرطبہ کی تحصیل منثور کے قلعہ میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ہوا کچھ یوں کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور اس سے کنارہ کش ہو گیا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میری تلاش میں دو گھوڑ سوار نکلے، میں ایک کھلی جگہ پر بیٹھا تھا، میں کسی شے کی اُوٹ میں نہیں تھا، میں نے سورت یٰس کی ابتدائی آیات اور قرآن کریم کا ایک اور مقام تلاوت کیا، تو وہ دونوں گھوڑ سوار (میرے پاس سے) مجھ پر غبار اُڑاتے ہوئے گزر گئے، پھر اسی جگہ

سے واپس لوٹ آئے، ان میں ایک دوسرے کو کہنے لگا: یہ تو کوئی شیطان ہے (جو غائب ہو گیا ہے، نظر نہیں آ رہا۔) دراصل اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو (مجھے دیکھنے سے) اندھا کر دیا تھا، وہ مجھے دیکھ نہیں پائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 10/270)

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت ''حیاء'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''حیاء'' ثابت ہے، جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا ثبوت ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ اہل سنت اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کو حقیقی مانتے ہیں، اس کی تاویل اور تعطیل سے کام نہیں لیتے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾

(البقرة : ٢٦)

''اللہ تعالیٰ اس سے حیا نہیں کرتا ہے کہ وہ مچھر یا اس سے بھی کم تر شے کی مثال بیان کرے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾(الأحزاب : ٥٣)

''اللہ تعالیٰ حق (بیان کرنے) سے حیا نہیں کرتا۔''

❁ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جَاءَ تْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ : إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ....

''سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی اُم سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ حق بات (بیان کرنے) سے حیا نہیں کرتا......۔''

(صحيح البخاري : 282، صحيح مسلم : 313)

❁ سیدنا ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهٗ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ : فَوَقَفَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا : فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ : فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ : فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوٰى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، صحابہ بھی ہمراہ تھے۔ اسی اثنا تین آدمی آئے۔ ان میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہو گئے اور

ایک واپس چلا گیا، دونوں شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی ٹھہر گئے، ان دو میں سے ایک نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی اور وہیں بیٹھ گیا اور دوسرا شخص مجلس کے آخر میں لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا، لیکن تیسرا شخص واپس چلا گیا۔ جب نبی کریم ﷺ مجلس سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: کیا میں آپ کو تین افراد کے بارے خبر نہ دوں؟ ان میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دے دی، دوسرا شرما گیا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا کی، جبکہ تیسرے آدمی نے اعراض کیا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمالیا۔''

(صحيح البخاري : 66، صحيح مسلم : 2176)

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا حَتّٰى يَضَعَ فِيهِمَا خَيْرًا .

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیا اور بزرگی والا ہے، جب بندہ (دعا کے لیے) دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے، تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھ خالی لوٹا دے، یہاں تک کہ ان ہاتھوں میں خیر ڈال دیتا ہے۔''

(أمالي المَحاملي، برواية ابن يحيى البيع : 433، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۸۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۳۰) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۵۲۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک عورت نے شوہر سے خلع لیا، اب وہ دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا وہ عدت میں سابقہ شوہر سے نکاح کرسکتی ہے؟

جواب: پہلی بات کہ خلع طلاق نہیں، بلکہ فسخ نکاح ہے، اس کی عدت ایک حیض ہے، اگر عورت عدت خلع میں ہی سابقہ شوہر سے نکاح کرنا چاہے، تو کرسکتی ہے، البتہ عدت میں کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی، کیونکہ عدت استبرائے رحم کے لیے ہوتی ہے، تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ سابقہ شوہر کا حمل ہے یا نہیں؟ اگر حمل نہیں ہے، تو آگے نکاح کرسکتی ہے اور اگر حمل ہے، تو وضع حمل تک آگے نکاح نہیں کرسکتی۔

لیکن اگر خلع والی عورت سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہے، تو وہ عدت میں ہی کرسکتی ہے، کیونکہ اگر وہ حاملہ بھی ہوگی، تب بھی اسی شوہر کا حمل ہے، جس سے وہ عدت میں نکاح کررہی ہے۔ اس پر اہل علم اجماع ہے۔

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰی أَنَّہٗ جَائِزٌ لِلْمُخْتَلِعِ أَنْ یَتَزَوَّجَھَا فِي عِدَّتِھَا .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ خلع دینے والا مرد دوبارہ اسی عورت سے دوران عدت نکاح کرسکتا ہے۔''

(الاستذکار: 83/6)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

...... لٰكِنِ الْإِجْمَاعُ انْعَقَدَ عَلٰى ذٰلِكَ فِي مِثْلِ الْمُخْتَلَعَةِ .

''......خلع والی عورت کے بارے میں اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ وہ دوران عدت ہی نکاح جدید کے ساتھ سابقہ شوہر کے پاس جا سکتی ہے۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 350/32)

یاد رہے کہ اجماع کے خلاف کچھ ثابت نہیں، واللہ علم!

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ''ذات'' کا لفظ بولا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے ''ذات'' کا لفظ بولا جا سکتا ہے، جیسے ذاتِ باری تعالیٰ۔ یاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَكَذِبْ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، ثِنْتَيْنِ فِي ذَاتِ اللّٰهِ ....

''ابراہیم علیہ السلام نے زندگی میں صرف تین خلاف واقعہ باتیں کہیں، دو ذات باری تعالیٰ کی خاطر......۔''

(صحيح البخاري : 3358، صحيح مسلم :2371، فضائل الصّحابة للنّسائي : 269)

❁ سیدنا خبیب انصاری رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے یہ اشعار پڑھے:

مَا أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ...... عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ ...... يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

''جب مجھے حالت اسلام میں قتل کیا جا رہا ہے، تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کے لیے میں کس پہلو کے بل گر کر مرتا ہوں۔ یہ سب کچھ ذات الٰہی کی خاطر ہے،

اگر اللہ چاہے، تو میرے جوڑوں اور جسم کے ٹکڑوں میں برکت ڈال دے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3045)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ذات کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔

سوال: بعض روایات میں ہے کہ مصحف قرآنی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ .

’’مصحف کو دیکھنا عبادت ہے۔‘‘

(فوائد تمّام :301)

سند ضعیف ہے۔

① احمد بن بشر بن حبیب صوری مجہول ہے۔

② ابراہیم بن احمد بن حسن ابو حسین اردنی کی توثیق نہیں۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْطُوا أَعْيُنَكُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ، قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا حَظُّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ؟ قَالَ : النَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ، وَالتَّفَكُّرُ فِيهِ، وَالْاعْتِبَارُ عِنْدَ عَجَائِبِهِ .

’’اپنی آنکھوں کو بھی ان کی عبادت کا حصہ دیں، پوچھا گیا : اللہ کے رسول!

آنکھوں کا عبادت میں حصہ کیا ہے؟ فرمایا: مصحف میں دیکھنا، اس میں غور وفکر کرنا اور اس میں موجود عجیب وغریب واقعات سے عبرت پکڑنا (یہ سب عبادت ہے)۔''

(العَظَمة لأبي الشّيخ : 12، شُعب الإيمان للبيهقي : 2029)

روایت جھوٹی ہے۔

① عنسبہ بن عبدالرحمٰن اُموی متروک وکذاب ہے۔

② حفص بن عمر بن میمون عدنی ضعیف ومتروک ہے۔

③ احمد بن عاصم بن عنبسہ ابو صالح عبادانی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۸/۳۰'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے۔''

(شُعب الإيمان للبيهقي، تحت الرقم : 2029)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

النَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى الْكَعْبَةِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلٰى أَخِيكَ حُبًّا لَّهٗ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى عِبَادَةٌ .

''والدین کو دیکھنا عبادت ہے، کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے، مصحف میں دیکھنا عبادت ہے، جس بھائی سے اللہ کے لیے محبت ہو، اسے محبت کی نظر سے دیکھنا

بھی عبادت ہے۔‘‘

(التّدوین في أخبار قزوین للقَزويني : 297/3)

سند ضعیف ہے۔

① عمار بن ہارون مستملی ضعیف ہے۔

② سعید بن زید بن درہم صدوق ہیں، مگر بکثرت غلطیوں کا شکار ہوتے تھے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ صَدُوقًا حَافِظًا مِمَّنْ كَانَ يُخْطِيءُ فِي الْأَخْبَارِ وَيَهِمُ فِي الْآثَارِ حَتّٰى لَا يُحْتَجُّ بِهٖ إِذَا انْفَرَدَ .

’’سعید بن زید صدوق حافظ تھے، مگر یہ روایات اور آثار میں خطا اور وہم کا شکار ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ منفرد روایت میں ان سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔‘‘

(كتاب المَجروحين :320/1)

③ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

النَّظَرُ إِلَى الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ، وَالنَّظَرُ إِلَى الرَّجُلِ الَّذِي يَدْعُو إِلَى السُّنَّةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْبِدْعَةِ عِبَادَةٌ .

’’مصحف میں دیکھنا عبادت ہے اور اس شخص کو دیکھنا بھی عبادت ہے، جو سنت کی طرف دعوت دیتا ہے اور بدعت سے روکتا ہے۔‘‘

(جزء بانتخاب أبي الطّاهر السلفي : 4)

سند باطل ہے۔

① حسن بن ابی جعفر ضعیف ومتروک ہے۔

② ابو صہباء کوفی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/ ۶۵۷'' میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدَامَ النَّظَرَ فِي الْمُصْحَفِ مُتِّعَ بِبَصَرِهِ مَا بَقِيَ فِي الدُّنْيَا .

''جو دوام کے ساتھ مصحف میں دیکھتا ہے، اس کی آنکھیں موت تک سلامت رہیں گی۔''

(التّرغيب لابن شاهين : 194)

سند باطل ہے۔

① مسلمہ بن عُلَی خشنی ضعیف ومتروک ہے۔

② ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سعید بن خالد بن عمرو بن عثمان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَابَ عَبْدٌ وَخَسِرَ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ فِي قَلْبِهٖ رَحْمَةً لِّلْبَشَرِ .

''وہ شخص تباہ وبرباد ہوگیا، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے شفقت نہیں رکھی۔''

(مَعرفة الصّحابة لأبي نعيم : 5125)

جواب: روایت سخت ضعیف ومرسل ہے۔

① ابو رواحہ یزید بن ایہم مجہول الحال ہے۔

② ولید بن مسلم دمشقی تدلیس تسویہ کرتے تھے، آخر سند تک سماع درکار ہے۔

③ عمرو بن ابی حبیب/حبیب کا تعین نہیں ہو سکا۔ اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔

④ سعید بن خالد بن عمرو بن عثمان رسول اللہ ﷺ سے بیان کر رہے ہیں، جبکہ آپ صغیر تابعی ہیں، لہٰذا روایت مرسل یا معضل ہے۔

سوال: ثناء اللہ پانی پتی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد ثناء اللہ پانی پتی عثمانی مظہری حنفی صاحب (۱۲۲۵ھ) کا شمار علمائے احناف میں ہوتا ہے۔

آپ نے ''التفسیر المظہری'' نام سے تفسیر بھی لکھی، جس میں صفات باری تعالیٰ کی تاویل کی ہے اور بعض صفات میں تذبذب کا شکار ہیں، نیز تفسیر کے کئی مقامات پر اہل سنت والجماعت سے ہٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لہٰذا عوام الناس کو ان کی تفسیر پڑھنے سے گریزاں رہنا چاہیے۔

فقہ میں آپ کی کتاب بنام ''مالا بدمنہ'' ہے، جس میں فقہ حنفی کے مسائل ذکر کیے ہیں۔

سوال: بعض لوگ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے یوم ولادت اور وفات پر عام سرکاری تعطیل کا مطالبہ کرتے ہیں، شرعاً یہ اقدام کیسا ہے؟

جواب: شرعاً یہ اقدام درست نہیں۔ کسی انسان کے یوم ولادت یا وفات کے حوالہ سے شریعت نے کوئی عمل متعین نہیں کیا۔ صحابہ کی عظمت اور شان قرآن وحدیث میں ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت سرکاری تعطیل کی محتاج نہیں۔ یہ قرآنی شخصیات ہیں۔

ہر مسلمان سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت ومنقبت کو تسلیم کرتا ہے، آپ رضی اللہ عنہما

سے محبت کو ایمان سمجھتا ہے۔ اگر ان کے یوم ولادت یا وفات کو عام تعطیل نہ بھی ہو، تب بھی مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت کم نہ ہوگی، البتہ روافض نے غلو سے کام لیتے ہوئے بعض اہل بیت کے یوم ولادت یا وفات کو سرکاری طور پر عام تعطیل منظور کروالیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل سنت بھی ان کے مقابلہ میں بعض صحابہ کے یوم ولادت یا وفات کو عام تعطیل کا مطالبہ کرنے لگ جائیں۔

ایک غلط کام کو روکنا چاہیے، نہ کہ غلط کام کی برابری کرنی چاہیے۔

اگر مسلمان معظم و مکرم شخصیات کے یوم ولادت اور یوم وفات کو عام تعطیل کرنا شروع کردیں، تو شاید ہی سال میں کوئی دن ایسا بچے گا، جس میں عام تعطیل نہ ہو، کیونکہ ہر دن کسی نہ کسی نبی یا صحابی کی ولادت یا وفات ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں کئی مقدس شخصیات کی تاریخ ولادت اور وفات کا صحیح علم بھی نہیں۔

سوال: شوہر نے بیوی کو تیسری طلاق دی، عدت گزرنے سے پہلے شوہر وفات پا گیا، کیا اب عورت شوہر کی وراثت میں حق دار بنے گی؟

جواب: تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے اور بیوی شوہر کے عقد سے آزاد ہو جاتی ہے، شوہر کے ذمہ سے بیوی کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں عورت میراث میں حق دار نہیں ہوگی۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (البقرۃ: ٢٣٠)

''اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے، تو اب وہ اس کے لیے حلال نہیں، تا آنکہ وہ عورت اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح کر لے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے، تو ان دونوں (عورت اور سابقہ شوہر) کو دوبارہ (نکاح جدید کے ساتھ) میل جول کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، جنہیں کو جاننے والوں کے لیے واضح کر رہا ہے۔''

دو طلاقوں میں عورت کو رجوع کا اختیار حاصل تھا، خواہ عورت یا اس کا ولی رجوع پر راضی ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن جب شوہر تیسری طلاق دے چکے، تو اب اس کا بیوی پر اختیار ختم ہو چکا ہے، وہ اس سے رجوع یا نکاح جدید نہیں کر سکتا، تاوقتیکہ عورت آگے نکاح کرے، پھر شوہر اپنی مرضی سے طلاق یا فوت ہو جائے، اب اگر عورت پہلے شوہر کے ساتھ گھر بسانا چاہتی ہے، تو نکاح کر سکتی ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَرِثُ مَبْتُوتَةٌ فِي عِدَّةٍ كَانَتْ أَوْ غَيْرِ عِدَّةٍ ...... وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ آلٰى مِنْهَا لَمْ يَكُنْ مُولِّيًا وَإِنْ تَظَاهَرَ لَمْ يَكُنْ مُتَظَاهِرًا وَإِذَا قَذَفَهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يُلَاعِنَهَا وَيَبْرَأَ مِنَ الْحَدِّ وَإِنْ مَاتَتْ لَمْ يَرِثْهَا فَلَمَّا أَجْمَعُوا جَمِيعًا أَنَّهَا خَارِجَةٌ مِنْ مَعَانِي الْأَزْوَاجِ لَمْ تَرِثْهُ.

''جس عورت کو طلاق بتہ (بائن) ہو جائے، وہ وارث نہیں بنے گی، خواہ (مورث کی وفات کے وقت) وہ عدت میں ہو یا عدت گزار چکی ہو۔ ......

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جب شوہر بیوی کو تین طلاقیں دے چکے، پھر اس سے ایلاء کرے، تو اس کا ایلاء کرنا معتبر نہ ہوگا اور اگر ظہار کرے، تو اس کا ظہار بھی معتبر نہ ہوگا، اگر اس پر زنا کی تہمت لگائے، تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس عورت سے لعان کرے اور تہمت زنا کی حد سے بری ہو جائے (کیونکہ طلاق بائن کے بعد عورت اس کے عقد سے آزاد ہو چکی ہے)۔ اگر یہ عورت (طلاق بائن کی عدت میں ہی) وفات پا جائے، تو شوہر وارث نہیں بنے گا، تو جب سب مسلمانوں نے اس پر اجماع کر لیا ہے کہ وہ عورت زوجیت سے خارج ہو چکی ہے، تو وہ بھی شوہر کی وارث نہیں بن سکتی۔''

(الأمّ : 170/7)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَتَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ صَحِيحٌ، فِي كُلِّ تَطْلِيقِهِ، ثُمَّ مَاتَ أَحَدُهُمَا أَنْ لَا مِيرَاثَ لِلْحَيِّ مِنْهُمَا مِنَ الْمَيِّتِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، ہر طلاق کے وقت وہ تندرست تھا، پھر (تین طلاقوں کے بعد) دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا، تو ان میں سے جو زندہ ہے، وہ میت کا وارث نہیں بنے گا۔''

(الإجماع : 403)

سوال: بعض اہل شرک اپنے آپ کو''مؤحد'' کہتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: موحد وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں یکتا مانے، اس کی صفت اور فعل میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ ٹھہرے، نیز باری تعالیٰ کے متعلق وہی بات

کہے، جو قرآن کریم، فرمان نبوی، آثار صحابہ اور عقیدہ اہل سنت میں ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کو علم کلام کے ذریعے سمجھے گا، گمراہی اس کا مقدر ہے۔

جو شخص سلف کے عقیدہ پر کاربند ہے، وہ حقیقی موحد ہے، جو سلف سے منحرف ہو کر اہل کلام میں شامل ہوا، عقائد کی کئی گمراہیاں اس میں در آئیں، وہ باری تعالیٰ کے کئی کمالات اور صفات کا منکر بن گیا۔ ایسے شخص کو موحد کہلانے کا حق نہیں، نہ اس کی توحید معتبر ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ التَّوْحِيدَ الَّذِي دَعٰى إِلَيْهِ هٰؤُلَاءِ الْمَلَاحِدَةُ وَذَكَرُوا أَنَّهُ التَّوْحِيدُ الْحَقُّ، هُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْإِلْحَادِ فِي أَسْمَاءِ الرَّبِّ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ وَهُوَ حَقِيقَةُ الْكُفْرِ بِهٖ وَتَعْطِيلُ الْعَالَمِ عَنْ صَانِعِهٖ وَتَعْطِيلُ الصَّانِعِ الَّذِي أَثْبَتُوهُ عَنْ صِفَاتِ كَمَالِهٖ فَشِرْكُ عُبَّادِ الْأَصْنَامِ وَالْأَوْثَانِ وَالْكَوَاكِبِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ خَيْرٌ مِنْ تَوْحِيدِ هٰؤُلَاءِ بِكَثِيرٍ فَإِنَّهٗ شِرْكٌ فِي الْإِلٰهِيَّةِ مَعَ إِثْبَاتِ صَانِعِ الْعَالَمِ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَمَشِيئَتِهٖ وَعِلْمِهٖ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ، وَتَوْحِيدُ هٰؤُلَاءِ تَعْطِيلُ الرُّبُوبِيَّةِ وَالْإِلٰهِيَّةِ وَسَائِرِ صِفَاتِهٖ، وَهٰذَا التَّوْحِيدُ مُلَازِمٌ لِأَعْظَمِ أَنْوَاعِ الشِّرْكِ، وَلِهٰذَا كُلَّمَا كَانَ الرَّجُلُ أَعْظَمَ تَعْطِيلًا كَانَ أَعْظَمَ شِرْكًا وَلَا تَجِدُ مُعَطِّلًا نَافِيًا إِلَّا وَفِيهِ مِنَ الشِّرْكِ بِقَدَرِ مَا فِيهِ مِنَ التَّعْطِيلِ، وَتَوْحِيدُ الْجَهْمِيَّةِ وَالْفَلَاسِفَةِ مُنَاقِضٌ لِتَوْحِيدِ

الرُّسُلِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَإِنَّ مَضْمُونَ تَوْحِيدِ الْجَهْمِيَّةِ إِنْكَارُ حَيَاةِ الرَّبِّ وَعِلْمِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَسَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَكَلَامِهٖ وَاسْتِوَائِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ وَرُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ لَهٗ بِأَبْصَارِهِمْ عَيَانًا مِنْ فَوْقِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنْكَارُ وَجْهِهِ الْأَعْلٰى وَيَدَيْهِ وَمَجِيئِهٖ وَإِتْيَانِهٖ وَمَحَبَّتِهٖ وَرِضَاهُ وَغَضَبِهٖ وَضِحْكِهٖ وَسَائِرِ مَا أَخْبَرَ بِهِ الرَّسُولُ عَنْهُ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ هٰذَا التَّوْحِيدَ هُوَ نَفْسُ تَكْذِيبِ الرَّسُولِ فِيمَا أَخْبَرَ بِهٖ عَنِ اللّٰهِ وَجَحْدِهٖ، فَاسْتَعَارَ لَهٗ أَصْحَابُهُ اسْمَ التَّوْحِيدِ وَقَالُوا نَحْنُ الْمُوَحِّدُونَ كَمَا اسْتَعَارَ الْمُنْكِرُونَ لِلْقَدَرِ اسْمَ الْعَدْلِ بِجَحْدِهٖ وَدَفْعِهٖ وَقَالُوا نَحْنُ أَهْلُ التَّوْحِيدِ وَالْعَدْلِ فَهٰذَا تَوْحِيدُهُمْ وَهٰذَا عَدْلُهُمْ وَالْعَدْلُ وَالتَّوْحِيدُ الَّذِي جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ خِلَافُ هٰذَا وَهٰذَا.

”جس توحید کی طرف یہ ملحدین (جہمیہ اور فلاسفہ وغیرہ) دعوت دیتے ہیں اور اسے حقیقی توحید کہتے ہیں، دراصل یہ رب تعالیٰ کے اسماء، صفات اور افعال میں سب سے بڑا الحاد ہے، یہ حقیقی طور پر رب تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے، نیز کائنات کو خالق سے اور خالق کو صفات کمال سے معطل کرنا ہے۔ لہٰذا بتوں، مورتیوں، ستاروں، سورج اور چاند کے بچاریوں کا شرک ان (ملحدوں) کی توحید سے کئی درجے بہتر ہے، کیونکہ یہ اُلوہیت میں شرک ہے، اس میں کائنات کے خالق کا اثبات ہے، نیز اس کی صفات، افعال، قدرت، مشیئت،

اور ہر کلی و جزئی کے متعلق اس کے علم کا اثبات ہے۔ جبکہ ان (جہمیہ) کی توحید کا ماحصل ربوبیت، اُلوہیت اور دیگر صفات باری تعالیٰ کی تعطیل ہے۔ ایسی توحید سے شرک کی بڑی بڑی اقسام لازم آتی ہیں، کیونکہ اسی لیے جو شخص جتنا بڑا معطل ہوگا، اس میں اتنا زیادہ شرک پایا جائے گا، آپ دیکھیں گے کہ جو بھی (صفات باری تعالیٰ کی) تعطیل کرنے والا ہے اور ان کا انکار کرنے والا ہے، اس میں اتنا ہی شرک پایا جائے گا، جتنی وہ تعطیل کرتا ہے۔ جہمیہ اور فلاسفہ کی توحید ہر اعتبار سے رسولوں کی توحید کے برعکس ہے، کیونکہ جہمیہ کی توحید کا مضمون رب تعالیٰ کی حیاۃ، علم، قدرت، سمع، بصر، کلام کا انکار کرنا ہے، نیز رب تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار اور اس بات کا انکار ہے کہ روز قیامت مؤمن اوپر کو اپنے رب تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے، نیز ان کی توحید کا ماحصل یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے اعلیٰ چہرے، ہاتھوں، صفت مجیء (آنا) صفت اتیان (آنا)، صفت محبت، صفت رضا، صفت غضب، صفت ضحک (ہنسنا) اور دیگر صفات، جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، کا انکار کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ (جہمیہ کی) یہ توحید دراصل رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے متعلق دی ہوئی خبروں میں جھٹلانا ہے۔ جس کے لیے جہم بن صفوان کے پیروکاروں نے توحید کا لفظ مستعار لیا اور کہا کہ ہم تو مؤحد ہیں۔ بالکل اسی طرح، جیسے تقدیر کے منکروں نے عدل کا لفظ مستعار لیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم ہی توحید اور عدل والے ہیں۔ یہ ہے ان کی توحید اور ان کا عدل۔ جبکہ جو عدل اور توحید رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، وہ اِن کے عدل اور توحید کے برخلاف ہے۔“

(الصّواعق المُرسلة : 3/1111-1112)

نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا الْجَهْمِيَّةُ، فَالتَّوْحِيدُ عِنْدَهُمْ؛ إِنْكَارُ عُلُوِّ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ بِذَاتِهٖ، وَاسْتِوَائِهٖ عَلٰى عَرْشِهٖ، وَإِنْكَارُ سَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ، وَقُوَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ، وَكَلَامِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ وَمَحَبَّتِهٖ، وَمَحَبَّةِ الْعِبَادِ لَهٗ، فَالتَّوْحِيدُ عِنْدَهُمْ هُوَ الْمُبَالَغَةُ فِي إِنْكَارِ التَّوْحِيدِ الَّذِي بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ رُسُلَهٗ، وَأَنْزَلَ بِهٖ كُتُبَهٗ.

''جہمیہ کے ہاں توحید کا مفہوم باری تعالیٰ کا ذات کے اعتبار سے اپنی مخلوق پر عُلو اور عرش پر مستویٰ ہونے کا انکار کرنا ہے، باری تعالیٰ کی صفت سمع، بصر، قوت، حیاۃ، کلام، دیگر ذاتی صفات، افعال، محبت اور اپنے بندوں سے محبت کرنے کا انکار کرنا ہے۔ ان کے ہاں (حقیقی) توحید سے مراد اس توحید کا مبالغہ کے ساتھ انکار کرنا ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث کیا اور کتابیں نازل فرمائیں۔''

(مَدارج السّالکین : 3/416)

سوال: بعض اُمتوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر وغیرہ بنا دیا گیا، کیا مسخ ہونے کے بعد ان کی نسل آگے چلی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جس قوم کو مسخ کر دے، اس کی نسل باقی نہیں رکھتا، انہیں مسخ کر کے ہلاک کر دیتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيرُ، هِيَ مِمَّا مُسِخَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُهْلِكْ قَوْمًا، أَوْ يُعَذِّبْ قَوْمًا، فَيَجْعَلَ لَهُمْ نَسْلًا، وَإِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ .

''ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا (موجودہ) بندر اور خنزیر مسخ ہونے والے لوگوں میں سے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل جب کسی قوم کو ہلاک کر دیتا ہے، یا عذاب کا مزہ چکھاتا ہے تو اس کے نسل نہیں چلنے دیتا، بندر اور خنزیر ان لوگوں سے پہلے بھی موجود تھے۔''

(صحیح مسلم : 2663)

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ، وَلَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ، أَلَا تَرَوْنَهَا إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْهُ، وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْهُ؟

''بنی اسرائیل کی ایک اُمت مفقود ہوگئی، معلوم نہیں ان کا کیا بنا؟ میرا خیال ہے کہ وہ چوہے بن گئی ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جب چوہے کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جاتا ہے، تو وہ اسے نہیں پیتا اور جب اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے، تو پی لیتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 2997)

پہلے پہل نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ ممسوخ لوگوں کی نسل نہیں چلتی، اس لیے اپنا خیال ظاہر کیا کہ شاید موجودہ چوہے بھی بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی نسل ہو، جنہیں مسخ کر کے چوہے بنا دیا گیا تھا، نبی کریم ﷺ نے یہ خیال اس بنا پر ظاہر کیا کہ چوہے اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے، بکری کا دودھ پی لیتے ہیں، جیسے بنی اسرائیل کے لوگوں نے خود پر اونٹنی کا دودھ حرام کر رکھا تھا۔

پھر جب نبی کریم ﷺ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو بالجزم فرمایا کہ ممسوخ قوموں کی نسل نہیں چلتی، جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں واضح ہے۔

سوال: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ، أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ، أَوْ مَاشِيَةٍ، فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ : إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : إِنَّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ زَرْعًا .

”رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، ماسوائے شکاری، بکریوں اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے رکھے گئے کتوں کے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو کھیتی کی حفاظت کے لیے کتے کی استثنا کرتے ہیں، تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کھیت بھی ہے۔“

(صحیح مسلم :1571)

اس حدیث کی بنا پر بعض ملحدین دین میں تشکیک واقع کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مفاد کے لیے حدیث کے الفاظ گھڑ لیے کہ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے زائد الفاظ ذکر ہوئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ کھیتی باڑی کرتے ہیں، اس لیے اس کتے کی استثناء بیان کر دی، جو کھیتی باڑی کی حفاظت کے لیے رکھا گیا ہو۔

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَنْقُصْ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ، أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ .

”جس نے کتا رکھا، اس سے اعمال سے ہر روز ایک قیراط کم ہو جاتا ہے، سوائے اس کتے کے، جو کھیتی اور ریوڑ کی حفاظت کے رکھا جائے۔“

(صحيح البخاري : 2322، 3324، صحيح مسلم : 1575)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کرنا نہیں، بلکہ ان کی متعلق خبر دینا تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ کھیتی باڑی سے وابستہ ہیں، اس لیے انہوں نے یہ الفاظ یاد رکھے ہیں، جنہیں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محفوظ نہ رکھ سکے۔

صحابہ جس پیشے سے وابستہ ہوتے تھے، اس کے متعلق حدیثی معلومات بھی بخوبی رکھتے تھے، یہی مراد سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔

دوسرے یہ کہ خود سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موافق حدیث بھی مروی ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا، إِلَّا كَلْبَ زَرْعٍ، أَوْ غَنَمٍ، أَوْ صَيْدٍ، يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ .

”جس نے کتا رکھا، اس کے اجر وثواب سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے، سوائے اس کتے کے، جو کھیتی، ریوڑ یا شکار کے لیے رکھا گیا ہو۔“

(صحیح مسلم : 1574)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : لَيْسَ هٰذَا تَوْهِينًا لِرِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَا شَكًّا فِيهَا بَلْ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ صَاحِبَ زَرْعٍ وَحَرْثٍ اعْتَنٰى بِذٰلِكَ وَحَفِظَهُ وَأَتْقَنَهُ وَالْعَادَةُ أَنَّ الْمُبْتَلِي بِشَيْءٍ يُتْقِنُهُ مَا لَا يُتْقِنُهُ غَيْرُهُ وَيَتَعَرَّفُ مِنْ أَحْكَامِهِ مَا لَا يَعْرِفُهُ غَيْرُهُ ...... وَالْحَاصِلُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَيْسَ مُنْفَرِدًا بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ بَلْ وَافَقَهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِي رِوَايَتِهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ انْفَرَدَ بِهَا لَكَانَتْ مَقْبُولَةً مَرْضِيَّةً مُكَرَّمَةً .

”اہل علم کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو کمزور نہیں کرتا، نہ اس میں تشکیک پیدا کرتا ہے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ کھیتی باڑی کرتے تھے، لہٰذا انہوں نے اس استثناء کو اچھی طرح یاد رکھا۔ فطری طور پر انسان جس کام سے متعلق ہوتا ہے، اس بارے میں ایسی باتیں یاد رکھتا ہے، جو دوسرے یاد نہیں رکھتے اور اس بارے میں ایسے احکامات جانتا ہے، جو دوسروں کے علم میں نہیں ہوتے۔...... حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس زیادت کو بیان کرنے میں منفرد نہیں ہیں،

بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے یہ زیادت نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے، اگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس زیادت کو نقل کرنے میں منفرد بھی ہوتے، تب بھی آپ رضی اللہ عنہ کی زیادت تہ دل سے قبول ہوتی۔''

(شرح مسلم: 10/236-237)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَصْبَحَ إِبْلِيسُ بَثَّ جُنُودَهُ، فَيَقُولُ : مَنْ أَضَلَّ الْيَوْمَ مُسْلِمًا أَلْبَسْتُهُ التَّاجَ، قَالَ : فَيَخْرُجُ هٰذَا، فَيَقُولُ : لَمْ أَزَلْ بِهٖ حَتّٰى طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، فَيَقُولُ : أَوْشَكَ أَنْ يَتَزَوَّجَ، وَيَجِيءُ هٰذَا فَيَقُولُ : لَمْ أَزَلْ بِهٖ حَتّٰى عَقَّ وَالِدَيْهِ، فَيَقُولُ : أَوْشَكَ أَنْ يَبَرَّ، وَيَجِيءُ هٰذَا، فَيَقُولُ : لَمْ أَزَلْ بِهٖ حَتّٰى أَشْرَكَ فَيَقُولُ : أَنْتَ أَنْتَ، وَيَجِيءُ، فَيَقُولُ : لَمْ أَزَلْ بِهٖ حَتّٰى زَنٰى فَيَقُولُ : أَنْتَ أَنْتَ، وَيَجِيءُ هٰذَا، فَيَقُولُ : لَمْ أَزَلْ بِهٖ حَتّٰى قَتَلَ فَيَقُولُ : أَنْتَ أَنْتَ، وَيُلْبِسُهُ التَّاجَ .

''جب ابلیس صبح کرتا ہے، تو اپنے لشکروں کو پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو آج کسی مسلمان کو راہِ راست سے بھٹکائے گا، میں اس کی تاج پوشی کروں گا۔ (بعد میں ابلیس رپورٹ لیتا ہے، تو) ابلیس کا ایک چیلا کہتا ہے: میں فلاں شخص

کے پیچھے لگا رہا، یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو ابلیس کہتا ہے کہ (تیرا یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے) وہ دوسرا نکاح بھی کر سکتا ہے۔ دوسرا چیلا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں کا درپے رہا، یہاں تک کہ اس نے اپنے والدین کی نافرمانی کر دی۔ ابلیس کہتا ہے: (کوئی بڑی بات نہیں،) قریب ہے کہ وہ والدین سے حسن سلوک کرنے لگ جائے۔ ایک اور چیلا آتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں کا پیچھا کرتا رہا، یہاں تک کہ اس نے (میری بات مان کر) شرک کرلیا (ایک روایت میں شراب پینے کے الفاظ بھی ہیں)۔ ابلیس کہتا ہے کہ تو نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ ایک چیلا آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں کو وسوسے ڈالتا رہا، یہاں تک کہ اس نے زنا کا ارتکاب کرلیا۔ ابلیس کہتا ہے: تو نے کمال کر دیا۔ ایک چیلا آتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں کے پیچھے لگا رہا، یہاں تک کہ اس نے (میری باتوں میں آ کر کسی بے گناہ کو) قتل کر دیا۔ ابلیس کہتا ہے کہ تو نے تو کمال کر دیا، پھر ابلیس اسے تاج پہنا دیتا ہے۔''

(مَکائِد الشّیطان لابن أبي الدُّنیا : 36، صحیح ابن حِبّان : 6189، المُستدرك للحاکم : 4/350)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

فضیل بن عیاض اور ابراہیم بن طہمان نے سفیان کی متابعت کی ہے، مگر وہاں عطاء بن سائب کا اختلاط ہے، کیونکہ فضیل اور ابراہیم بن طہمان ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے عطاء سے قبل از اختلاط روایت کی ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀